والذین اٰووا ونصروا اولٰئک ہم المؤمنون حقا لہم مغفرۃ ورزق کریم

نمبر ۲۱

سیر انصار رضؓ

حصہ اول

یعنی سیر الصحابہ کا وہ حصہ جس مین انصار کرام رضی اللہ عنہم کے
سوانح وحالات اور اُنکے فضائل وکمالات
مستند ذرائع سے بہ ترتیب حروف
تہجی لکھے گئے ہین

از

مولوی سعید صاحب انصاری سابق رفیق دار المصنفین

باہتمام مسعود علی ندوی
در مطبع معارف اعظم گڈھ طبع شد

کتبخانہ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانیؒ

سیرۃ النبی صلعم، حصۂ اول طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ ... ... للعہ

ایضاً حصۂ دوم، طبع اول قیمت باختلاف کاغذ عہ، ہہ

ایضاً حصۂ دوم، طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ صہ، ہیہ

الفاروق، حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت سے عہ

الغزالی، امام غزالی کی سوانحعمری، اور ان کا فلسفہ، عہ

المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات عہ

سیرۃ النعمان، امام ابو حنیفہ کی سوانحعمری اور ان کے اجتہادات و مسائل قیمت ... ... عہ

سوانح مولانا رومؒ، مولینا جلال الدین رومی کی مفصل سوانحعمری مثنوی اور دیگر تصنیفات پر تقریظ عہ

مقالات شبلی، مولانا کے سو مختلف علمی مضامین کا مجموعہ عہ

رسائل شبلی، مولانا کے مختلف علمی مضامین کا مجموعہ عہ

بیان خسرو، خسرو کے حالات زندگی اور ان کی شاعری پر ریویو قیمت ۸ر

شعر العجم حصۂ اول، شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز قدما کا دور ... ... سے

ایضاً حصۂ دوم، شعرائے متوسطین کا دور ... عہ

ایضاً حصۂ سوم، شعرائے متاخرین کا دور عہ

ایضاً حصۂ چہارم، فارسی شاعری پر ریویو سے

ایضاً حصۂ پنجم، فلسفیانہ صوفیانہ اور اخلاقی شاعری پر تبصرہ قیمت ... ... عہ

موازنۂ انیس و دبیر، میر انیس کی شاعری پر ریویو، عہ

سفرنامۂ روم و مصر و شام، مطبوعہ معارف پریس قیمت عہ

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی مین ریویو، قیمت ۸ر

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر پر اعتراضات اور ان کے جوابات قیمت باختلاف کاغذ و طبع عہ، ۱۲ر

علم الکلام، مسلمانون کے علم کلام کی تاریخ اسکی عہد بعہد کی ترقیان علمائے متکلمین کے نظریات اور مسائل طبع چہارم مطبوعہ معارف پریس قیمت ... ... عہ

الکلام، مولانا کی مشہور تصنیف جدید علم کلام جسمین عقلی دلائل سے مذہب کو فلسفہ کے مقابلہ مین ثابت کیا ہے اور ملاحدہ اور منکرین کے دلائل کا رد کیا ہے طبع سوم مطبوعہ معارف پریس قیمت ... ... عہ

قصیدۂ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلما مین مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا طبع رنگین و علمی مطبع نامی کانپور ۲ر

کلیات، مولانا کے تمام فارسی قصائد غزلیات مثنویات قطعات کا مجموعہ جو اب تک متفرق طور سے دیوان شبلی، دستۂ گل، بوئے گل برگ گل کے نامون سے چھپے تھے اسمین سب یکجا کر دئے گئے ہین ۲۰ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت عمدہ چھپا ہے، قیمت ... ... عہ

مولینا حمید الدین صاحب بی، اے،

تفسیر سورہ والتین، جدید طرز پر عربی مین قرآن مجید کی تفسیر ۴ر

تفسیر سورہ والکوثر، " " " " ۴ر

تفسیر سورہ عبس، " " " ۴ر

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی مین حضرت اسمٰعیل کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پر زور رسالہ ۱۰ر

اسباق النحو حصہ اول، دوم، سہل طرز پر عربی گرامر اردو ۱۱ر

دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر ... ۱۲ر

خرد نامہ منظوم، خاص فارسی زبان مین امثال سلیمان کا ترجمہ ۸ر

مولینا سید سلیمان ندوی،

ارض القرآن حصہ اول، عرب کا قدیم جغرافیہ، عاد، ثمود، سبا، اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر، اصحاب الفیل، کی تاریخ اسطرح لکھی گئی ہے جس سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وآلہ واصحابہ اجمعین

سیر الصحابہ کے نام سے دار المصنفین کے زیر اہتمام جو سلسلہ تیار ہو رہا ہے، پیش نظر کتاب اسکی ایک جلد ہے، اس مین انصار کرام کے حالات و سوانح اور اُنکے علمی، مذہبی، اخلاقی اور سیاسی کارنامون کی پوری تفصیل کی گئی ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کی مقدس صف مین انصار کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے، اور سیر الصحابہ کا یہ حصہ اس حیثیت سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس مین انہی مقدس بزرگون کے اکابر اور مشاہیر کے سوانح حالات مذکور ہین، یہ واقعات کتب احادیث اور سیر و رجال کی مستند کتابون کے سینکڑون، ہزارون صفحات کی ورق گردانی کر کے فراہم کیے گئے ہین،

ان حالات و خدمات کی تفصیل سے پہلے ایک بسیط مقدمہ مین انصار کی قبل اسلام کی مفصّل تاریخ، ان کے نسب نامے، آداب و تمدّن اور معاشرت و اخلاق کو نمایان کیا گیا ہے

اس طرح یہ حصہ انصار کی تاریخ قبل الاسلام اور بعد الاسلام کا ایک بہترین مجموعہ بن گیا ہے
اس سے پہلے سیر الصحابیات کی جو جلد شائع ہوئی تھی ملک کے بعض مشہور
اہل قلم نے اس لف و نشر مرتب کو "غیر مرتب" کر کے اپنی طرف منسوب کر لیا ہے
اب اسی سلسلہ کی ایک اور نئی جلد ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔

لگا رہا ہوں مضامین نو کے پھر انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

"دار المصنفین"

فہرست مضامین سیر الانصار حصۂ اول

انصار کا نسب نامہ

اہل عرب تین بڑے قبیلوں میں منقسم ہیں، بائدہ، عاربہ، مستعربہ، بائدہ میں وہ قبائل شامل ہیں جنھوں نے طوفانِ نوحؑ کے بعد عرب میں حکومت کی اور ناپید ہوگئے، عاد، ثمود، عمالقہ، طسم، جدیس وغیرہ انھیں میں داخل ہیں، عاربہ سے وہ قبائل مراد ہیں جو بائدہ کے ہمعصر تھے، اور ان کے بعد عرب کے مالک ہوئے، قحطان، سبا، حمیر، معین وغیرہ ان کی شاخیں ہیں، مستعربہ سے وہ خاندان مراد ہیں جو حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد تھے اور عرب کے شمالی حصہ میں بود و باش رکھتے تھے،

انصار کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ وہ عرب عاربہ کی اولاد ہیں، اس بنا پر عرب کے تمام نساب ان کے نسب نامے قحطان بن عابر تک پہونچاتے ہیں جو عرب عاربہ کا مورث تھا، لیکن قحطان پر پہونچکر اختلاف شروع ہوتا ہے، اور نسابہ عرب دو گروہ میں منقسم ہو جاتے ہیں،

(۱) ایک گروہ کہتا ہے کہ قحطان خود ایک مستقل خاندان کا بانی تھا، اور اس کا سلسلۂ نسب یہ ہے، قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام، اس کے نزدیک قحطان اور یقطن جس کا ذکر بائبل میں آیا ہے ایک ہیں،

(۲) دوسرا گروہ قحطان کو کوئی علیحدہ شاخ نہیں مانتا بلکہ نابت بن اسمٰعیلؑ کی اولاد بتاتا ہے، چنانچہ کلبی نے اپنے باپ سے یہی روایت کی ہے، کہ

انه ادرك اهل العلم والنسب	کہ اُنھوں نے اہل علم اور نسابین کو
ينسبون القحطان كذالك[1]	قحطان کی نسبت یہی فیصلہ کرتے پایا ہے

کلبی کے علاوہ بعض اہل یمن بھی اس کے مدعی ہیں[2]،

---

[1] ذیل طبری ص ۲۴۴ ج ۱۳، [2] سیرۃ ابن ہشام ص ۷ ج ۱،

لیکن ہمارے نزدیک یہ رائے حد درجہ کمزور ہے، اور اس کی تردید میں صرف یہ کہنا کافی ہے کہ تمام اہل یمن اس کے مخالف ہیں، چنانچہ مورخ مسعودی نے لکھا ہے کہ

وسائر الیمانیۃ تابی ذالك	یعنی تمام اہل یمن اس کے منکر ہیں اور
ولد یسامی انہ قحطان بن عابر	قحطان کو عابر کا بیٹا سمجھتے ہیں،

دوسری جگہ ہے، (ص ۸۲)

والقوم اعرف بانسابھم ینقلہ	اہل یمن اپنے نسب کو زیادہ جانتے ہیں
الباقی عن الماضی تولاد وعملا موزونا	اور سلسلہ بہ سلسلہ نقل کرتے آئے ہیں کہ وہ
انھم من ولد قحطان بن عابر	قحطان بن عابر کی نسل سے ہیں، اس کے
لا یعرفون غیر ذالك ...	سوا انکا کوئی خیال نہیں،

البتہ پہلے خیال سے ہمکو اتفاق ہے قحطان ایک مستقل قوم اور ایک مستقل سلطنت کا بانی تھا یمن میں اس کی اولاد موجود تھی اور سیکڑوں برس تک برسر حکومت رہی، لیکن یہ کہنا کہ انصار بھی قحطان کی اولاد ہیں ہمارے نزدیک صحیح نہیں، اور یہ وہ خیال ہے جس کی تردید نہایت مشکل ہے،

نسابۂ عرب میں جو لوگ انصار کو قحطان کی اولاد مانتے ہیں اُن کے دلائل اگرچہ کسی تاریخ میں مذکور نہیں، تاہم ایسے مواقع پر وہ اشعار عرب سے استناد کرتے ہیں اس بناء پر ہم اس دعویٰ کی تقویت کے لئے چند اشعار بھی درج کرتے ہیں، حضرت حسان کا شعر ہے[۲]

تعلمتموا من منطق الشیخ یعرب	ابینا فصرتم معربین ذوی نفس

اس میں اگرچہ قحطان کا نام مذکور نہیں تاہم چونکہ یہ عدنانیوں (اسماعیلیوں) کے مقابلہ میں کہا گیا ہے

---

[۱] کتاب التنبیہ والاشراف ص ۸۱، [۲] العرب والمواراہم ص ۳۱،

اس لئے ضروری ہے کہ بعرب قحطان کی اولاد سے مواد تھا،

عبدالرحمان بن حسان یا نعمان بن بشیر کا شعر ہے[1]

لما من بنی قحطان سبعون تبعا　　اقرت لها بالخرج منها الاعاجم

لیکن یہ دونوں شعر صحت کے لحاظ سے بالکل مشکوک ہیں، پہلا شعر جو حضرت حسان کی طرف منسوب ہے، اُن کے دیوان میں موجود نہیں، اور حسان کے اشعار کی نسبت عام فیصلہ ہے کہ نسب الیہ اشیاء لا تصح عنہ[2] اُن کی طرف بہت سے ایسے اشعار منسوب ہیں جو ان سے ثابت نہیں،

دوسرے شعر کی یہ کیفیت ہے کہ خود کہنے والے کا پتہ نہیں، پھر مضمون ایسا ہے کہ اس کو دیکھکر ہنسی آجاتی ہے، عبدالرحمان ہوں یا نعمان کوئی بھی اتنا صریح جھوٹ گوارا نہیں کر سکتا تھا،

ہمارا خیال یہ ہے کہ انصار قحطانی نہیں، بلکہ نابط بن اسماعیل کی اولاد ہیں، یعنی وہ عرب عاربہ نہیں بلکہ مستعربہ ہیں، یہ خیال مورخین اور نسابین کے خیال سے بالکل جدا ہے، اور ہم اس کو کسی قدر پھیلا کر لکھنا چاہتے ہیں، لیکن قبل اس کے کہ ہم اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوں بتلانا ضروری ہے، کہ اس باب میں ہمارا طریقۂ استدلال کیا ہوگا؟

مورخین عرب کسی قبیلہ کے نسب ثابت کرنے میں عموماً دو چیزوں سے مدد لیتے ہیں (۱) نسابین کی روایت (۲) شعرائے قبیلہ کے اشعار، اور یہ دونوں چیزیں تنہا قابل اعتماد نہیں، نسابین کی روایتیں اس درجہ لغو اور مہمل ہوتی ہیں کہ اُن پر مشکل سے یقین آسکتا ہے، پرانے نسب نامے اٹھا کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ تمام عالم آبا تورات کے اندر سمٹ آیا ہے، مثلاً منوچھر حضرت اسحاق کا پرپوتا ہے[3]، صنہاجہ، کتامہ،

۱؎ التنبیہ والاشراف ۱۸۵، ۲؎ استیعاب ص ۱۳۰ ج ۱، ۳؎ ابن اثیر ۱۱۵ و ۱۱۶ ج ۱،

سبا کی اولاد ہیں، ہند، یونان، ترک جو خود نہایت قدیم قومیں ہیں، سام، حام اور یافث کی اولاد ہیں
قحطان بن عابر یہودیوں کے نزدیک، حام کی اولاد ہے وغیرذلک، یمن کے تبع، الحارث الرائش کے
نسب نامہ میں اس درجہ اختلاف ہے کہ دو مورخ بھی ایک رائے سے متفق نہیں، یہاں تک کہ طبری نے
ایک جگہ اس کو سبا اصغر کی اولاد بتایا ہے، لیکن دوسری جگہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس پر قائم نہیں
ہیں، وقس علی ھذا!

اشعار عرب پر بے شک اعتماد ہو سکتا تھا لیکن مشکل یہ ہے کہ ان کے بھی صحیح ہو سکنے کی کوئی صورت
نہیں ہے، یہ ظاہر ہے کہ عرب بالکل اُمّی تھے اور ان میں لکھنے پڑھنے کا بہت کم رواج تھا، اس بناء
پر ان کے پاس قدماء کا ذخیرہ کیونکر محفوظ رہ سکتا تھا؟ یہی وجہ ہے کہ جاہلیت کا جو کچھ کلام ہم تک پہونچا ہے بہت
کم ہے، اور وہ بھی اسلام سے صدی دو صدی آگے کا نہیں،

اس کے علاوہ عرب میں بہت سے ایسے خاندان بھی تھے جن کے نسب نامے گڈمڈ ہو گئے، چنانچہ نعمان
بن منذر شاہ حیرہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ قبیلہ لخم سے تھا، لیکن جبیرؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے اس کو عجم
بن قنص کی اولاد بتایا[1] قضاعہ، انمار، بجیلہ، اسماعیلی اور نزاری تھے اور مکہ ہی سے یمن گئے تھے،
لیکن امتداد زمانہ اور جہالت کے باعث قحطانیوں میں ضم ہو گئے اور جدید نسب نامے تیار کر لئے[2]،
اوروں کا بھی یہی حشر ہوا جن میں غسان، خزاعہ اور انصار بھی داخل ہیں، ایسی [illegible] میں قبائل کے
شعراء اگر اپنے نسب نامے کسی غیر نسل تک پہونچائیں اور اس کو اشعار میں ظاہر کریں تو ان کا کہاں تک
اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

اصل یہ ہے کہ انصار کے نسب نامہ میں سخت دقّتیں واقع ہو گئی ہیں جن کا علاج اس کے سوا
کچھ نہیں کہ ہم قدیم طرزِ استدلال کو چھوڑ کر تحقیق وتفتیش کی ایک نئی راہ نکالیں جو نہایت صاف، واضح،

[1] طبری ص ۲۴۵۵ ج ۵، [2] سیرت ابن ہشام ص ۸، ۱۱، ۶۴ ج ۱،

اور مستقیم ہو، چنانچہ اُس کے لئے ہم نے حسب ذیل ماخذ قرار دئے ہین،

(۱) قرآن مجید،

(۲) احادیث صحیحہ،

(۳) اشعارِ عرب، جو روایت اور درایت کے اُصول سے صحیح ہون،

(۴) اکتشافات اثریہ،

۱- قرآن مجید سے اگر کوئی چیز ثابت ہو جائے تو اس کی صحت مین کوئی مسلمان شک نہین کر سکتا لیکن دقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں صرف اُن قومون کے نام آئے ہین جن کے حالات نہایت موثر اور عبرت خیز ہین، اور چونکہ انصار اور تمام اسماعیلیون نے جاہلیت مین کوئی ایسا کام نہین کیا ہی، اس لئے قرآن مجید مین ان کا ذکر کیونکر آسکتا ہے،

(۲) حدیث مین البتہ انصار کے متعلق کچھ اشارے اور تصریحیں موجود ہیں مثلاً حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہی کہ

مر النبی صلعم علی نفر من اسلم	آنحضرتؐ بنو اسلم کے پاس سے گذرے
ینتضلون فقال النبی صلعم	جو تیر اندازی مین مصروف تھے اور فرمایا
ارموا بنی اسماعیل فان	آل اسماعیل! تیر پھینکو کیونکہ تمھارا
اباکم کان رامیاؑ	باپ قدر انداز تھا،

اسلم کا قبیلہ عرب مین خزاعہ کی اولاد مشہور تھا، اور خزاعہ، حارثہ بن مزیقیا کا بیٹا ہے جو بقول نسابین قحطانی عرب تھا، چنانچہ امام بخاری نے بھی اسلم کا نسب نامہ اسیطرح نقل کیا ہے اور وہ یہ ہی، اسلم

لہ صحیح بخاری ص ۴۰۰ ج ۱،

بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر[۱] اور اس کے بعد لکھا ہے من حمراعہ ہمکو اس وقت اس نسب نامہ کی صحت اور سقم سے بحث نہیں ہے، مقصود یہ ہے کہ ایک مسلم النبوت قحطانی خاندان کو آنحضرت صلعم نے اسماعیلی فرمایا اور تمام مجمع نے اس کو تسلیم کیا،

دوسری حدیث حضرت ابوہریرہؓ کی ہے، وہ حضرت ہاجرہ کے حالات بیان کرنے کے بعد انصار سے[۲] مخاطب ہو کر کہتے ہیں[۳]

تلک امکم یابنی ماء السماء — اے ماء السماء کے بیٹو! یہ تمہاری ماں ہیں،

ماء السماء، عامر کا لقب ہے جو مزیقیاء کا باپ تھا، ظاہر ہے کہ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو نہ حضرت ابوہریرہؓ اسکو بیان کر سکتے، اور نہ انصار میں اس کو کوئی سن سکتا، اس حدیث کے ساتھ اگر وہ حدیث بھی ملاؤ جس میں غیر کے نسب میں داخل ہونے والے کو جہنم میں جانیکی خبر دی گئی ہے تو یہ مسئلہ اور بھی زیادہ صاف ہو جاتا ہے، مذکورہ بالا حدیثیں بخاری میں متعدد جگہ آئی ہیں اور صحت کے لحاظ سے اس درجہ کی ہیں کہ ان میں شک کرنا بھی کفر میں داخل ہے، اس بناء پر ان سے زیادہ انصار کے اسماعیلی ہونے پر اور کوئی شہادت نہیں پیش کیجا سکتی، انھیں وجوہ سے خطابی نے اہل یمن کو اسماعیلی کہا ہے، بخاریؒ نے جامع صحیح میں ایک مستقل باب باندھا ہے جس کا نام "باب نسبۃ الیمن الی اسماعیل" ہے، ابن حجر تحقیق وکاوش کے بعد اسی نتیجہ پر پہونچے ہیں ھذا ھو الذی یترجح فی نقدی[۴] قاضی عیاض بھی اسی کی طرف مائل ہیں[۵]، اور سعید سمہودی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے (۶)

لیکن ان بزرگوں کی رایوں میں کچھ مبالغہ ہے، مذکورہ بالا حدیثوں میں صرف دو قبیلوں کی نسبت تصریح آئی ہے، اس لئے ہم کو یہیں پر توقف کرنا چاہئے، اصل یہ ہے کہ یمن میں کچھ قبیلے یقیناً اسماعیلی تھے،

---

۱ صحیح بخاری ص ۴۹۷ ج ۱ ۲ فتح الباری ۳۹۱ ج ۶ ۳ صحیح بخاری ص ۴۷۱ ج ۲ ۴ فتح الباری ص ۳۹۱ ج ۶
۵ عمدۃ القاری عرف عینی ص ۲۰۵ ج ۷، ۶ خلاصۃ الوفا ص ۱۸۰،

جو قحطانی مشہور ہوگئے تھے، لیکن اس سے تمام یمن اور خود قحطان کا اسماعیلی ہونا لازم نہیں آتا،

(۳) اشعار عرب میں سے دو شعر ہمارے پاس نہایت مستند ذریعہ سے پہونچے ہیں، جو حضرت حسان کے دادا منذر بن عمر کے ہیں وہ کہتا ہے[1]،

ورثنا من البهلول عمرو بن عامر — وحارثة الغطريف مجداً مؤثلا

مآثر من آل ابن بنت بن مالك — وبنت بن اسمعيل ما ان تحولا

انہیں شاعر نے اپنے تمام سربرآوردہ بزرگوں کے اس ترتیب سے نام لئے ہیں، عمرو بن عامر، حارثۃ الغطریف، بنت بن مالک اور پھر بنت بن اسماعیل،

اسی شعر کی ابو طاہر مقدسی نے جو نہایت قدیم مصنف ہے ایک روایت بھی نقل کی ہے اور وہ یہ ہے[2]

وقال المنذر بن حرام جد حسان	حسان بن ثابت کا دادا منذر بن حرام
ابن ثابت بن المنذر فی الجاهلية	جو خالص زمانہ جاہلیت میں تھا ان کا
الصماء يذكر نسبهم الى غسان	(اوس و خزرج کا) نسب غسان تک اور
ثم الى ثابت بن مالك ثم الى ثابت بن	غسان سے ثابت بن مالک تک اور ثابت مالک سے
اسماعيل بن ابراهيم	ثابت بن اسماعیل بن ابراہیم تک پہونچایا ہے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منذر اپنے کو غسان کا ہم نسب سمجھتا تھا اور ان کا سلسلہ قحطان کے بجائے ثابت بن اسماعیل تک پہونچاتا تھا، اب اگر اس کے ساتھ اتنا اور بڑھایا جائے کہ یہ شاعر شاہان غسان کا معاصر تھا اور یہ اشعار انہیں کے زمانہ میں لکھے گئے تو انصار اور آل غسان کے نسب کے متعلق اس سے موثق تر شہادت کوئی نہیں مل سکتی،

[1] فتح الباری ص ۹۳ ج ۷، [2] کتاب البدء والتاریخ لابی طاہر المقدسی المنسوب الی ابی زید البلخی ص ۱۲۲ و ۱۲۳ ج ۴،

(۴) اکتشافات اثریہ میں ہمیں حسب ذیل چیزوں سے بحث کرتا ہے،

(۱) نظام اجتماعی یا طرز بود و ماند، (۲) زبان (۳) مذہب (۴) نام (۵) قرابت (۶) شکل و صورت

(۱) **نظام اجتماعی:** سامی زبانوں میں عرب کے معنی صحرا اور بادیہ کے ہیں، اس بنا پر عرب درحقیقت وہ ہیں جو بدوی بھی ہوں، یہی وجہ ہے کہ فراعنہ، اشوریوں اور فینیقیوں کے زمانہ میں عرب صرف شمالی حصہ کا نام تھا جو نیل سے دریائے فرات تک پھیلا ہوا تھا[۱] اور یہ مسلّم ہے کہ یہاں قاطبۃ اسماعیلی عربوں کی آبادی تھی،

انصار کی تاریخ پر غور کرو تو معلوم ہوگا، کہ ان کی زندگی بھی مدت تک بدویانہ رہی ہے، چنانچہ نبابت بن اسماعیل کی وفات کے بعد یمن گئے ہیں، اور سنہ ۲ء تک یعنی تقریباً ڈھائی ہزار برس عرب کے مختلف حصوں میں مارے مارے پھرے ہیں، قدیم تاریخ کو چھوڑ کر اگر صرف مزیقیا، اور اس کی اولاد ہی کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ سے یثرب کے قیام تک ان لوگوں نے سیکڑوں مقامات کی خاک چھانی ہے، چنانچہ ان مقامات کے نام ہم نے انصار کی تاریخ میں لکھدئے ہیں، -

اس بدویت کے ساتھ انصار میں کسی قدر حضریت بھی پیدا ہو گئی تھی، یعنی وہ مدینہ آکر کاشت کرتے تھے، قلعے بناتے تھے، اور یہ ان کے قحطی ہونیکا اثر تھا، اور اپنی حفاظت کے لئے قلعے تیار کرتے تھے،

(۲) **زبان:** قحطانیوں اور اسماعیلیوں میں دوسرا فرق زبان کا ہے، قحطانیوں (یا اہل یمن) کی زبان حمیری تھی اور وہ حجاز کی زبانوں سے بہت مختلف تھی چنانچہ مورخ مسعودی نے اس کی صاف تصریح کی ہے،

وو جدن ثالغة ولد قحطان بخلاف لغة ولد نزار بن معد (مروج الذہب ۵۰ ج ۱) ہمدانی نے اسکو اور بھی مفصل بیان کیا ہے، مثلاً ایک یمنی قبیلہ حسب ؟ کی زبان کے متعلق لکھتے ہیں،

والحسب عربی یخلط حمیریة : اور حسب کی زبان حمیری ملی ہوئی عربی ہے

---

[۱] ہیرڈوٹس ص ۱۱۲،

حیوان کی نسبت

صنعاء وقسم حمیریۃ تتعرہ . فصیح ہیں لیکن حمیری بہت لوتے ہیں

اہل صنعا۔

فی اہلہا لقایا من العربیۃ المحضۃ و اس کے باشندوں میں کسی قدر خالص عربی اور

شئ من کلام حمیر کچھ حمیری باقی ہی

تبام، اتیان، مصانع، لحلی،

حمیریۃ محضۃ . : ان کی زبان خالص حمیری ہی

اس سے ثابت ہوتا ہی کہ حمیری، عربی زبان سے بالکل جداگانہ چیز ہے، اب اگر تم خود اس عربی زبان کو جو یمن میں رائج تھی، تو تم کو حجاز اور یمن کی زبانوں کا فرق صاف معلوم ہوگا، یہ سچ ہی کہ دونوں زبانوں کی اصل ایک ہی، لیکن ان میں اعراب، ضمیرین، اشتقاق اور تصریف میں جس قسم کا اختلاف موجود ہی، اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ان کے بولنے والوں میں اخلاق و عادات کے لحاظ سے کتنا فرق تھا،

جیسا کہ اوپر معلوم ہوا یمن کی عربی، حمیری زبان سے مخلوط تھی، اور اکثر مقامات میں غیر فصیح بھی تھی، بخلاف اس کے تم جس قدر شمال کی طرف بڑھو گے زبان زیادہ صاف اور شستہ ملیگی یہاں تک کہ حجاز پہونچکر نظر آئیگا،

کذلک الحجاز فنجد السفلی فالی حجاز، نجد اسفل، حدود شام، دیار مصر

الشام والی دیار مضر و دیار ربیعۃ اور دیار ربیعہ فصاحت کے معدن ہیں

فیہا الفصاحۃ

یمن اور حجاز کی عربی میں جس قسم کے اختلافات تھے، ان کو مختصر طور پر علامہ ہمدانی نے صفۃ جزیرۃ العرب میں بیان کیا ہی، اور ہم طوالت کے خیال سے اسکو قلم انداز کرتے ہین،

ایضاً ص ۱۳۴ تا

زبان کے اختلافات کے ساتھ، حجاز و یمن کے رسم خط میں بھی اختلاف ہے، اہل یمن کا خط مسند تھا، بخلاف اس کے اہل حجاز کا نبطی، اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے،

(۳) **مذہب**: حجاز اور یمن کے باشندوں میں بڑا فرق طریق عبادت اور بتوں کے ناموں کا ہے، اہل یمن یا بنو قحطان کے بت اہل بابل کے بتوں سے مشابہ تھے، مثلاً اُن کے نام یہ تھے، عشتار، ایل، بعل، سیرہ،

بخلاف اس کے اسماعیلیوں کے بت اُن سے بالکل علیحدہ تھے، چنانچہ ان کے نام یہ ہیں، لات، مناۃ، عزے، ہبل، وغیرہ، بطیوں کے جن بتوں کا کتبات میں ذکر آیا ہے وہ یہ ہیں، ذوالشری، حراشہ، لات، عمد، منوت یا منوتو (مناۃ)، تیس یا قیشہ[1]،

اب انصار اور قریش کے بتوں کا ان بتوں سے مقابلہ کرو، تو صاف معلوم ہوگا کہ ان کے اور نبطیوں کے بت بالکل ایک تھے، چنانچہ ہم نے اوپر جو نام لکھے ہیں اُن میں ذوالشری قبیلہ دوس کا[2]، لات ثقیف کا[3] اور مناۃ، انصار اور غسان کا بُت تھا[4]،

ہم اس سے بےخبر نہیں ہیں کہ اسماعیلیوں میں بھی بعض قبیلے بابلیوں کے بُت پوجتے تھے، مثلاً قبیلۂ ہذیل اور کلب بن وبرہ (قضاعہ) سواع اور ود کی پرستش کرتے تھے[5]، لیکن یہ بالکل جزئی واقعات ہیں جن سے ہمارے کلیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا،

اہل حجاز اور اہل یمن کے ہاں طریق عبادت اس قدر مختلف ہیں کہ اسماعیلیوں میں رواج بُت پرستی کے بعد بھی مذہب حنیف کی کچھ نہ کچھ یادگاریں باقی تھیں، مثلاً حج کعبہ، چنانچہ انصار کے متعلق متعدد مذکور ہے کہ وہ حج کرتے تھے[6] بخلاف اس کے اہل یمن کی نسبت اس کے مخالف شہادتیں ملتی ہیں، چنانچہ جب ابرہۃ الاشرم نے حج روکنے کے لئے کعبہ پر حملہ کیا ہے تو اُن کے ساتھ یمنیوں کی ایک جماعت تھی جس کا سرغنہ حناطہ حمیری تھا[7]، اور حود

---

(۱) Cooke ص ۲۲۰ و ۲۲۱، (۲) قاموس ص ۹۱۹ ج ۲، (۳) سیرت ابن ہشام ص ۵ ج ۱، (۴) صحیح بخاری ص ۲۲۳ ج ۱، طبقات ابن سعد ص ۶۶ ج ۱ قسم ۱، (۵) سیرت ابن ہشام ص ۴۰ ج ۱، (۶) صحیح بخاری ص ۲۲۳ ج ۱، (۷) سیرت ابن ہشام ص ۳۲،

بادشاہ حمیر بھی اُس کے ساتھ آیا تھا[1]، اگر انصار بمانی النسل تھے تو اُن کو قدرتاً ابرہہ کے حملہ سے خوش ہونا چاہئے تھا، کیونکہ کعبہ کے بجائے یمن میں ایک دوسرا کعبہ بنایا گیا تھا، اور ابرہہ اسکی طرف تمام عرب کو بجبر مائل کرنا چاہتا تھا، لیکن واقعات شاہد ہیں کہ انصار کو مسرت نہیں، بلکہ جلد درجہ غم ہوا، او رجس طرح قریش نے اُس حملہ کی نسبت نہایت پُردرد اشعار لکھے، انصار نے بھی لکھے، چنانچہ اُن کے ایک شاعر ابوقیس صیفی بن اسلت نے متعدد قصیدوں میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے[2]،

ابراہیمی مذہب کی ایک یادگار ختنہ ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھ سے ختنہ کیا تھا[3]، انصار کے مورثوں میں ایک شخص کا نام تیم اللات ہے، اُس کے نسبت ایک روایت ہے کہ اس نے بھی اپنے ہاتھ سے ختنہ کیا تھا، اور اسی وجہ سے نجار مشہور ہوا[4]، اس کے ماسوا انصار نے مسلمان ہونے کے بعد اسلام کے تمام اوامر و نواہی پر عمل کیا ہے، لیکن یہ کہیں مذکور نہیں کہ ان لوگوں نے مسلمان کبھی ختنہ بھی کیا تھا۔

(۴) نام: ہر قوم کے ناموں میں کچھ نہ کچھ خصوصیت اور امتیاز پایا جاتا ہے، قحطانی اور اسماعیلی قوموں کے ناموں میں بھی صریح تفاوت موجود ہے، قحطانیوں کے نام حموریوں یا بابلیوں سے ملتے تھے، جیسے ابیذرع، السمیع، شرحبیل، معدی کرب، ابوکرب، علہان، الیشرح، کرب ایل، ذمر علی، وہب ایل، یاسر النعم، شمر یرعش، بخلاف اُس کے اسماعیلیوں کے نام اُن سے بالکل الگ ہوتے تھے، مثلاً اسد، نمر، ثعلبہ، کلب، بکر، صخر، ثعبان، جبل وغیرہ، اِس اختلاف کی ایک وجہ یہ تھی کہ قحطانی مدت سے صاحب حکومت تھے، اور انھوں نے مال و دولت کے آغوش میں پرورش پائی تھی اس لئے اُن کے ناموں میں تمدن کی جھلک نظر آتی تھی، بخلاف اُس کے اسماعیلی ازل سے بدو تھے، اس لئے حالات گردوپیش کے اثر سے کتا، بھیڑیا، شیر، چیتا، پہاڑ، پتھر وغیرہ نام رکھتے تھے کیونکہ یہی چیزیں ہر وقت انکی نگاہ کے سامنے رہتی تھیں، انصار،

[1] طبری ص ۹۴۴ ۔ [2] سیرۃ ابن ہشام ص ۳۲ ج ۱، [3] صحیح بخاری ص ۴۷۳ ج ۱، [4] عمدۃ القاری عینی ص ۹ ج ۲

قریش اور نبطیون کے نامون مین یہ فرق صاف معلوم ہوگا مثلاً،

قریش کے نام یہ ہین، فہر، کنانہ، نزار، اسد، زہرہ، عدی، کعب، سعد، عمرو، عثمان، حرب، خالد،

نبطیون کے نام یہ ہین، حارث، عبادہ، مالک، جمیلہ،

انصار کے نام یہ ہین، غضب، خزرج، اوس، خالد، زید، کلیب، ثعلبہ، غنم، عبادہ، عمرو، عامر، حارثہ،

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انصار اور قریش کے نام، قحطانیون کی بہ نسبت نبطیون سے زیادہ ملتے ہین،

(۵) قرابت: یہ مسلم ہی کہ عرب مین خاندان اور کفو کا بڑا لحاظ کیا جاتا تھا، انصار کے اسمٰعیلی ہونیکا یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ ان کی قرابتیں مکہ مین اور خاص قریش مین ہوتی تھیں، چنانچہ اس کو ہم کسی قدر تفصیل سے لکھنا چاہتے ہین،

انصار کے مورثین مین ایک شخص کا نام ازد ہی جس کی نسبت حسان کہتے ہین [۱]،

اما سألت فانا معشر نجب ۔ الازد نسبتنا والماء غسان

قریش کی اس کی اولاد سے قرابتین نہایت قدیم زمانہ سے چلی آتی ہین، چنانچہ کنانہ بن خزیمہ کی شادی ہالہ بنت سوید سے ہوئی تھی جو حارثۃ الغطریف کی حقیقی پوتی تھی [۲]،

کنانہ کے بعد غالب بن فہر نے قبیلہ خزاعہ مین شادی کی [۳]، اور خزاعہ کی نسبت مشہور ہی کہ وہ عمرو مزیقیاء کی اولاد تھا [۴]،

مرۃ بن کعب نے جو غالب کی نسل سے تھا، ام تیم بنت سریر سے نکاح کیا جو بارق کے خاندان سے تھی

[۱] سیرت ابن ہشام ص ۸ ج ۱، [۲] تاریخ یعقوبی ص ۲۴۹ ج ۱، [۳] سیرت ابن ہشام ص ۵۶ ج ۱، [۴] یعقوبی ص ۲۳۰ ج ۱ –

اور یارق متفقا نزیقیا کی نسل تسلیم کیا جاتا تھا،[1]

قصی بن کلاب نے بھی خزاعہ میں نکاح کیا تھا جن سے عبد مناف پیدا ہوئے[2]

ہاشم بن عبد مناف نے سلمی بنت عمرو سے شادی کی جو خاندان بنو نجار سے تھیں، عبد المطلب جو آنحضرت[3] کے جد بزرگوار تھے، انھیں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے،

عرفت شیبۃ والنجار قد جعلت اسناء ها حوله بالنبل منتصل

ہاشم نے ثعلبہ بن خزرج میں بھی ایک شادی کی تھی، اور ابو صیفی انھیں سے پیدا ہوئے تھے،[4]

عبد المطلب نے قبیلۂ خزاعہ میں دو شادیاں کی تھیں، جن سے ابو لہب اور حجل پیدا ہوئے تھے،

عبد المطلب کے بیٹوں میں مقوم اور حضرت حمزہؓ کا نکاح مدینہ میں ہوا، چنانچہ مقوم کی بیوی، مالک بن نجار کے خاندان سے تھیں جو حضرت حمزہ کی دو شادیاں ہوئیں اور دونوں انصار میں ہوئیں، ایک بیوی بنو نجار سے تھیں اور دوسری قبیلۂ اوس سے، جو بنو نجار سے تھیں ان کا نام خولہ بنت قیس تھا،[5]

ان لوگوں کے علاوہ انصار کے متعدد اشخاص نے بھی قریش میں نکاح کئے تھے چنانچہ اُن میں سے بعض کے نام یہ ہیں

انیس بن قتادہ، عمرو بن عوف کے خاندان سے تھے، ان کی شادی خنساء بنت وہب سے ہوئی، جو بنو اسد (خزیمہ بن مدرکہ کی اولاد) سے تھیں[6]

ابو قیس بن اسلت قبیلۂ اوس سے تھے، ارنب بنت اسد سے جو قصی بن کلاب کے خاندان سے تھیں شادی کی، ارنب، حضرت خدیجہؓ کی پھوپھی اور حضرت زبیرؓ بن عوام کی دادی ہوتی تھیں[7]

خیر یہ تو زمانۂ جاہلیت کا تذکرہ تھا اسلام کے زمانہ میں مہاجرین سے مدینہ اگرچہ قرابتیں کیں وہ ان کے الگ ہیں، مہاجرین مکہ سے عموماً یکہ و تنہا آئے تھے کیونکہ ان میں سے بہتوں کی بیویاں یا تو علانیہ اسلام سے

[1] سیرت ابن ہشام ص ۶ ج ۱، [2] طبری ص ۹۱ ج ۲ [3] سیرت ابن ہشام ص ۶۲ ج ۱، [4] یعقوبی ص ۲۹۱ ج ۱

[5] زرقانی ص ۱۰۵ ج ۳، [6] سعد ص ۱۴۱ ج ۶، [7] اسد الغابہ ص ۱۴۴ ج ۵، [8] سیرت ابن ہشام ص ۱۴۸ ج ۲

منحرف تھیں اور یا ہجرت کرنے میں اُن کے خاندان مزاحم تھے، اِس بنا پر مدینہ آکر مہاجرین نے انصار میں شادیاں شروع کیں چنانچہ مسند احمد میں ہے[۵۱]

لما قدم المهاجرون المدينة على الانصار تزوجوا من نسائهم

یعنی جب مہاجرین مدینہ آئے تو انصار کی عورتوں سے شادیاں کیں

چونکہ مہاجرین عموماً قریشی تھے اور قریش سے انصار کی قدیم قرابتیں چلی آتی تھیں، اس لئے انصار کو ان قرابت کرنے میں کیا تامل ہو سکتا تھا؟ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت طلحہؓ نے انصار کے مختلف خاندانوں میں شادیاں کیں، عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے دو نکاح کئے جن میں سے ایک کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے[۵۲] البتہ آنحضرتؐ نے انصار میں کوئی شادی نہیں کی، لیکن اس طرف سے نہ صرف انصار بلکہ خود بنو ہاشم بھی محروم ہے چنانچہ علامہ ابن اثیر نے تصریح کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ام حبیب (حضرت عباس کی صاحبزادی) کو دیکھا تو فرمایا کہ اگر یہ میری زندگی میں جوان ہو گئی تو اس سے نکاح کرونگا لیکن پھر آنحضرتؐ خود ہی انتقال فرما گئے[۵۳] انصار کے متعلق بھی اسی قسم کی ایک روایت ہے، کہ جبیبہ بنت سہل سے آپ نکاح کرنا چاہتے تھے، لیکن جب انصار کی غیرت کا خیال آیا تو یہ خیال چھوڑ دیا،[۵۴]

(۶) **شکل و صورت**: انصار شکل و شباہت میں بھی اسماعیلیوں سے مشابہ تھے، اُن کا عام حلیہ یہ تھا کہ وہ خوبصورت، سڈول، گورے یا گندمی، میانہ قد اور درخشاں منظر ہوتے تھے، چنانچہ قرآن مجید میں منافقین کے متعلق ہے،

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ

(منافقون)

اور تم جب ان کو دیکھتے ہو تو اُن کے جسم تم کو بھلے معلوم ہوتے ہیں،

اُس آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری میں لکھا ہے[۵۵]

---

[۵۱] مسند ص ۲۸۱ ج ۶، [۵۲] صحیح بخاری ص ۵۹۷ ج ۲، [۵۳] اسد الغابہ ص ۲ ۱۵ ج ۵، [۵۴] طبقات ابن سعد [۵۵] صحیح بخاری ص ۷۲۸ ج ۲،

كانوا رجالاً اجمل شئ — یعنی وہ نہایت خوب صورت لوگ تھے،

یہ ظاہر ہے کہ منافقین انصار ہی کے قبیلون سے تھے، چنانچہ عبداللہ ابن ابی جو راس المنافقین تھا اور جس کی نسبت یہ آیت نازل ہوئی تھی خود انصار کے ایک قبیلہ کا سردار تھا، اُس کے ماسوا انصار مین بہت سے بزرگون کے حلیے ہم اُن کے حالات میں لکھیں گے، اُن کو پڑھ کر ایک مرتبہ قریش کے جلوون پر نظر ڈالو تو صاف معلوم ہوگا کہ دونون قومون کی شکل و شباہت مین کچھ فرق نہیں، بخلاف اس کے قحطانی چونکہ یمن مین رہتے تھے اس لئے اُن کا رنگ سیاہ اور قد نہایت دراز ہوتا تھا چنانچہ عاد کے قد و قامت کی درازی کا خود قرآن مجید مین ذکر آیا ہے،

بہرحال انصار کے نسب نامہ کے متعلق ہماری جو رائے تھی، اُس کو ہم نے نہایت تفصیل کے ساتھ لکھ دیا ہے، مقدمین کے اقوال بھی نقل کر دئے ہیں اور اب ناظرین کو موقع ہے کہ ان راوین میں سے کسی ایک کو ترجیح دے لین،

انصار کی تاریخ

مورخین عرب کا بیان

چونکہ عرب کے مورخین، انصار کو قحطان کی اولاد سمجھتے ہیں اس لئے وہ اِن کی تاریخ قحطان کے عہد سے شروع کرتے ہین، قحطان کی اولاد مین عبد شمس نامی ایک شخص تھا جو سبا کے لقب سے مشہور ہے اور یمن کی سبائی سلطنت کا بانی سمجھا جاتا ہے، اُس کے دو بیٹے تھے، حمیر اور کہلان، اُس نے اپنی وفات کے وقت دونون بیٹون، خاندان شاہی اور عمائدین سلطنت کو طلب کیا اور وصیت کی کہ حمیر کو جو میرا بڑا لڑکا ہے، سلطنت کا دایان قطعہ، اور کہلان کو بایان قطعہ دینا، چونکہ داہنے ہاتھ کے لئے تلوار، کوڑے، اور قلم کی ضرورت ہوتی ہے اور بائیں کے لئے عنان، ڈھال، اور کمان کی، اس لئے سب نے طے کیا کہ بادشاہ حمیر کو بنایا جائے

اور کھلان صرف سلطنت کا محافظ رہے گا، چنانچہ حمیر کو یمن کا بادشاہ بنا دیا گیا اور اس کے بعد اس کی اولاد
نسلاً بعد نسلٍ مسند حکومت پر متمکن ہوتی رہی، کھلان اور اُس کی اولاد سلطنت کے استحکام، محافظت اور مدافعت کے
کام انجام دیتی تھی، الحارث، الرائش کے زمانہ میں عامر بن حارثہ جو ماء السماء کے لقب سے مشہور ہے اور اس کے
بعد اُس کا بیٹا عمرو مزیقیا بھی یہی خدمت انجام دیتے رہے، عمرو کی بیوی نے جس کا نام طریفہ بنت حبر تھا اور
کاہنہ تھی ایک روز یہ خواب دیکھا کہ یمن کو ایک سیاہ بادل محیط ہو گیا ہے، بجلی نے چمک چمک کر تمام یمن
میں زلزلہ ڈال دیا ہے، اور جہاں گرتی ہے وہ مقام ایک تودۂ خاکستر ہو جاتا ہے، گھبرا کر اُٹھی تو عمرو سے یہ خواب
بیان کیا اور کہا اب خیر نہیں، عمرو نے کہا پھر کیا کرنا چاہیئے، بولی کہ یمن کو جلدی چھوڑ کر کسی طرف نکل جانا چاہیئے
ورنہ دیوار (عرم) ٹوٹنے والی ہے جس سے تمام یمن غرقاب ہو جائیگا،

عمرو کے پاس ساز و سامان، مال و دولت اور خیل و حشم کی وہ فراوانی تھی کہ دفعتہً کوچ نہیں
کر سکتا تھا، اس کے علاوہ لوگوں سے کیا کہتا، اس لئے اُس نے ایک تدبیر سوچی اور اپنے بڑے لڑکے
ثعلبہ سے کہا کہ میں تم کو ازدیوں کے سامنے کوئی حکم دوں گا، تم اس کی تعمیل سے انکار کرنا، اور جب تنبیہ کروں
تو ایک تھپڑ مارنا، ثعلبہ نے کہا "یہ گستاخی کیوں کر ممکن ہے"، بولا کہ "مصلحت اسی میں ہے" غرض تمام سرداران
کو ایک نہایت پُرتکلف دعوت دی، جب سب جمع ہو گئے تو ثعلبہ کو کسی کام کا حکم دیا، اُس نے انکار کیا تو
عمرو نے نیزہ اُٹھایا، ثعلبہ نے فوراً ایک تھپڑ کھینچ مارا، عمرو بولا "ہائے افسوس! یہ ذلت!"، اتنا سننا تھا کہ
ثعلبہ کے بھائی اُس کے قتل پر کمربستہ ہو گئے، عمرو نے روکا اور کہا اس کو چھوڑ دو، میں اپنی جائداد فروخت کر کے
کہیں نکلا جاتا ہوں اور اُس کو اس گستاخی کے عوض ایک حبہ بھی نہ دونگا، غرض اس بہانہ سے
عمرو نے اپنی تمام جائداد نہایت اچھے داموں فروخت کی اور اپنے بیٹوں، پوتوں، اور کنبہ والوں کو لیکر
یمن سے نکل کھڑا ہوا، اس کے بعد یمن میں عام تباہی آئی اور سد عرم ٹوٹ گئی،

عمرو نے مارب سے نکلکر بلاد عک میں پناہ لی اور اپنے تین بیٹوں یعنی حارث، مالک، اور حارثہ

کو آگے روانہ کیا، یہ لوگ ابھی واپس بھی نہ ہوئے تھے کہ عمرو نے وفات پائی، اور ثعلبۃ العنقاء اس کا بڑا بیٹا جانشین ہوا، اس کے بعد ان لوگوں نے عک سے بھی کوچ کیا اور عرب کے مختلف حصوں میں پھیل گئے، چنانچہ خزاعہ، حجاز (مکہ) میں، غسان، شام میں، اور اوس وخزرج، یثرب میں مقیم ہوئے[۵۱] اور اس طرح سبا، اولی کا خاتمہ ہو گیا، عرب میں یہ مثل "تفرقوا ایدی سبا" اسی وقت سے مستعمل ہوئی،

یہ روایت اگرچہ تمام تر خرافات کا مجموعہ ہے لیکن اس میں اصولی حیثیت سے جو غلطیاں ہیں انکا ظاہر کرنا نہایت ضروری ہے،

(۱) مزیقیاء نے محض ایک کاہنہ کے کہنے سے یمن کو خیرباد کہا اور چاروں طرف مارا مارا پھرا، یہ اس درجہ لغو ہے کہ اس سے زیادہ دنیا میں کوئی چیز لغو نہیں ہو سکتی، اور اگر ہمارے مورخین کی یہ روایت صحیح ہے کہ "عمران بن عامر اور اس کا بھائی عمرو (مزیقیاء) یمن کے بادشاہ تھے، اور عمران کے زمانہ میں سلطنت حمیر سے کہلان میں منتقل ہو گئی تھی[۵۲] تو اس لغویت کی کیا انتہا رہ جاتی ہے،

(۲) بند، مارب میں تھا، اس لئے اس کے ٹوٹنے سے تمام یمن تباہ نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہوا، اس لئے مزیقیاء کو مارب چھوڑنے کی ضرورت تھی نہ کہ تمام یمن کی،

(۳) یہ بند، مزیقیاء کے بعد بھی کئی بار ٹوٹا ہے، چنانچہ ابرہہ کے زمانہ میں بھی ۵۴۲ء (۶۵۷ حمیری) میں ٹوٹ گیا تھا لیکن اس کی مرمت کرا دی گئی اور جیسا کہ ابرہہ نے کتبہ میں ظاہر کیا ہے، اس کی تعمیر میں ۱۱ ماہ، اٹھاون دن صرف ہوئے تھے،[۵۳] عمرو مزیقیاء جو عرب مورخین کے نزدیک بڑے سطوت وجبروت کا بادشاہ گذرا ہے کیا اس کی تعمیر سے عاجز تھا؟

(۴) سب سے اخیر یہ کہ سبا، اولی کی تباہی سیلاب کی وجہ سے نہیں ہوئی، اس کی وجہ سے مارب کے صرف وہ باغ ویران ہوئے جو اس کے دائیں اور بائیں واقع تھے، اور جن کو قرآن مجید نے "جنتین" کے

---

۵۱ العقود اللؤلؤیۃ ص ۱ تا ۱۲ ج ۱، ۵۲ ابن اثیر ص ۲۹۴ ج ۱، ۵۳ تاریخ ابوالفداء ص ۶۷ ج ۱، ۵۴ [illegible]

نام سے یاد کیا ہے، سبا کی بربادی کا اصلی راز، حبش پر اکسومی خاندان کا تسلط، شمالی عرب میں اسماعیلیون کا خروج، اور یمن میں حمیر کا ظہور تھا جس کی وجہ سے ان کی نوآبادیاں نکل گئین، تجارت مسدود ہوگئی، اور قوت و شوکت کا شیرازہ بکھر گیا،

ہمارا خیال

ہم انصار کو نابط کی اولاد بتلا چکے ہین، اس لئے ہم کو ان کی تاریخ نابط کے عہد سے شروع کرنا چاہئے،

نابط نابط (نابت، یا نبت، عبرانی مین نبایوت נביות ہے، توراۃ مین ان کا نام حضرت اسماعیل کے بیٹون کے سلسلہ مین آیا ہے، اور لکھا ہے کہ یہ ان کے سب سے بڑے بیٹے تھے[1]، مورخین عرب نے بھی انکا نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے، علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہین[2]،

من نابت وقیدار نشر اللہ العرب ۔	یعنی خدا نے عرب کو نابت اور قیدار سے پھیلایا

ابن ہشام نے اپنی سیرت مین لکھا ہے[3]

ولی البیت بعد اسمعیل ابنہ نابت.	یعنی حضرت اسمعیل کے بعد کعبہ کی تولیت ان کے بیٹے نابت کو پہونچی،

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نابت، مکہ مین رہتے تھے، اور خانہ کعبہ جس کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے تعمیر کیا تھا، ان کی تولیت مین تھا، اس کے علاوہ ان کے حالات کچھ معلوم نہیں، اور معلوم کیونکر ہون، اس زمانہ تک اسماعیلی عربون نے کوئی تمدن پیدا نہیں کیا تھا، بلکہ محض بدویانہ حیثیت سے رہتے تھے،

نابط کی اولاد چونکہ مکہ کی سرزمین بالکل بے آب وگیاہ تھی، اسلئے نابت کی وفات کے بعد ان کی اور

---

[1] سفر تکوین ۲۵-۱۳، [2] تاریخ طبری ص ۳۵۰ ج ۱، [3] سیرت ابن ہشام ص ۶۰ ج ۱،

اُن کے بھائیون کی اولاد عرب کے مختلف حصّون مین جاکر آباد ہوگئی[1]، چنانچہ دوماہ، دومتہ الجندل مین، تیما، نجد مین، نافیش، وادی القریٰ مین، مسا، حدر (حدد)، قیدماہ، یمن مین، اور نابت کی اولاد عرب کے شمالی مغربی حصّہ مین مقیم ہوئی، لیکن قیدار بن اسماعیل اب تک مکّہ ہی مین تھے،[2] لیکن جب مضاض جرہمی نے خانہ کعبہ پر قبضہ کرلیا،[3] تو انھون نے بھی مکہ کی سکونت ترک کی، اور کاظمہ، غمر ذی کندہ، اور نشمین وغیرہ مین جابسے، اور اِس طرح حضرت موسیٰ کے اُس بیان کی تصدیق کی جس مین انھون نے آل اسماعیلؑ کی آبادی کی نسبت فرمایا ہے، کہ "وہ حویلاہ (یمن) سے شور، (شام) تک آباد ہوئے"،[4]

انباط

اوپر گذر چکا ہے کہ نابت کی اولاد حجاز کے شمالی حصّہ مین مقیم ہوئی تھی، چنانچہ یہان انھون نے ایک زمانہ کے بعد حضرت مسیحؑ سے چار سو برس پہلے ایک حکومت قائم کی جو تاریخ مین دولۃ الانباط کے نام سے مشہور ہے، اِس حکومت کا پایۂ تخت حجر (پٹرا) تھا جس کو یہودی "سلاع" کہتے ہیں۔ سکندرِ اعظم کے زمانہ مین یہ حکومت اِس درجہ قوی تھی، کہ جب اُس نے ایران و مصر پر فوج کشی کی تو اسکی فوجین بھی رومی فوجون کے پہلو بہ پہلو لڑ رہی تھیں، انٹیگون (Antigon) جانشین سکندر نے ۳۱۲ ق م مین اُس پر حملہ کیا لیکن شکست کھائی، اِس کے بعد ڈیمیتریوس نے پٹرا کا محاصرہ کیا اور ناکام واپس ہوا،[5]

سنہ ۲۳ ق م مین نبطی حکومت نہایت پُرزور ہوگئی اور سبا کا اثر شمال سے اُکھاڑ دیا،[6] سنہ ۶۲ ق م مین حارث تخت نشین ہوا جو اُس حکومت کا سب سے بڑا بادشاہ گذرا ہے، اُس کے عہد مین اُس حکومت کے حدود جنوب میں وادی القریٰ تک، شرق میں حدودِ عراق تک، اور مغرب مین جزیرہ نمائے سینا تک تھے، اسطرابواس (STRABO) نے نبطیون کا ملک اس سے بھی وسیع بتایا ہے، اور رسائل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم اپنے زمانہ مین نہایت مشہور اور زبردست تھی،[7]

---

[1] یعقوبی ص ۲۵۳ ج ۱، [2] الاخبار الطوال ص ۱۱، [3] طبری ص ۱۱۳۱ ج ۳، [4] تکوین ۲۵-۱۸،
[5] SHARPE I 274 [6] ENCYCL S BRET VOL II P 264 [7] اشعیا ۶-۷،

غرض دوسری صدی عیسوی کے اوائل تک نبطیون نے نہایت زور شور کے ساتھ حکومت کی، یہان تک کہ ۱۰۶ء میں ٹراگان شاہنشاہ روم نے ایک کثیر لشکر بھیجکر ان کو بالکل برباد کردیا، وسبحان من یرث الارض ومن علیہا!

ازد

انباط کی طرح آل نابت کی ایک شاخ اور بھی ہے، جو کسی نامعلوم زمانہ مین یمن جا کر آباد ہوئی، ہماری مراد اس سے قبیلۂ ازد[1] یا اسد[2] ہے، جو بنت بن مالک کی اولاد مین تھا، چنانچہ حضرت حسانؓ کہتے ہیں

اما سألت فانا معشر نجب | الازد نسبتنا والماء غسان[3]
ونحن بنو الغوث بن نبت بن مالك | ابن زید بن کهلان واهل المفاخر[4]
من تلك عنا معشر الاسد سائلا | فنحن بنو الغوث بن زید بن مالك[5]

اوپر گذر چکا ہے کہ اسماعیلیون کے چند خاندان، یمن میں مقیم ہوئے تھے، غالبًا اسی زمانہ مین یا اس کے بعد یہ لوگ بھی یمن گئے ہون گے، چنانچہ ان کی اقامت کا سب سے پہلے مارب میں پتہ چلتا ہے، جب یہ خاندان وسیع ہوا تو قحط سالی یا دوسرے اسباب کی بناء پر مارب کو چھوڑنے کی ضرورت لاحق ہوئی، اس زمانہ مین جس خاندان[6] کا رئیس عمرو بن عامر تھا، جو تاریخ عرب مین مزیقیاء کے لقب سے مشہور ہے، اور جو تمام انصار و غسان کا مورث اعلیٰ ہے، چنانچہ اوس بن حارثہ پدر قبیلۂ اوس کہتا ہے[7]

تقربهم من آل عمرو بن عامر | عیون لدی الداعی الی طلب الوتر

حضرت حسانؓ فرماتے ہیں،

ارونی سعودا کالسعود التی سمت | بملة من اولاد عمرو بن عامر[8]
الم تر ان اولاد عمرو بن عامر | لنا شرف یعلو علی کل مرتقی[9]
ثعلبة والقمقام عمرو بن عامر | واولاد ماء المزن وابنی محرق

---

[1] التنبیہ والاشراف ص ۳۴۲، [2] انساب سمعانی ص ۱۶، [3] سیرت ابن ہشام ص ۸ ج ۱، [4] یعقوبی ص ۲۰۳ ج ۱
[5] دیوان حسان ص ۷۷، [6] خلاصة الوفا ص ۸۳، [7] اصابہ ص ۶ ج ۲، [8] دیوان حسان ص ۱۱، [9] ۷۵،

حضرت اوس بن صامت کا شعر ہے[1]

ابا ابن مزیقیا عمرو وجدی   ابوہ عامر ماء السماء

انصار کی تاریخ اسی کے زمانہ سے روشنی میں آئی ہے، چنانچہ اس کے اور اس کی اولاد کے مقامات سفر نہایت تفصیل سے کتابوں میں قلمبند ہیں، اور ہم انھیں کی مدد سے انصار کی تاریخ مرتب کرنا چاہتے ہیں[2]

عمرو نے اولاً مالک بن یمان اور قبیلۂ ازد کو لیکر مارب سے کوچ کیا، نواح خولان، سرزمین عنس اور اشعر میں قیام کرتے ہوئے ازال اور ہمدان میں مقیم ہوئے، چونکہ آدمیوں کا ایک جم غفیر ساتھ تھا، اور اونٹ، گھوڑے، گائے، بکریاں بھی بہ افراط تھیں، اس لئے ان کو شاداب مقاموں کی تلاش رہتی تھی، اور ان کے آدمی اس مقصد کے لئے عرب کے مختلف حصوں میں گشت لگاتے تھے، جب پانی اور سبزی کا ذخیرہ ختم ہو جاتا اور کسی دوسرے مقام کی اطلاع ملتی تو وہاں روانہ ہو جاتے اور اس جگہ کو چھوڑ دیتے تھے، ہمدانی لکھتے ہیں[3]

فاقلوا لا یمرون بماء الا انزفوه   یہ لوگ جہاں جاتے تھے پانی کو صاف کر دیتے

ولا بکلاء الا اسحقوه ... .   تھے اور گھاس کو چرا دیتے تھے۔

غرض کچھ زمانہ تک ازال اور ہمدان میں ٹھہرنے کے بعد جب پہاڑوں پر چڑھنے کی نوبت پیدا ہوگئی، تو سہام اور رمع کی سمت سے پہاڑوں پر چڑھ کر وادی ذوال میں اترے اور قبیلۂ عاق کو شکست دی[4] اس کے بعد یہاں سے نکلکر تہامہ یا عرب کے اس حصہ میں قیام کیا جہاں قبیلۂ عک کی آبادی تھی، یہ ایک تالاب تھا جس کا نام غسان تھا، قبیلۂ عک جو ایک اسماعیلی قبیلہ تھا یمن آکر آباد ہوا تھا، چنانچہ عباس بن مرداس عدنانی کہتا ہے[5]

وعک بن عدنان الذین تلعبوا   بغسان حتی طردوا کل مطرد

عمرو بن عامر کے غسان پر مقیم ہونے کی شہادت حضرت حسان کے ایک شعر سے بھی ملتی ہے، وہ فرماتے ہیں[6]

اما سألت فانا معشر نجب   الازد نسبتنا والماء غسان

---

[1] استیعاب ص ۳۷ ج ۱، [2] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۰۷، [3] الیضاً ص ۲۰۹، [4] عقد الفرید ص ۲ ج ۲، [5] سیرت ابن ہشام ص ۷ ج ۱، [6] خلاصۃ الوفا ص ۸۲

لیکن اِس کے قیام کا زمانہ مؤرخینِ عرب متعین نہیں کرتے، البتہ یونانی مؤرخین تعین کرتے ہیں، چنانچہ بطلیموس نے ۲ عیسوی کے اواسط میں قبیلۂ غسان کا تذکرہ لیا ہے[1]، اور یہ معلوم ہے کہ غسان اور مزیقیاء کوئی جداگانہ چیز نہیں[2]

معارف ابن قتیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو نے اولادِ عک سے کسی قدر دُور سکونت اختیار کی تھی لیکن جب وباء پھیلی اور عمرو نے انتقال کیا تو ثعلبہ بن عمرو نے جو عنقاء کے لقب سے مشہور ہے، عک کے رئیس شملقہ بن الجباب کے پاس کہلا بھیجا کہ ہمارے ہاں کی آب و ہوا خراب ہو گئی ہے، اُس لئے ہم تمھارے پاس آنا چاہتے ہیں، اور چند روز ٹھہر کر کہیں اور چلے جائیں گے، لیکن عک نے اس کو نامنظور کیا اور دونوں قبیلوں میں ایک خونریز جنگ چھڑ گئی، جس میں عک نے شکست کھائی، اور شملقہ مارا گیا، اب ثعلبہ کو غسان میں رہنے کا موقع تھا، لیکن جیسا کہ علامۂ ہمدانی نے لکھا ہے[3]، عک کا تمام خاندان ان لوگون کا دُشمن ہو گیا تھا، اِس کے علاوہ جذع بن سنان جو خود ثعلبہ کا سپہ سالار تھا، سخت چالاک اور مکار واقع ہوا تھا، اُس کی چالبازیون نے ثعلبہ کو اور بھی تکلیفیں پہونچائیں جن کی وجہ سے وہ غسان سے کوچ کرنے پر بالکل آمادہ ہو گیا[4]،

ثعلبۃ العنقاء، عمرو مزیقیاء کا سب سے بڑا لڑکا اور اوس و خزرج کا جدِ اعلیٰ ہے حضرت حسان اس کی نسبت فرماتے ہیں[5]،

ولدنا بنی العنقاء و ابنی محرق　　فأکرم بنا خالا و أکرم بذا ابن ما

اُس نے بلادِ عک سے نکلکر نجران[6] میں اقامت کی اور یہان قبیلۂ مذحج سے جنگ ہوئی[7]، اس کے بعد حجاز کا قصد کیا اور چلتے پھرتے مکہ کے قریب آکر فروکش ہوا، مکہ میں قبیلۂ جرہم آباد تھا، اس لئے ثعلبہ نے اُس سے سکونت کی اجازت طلب کی، اور کہلا بھیجا کہ ہم جہان گئے وہان ہمارا نہایت تپاک سے خیر مقدم

---

[1] SPRINGER 42, 52 ح [2] خلاصۃ الوفاص ۸۳، [3] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۶۹، [4] کتاب المعارف ابن قتیبہ
[5] دیوان حسان ص ۹۷، [6] تاریخ یعقوبی ص ۲۳۲، ج ۱

ہوا ہے اِس بناء پر ہم تم سے بھی اسی کے آرزومند ہیں، ہمکو چند روز مکہ میں قیام کرنے دو جس وقت کوئی عمدہ اور پُر فضا مقام مِل جائے گا یہاں سے چلے جائیں گے، ہمارے آدمی شام اور مشرق میں اِس غرض سے گئے ہوئے ہیں، لیکن جرہم پر اِن باتوں کا کچھ اثر نہ پڑا اور اُس کو ٹھہرانے سے صاف انکار کر دیا، ثعلبہ نے کہا اب ہم ضرور ٹھہریں گے خواہ تم خوش ہو یا ناخوش، غرض تین دن تک لڑائی ہوئی جس میں جرہم نے شکست کھائی[1] اور ثعلبہ نے مکہ، طود یا سراۃ (عرفہ کا پہاڑ) سردم اور حدود طائف تک تمام مقامات پر قبضہ کر لیا[2]

چونکہ یہاں کی آب و ہوا اِن لوگوں کے ناموافق تھی اس لئے ایک ہی سال قیام کے بعد بخار میں مبتلا ہوگئے[3] اور ثعلبہ مکہ میں وفات پا گیا[4]، اب اِن قبائل کو دوسرے مقامات تلاش کرنے کی ضرورت ہوئی، چنانچہ ثعلبہ کی اولاد مکہ سے نکلکر ثعلبیہ[5] اور ذی قار[6] تک مقیم ہوئی، اور وہاں کے تالاب پر قبضہ کر لیا[7]، خزاعہ نے مکہ ہی میں رہنا پسند کیا، اور تمام وادی مر (مر الظہران) پر اپنا تسلط جما لیا، عوف بن ایوب انصاری سلمی کہتے ہیں[8]

فلما هبطنا بطن مر تخزعت | خزاعة منا في حلول كراكر

اسمٰعیل بن رافع انصاری کا شعر ہے[9]

فلما هبطنا بطن مكة احمدت | خزاعة دار الآكل المتحامل

نصر بن ازد نے عمان اور بحرین میں اقامت کی، مالک بن فہم نے عراق کا راستہ لیا، اور جفنہ بن عمرو نے شام کی سکونت اختیار کی[10]، غرض اس طرح یہ تمام قبائل، نجد، یمامہ، بحرین، عمان، عراق، حجاز اور شام تک پھیل گئے

اوس و خزرج

ثعلبیہ میں اِن قبائل کی جو شاخ قیام پذیر تھی، جب اُس کی تعداد میں اضافہ ہوگیا، تو وہ اس مقام سے کوچ کر کے، یثرب کی سمت روانہ ہوئی، اور قریظہ، نضیر، خیبر، تیما، وادی القریٰ کے درمیان اقامت کی اور ان کا بیشتر حصہ یثرب میں اترا[15] اور صرار میں مقیم ہوا[11]

یثرب میں اُس وقت یہودیوں کی آبادی تھی، جو بقول بعض حضرت سلیمان کے زمانہ یا ایک خیال کے

[1] خلاصۃ الوفا ص ۸۲، [2] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۱، [3] خلاصۃ الوفا ص ۸۲، [4] معارف ابن قتیبہ، [5] معجم البلدان ص ۵۰ ج ۳
[6] ابو الفدا ص ۱ ج ۱، [7] سیرت ابن ہشام ص ۴۴ ج ۱، [8] معارف ابن قتیبہ، [9] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۱، [10] معجم البلدان ص ۳۴ ج ۲
[11] اغانی ص ۹۵ ج ۱۹

مطابق بنوحذنصر (بخت نصر) کی تباہی بیت المقدس کے بعد سے عرب میں آباد ہوئے تھے[1] اور یثرب اور اُس کے نواح پر قابض تھے، اوس و خزرج نے یہاں قلعے، اور مکانات بنا کر رہنا شروع کیا[2]، اور یہود سے جان و مال کی محافظت کا عہد و پیمان کر لیا اور عرصہ تک کچھ خراج دیتے رہے[3] لیکن جب ان کی اولاد اور مال و دولت میں ترقی ہونے لگی تو یہودی خائف ہوئے کہ مبادا کہیں ہم پر غالب نہ آجائیں، اوس و خزرج کو بھی یہ خیال دامن گیر ہوا کہ یہودی ان کو جلا وطن نہ کر دیں، اِس بنا پر سخت کشمکش پیدا ہوئی، اور دونوں قبیلے جنگ و جدل پر بالکل آمادہ ہو گئے مالک بن عجلان کے زمانہ میں جو اوس و خزرج کا سردار تھا[4] اور سالم بن عوف ابن خزرج کے خاندان سے تھا، فیطون، یہودیوں کا سردار مقرر ہوا چونکہ وہ نہایت جابر اور بد باطن شخص تھا، اس لئے مالک نے اس کے ظلم و استبداد کی غسان کے ایک رئیس سے فریاد کی، غسانی رئیس جس کا نام ابو جبیلہ تھا ایک کثیر لشکر لیکر شام سے یثرب آیا، اور ذی حُرض نامی ایک مقام میں یہود کے تمام سرداروں کو جمع کر کے قتل کرا دیا، اُس وقت سے یہود کی قوت بالکل ٹوٹ گئی اور اوس و خزرج کا تمام یثرب پر تسلط ہو گیا، رمق بن زید خزرجی ابو جبیلہ کی تعریف میں کہتا ہے[5]

وابو جبیلۃ خیر من   یمشی واوفاہ یمینا

وابرھم برا واعـ   ـلمھم بھدی الصالحینا

انقت لنا الایام والحـ   ـرب المھمۃ تعترینا

کبشا لہ قرن یعض   حسامہ الذکر السنینا

اُس کے بعد یمن کا ایک تبع جس کا نام مسعودی نے ابن حسان بن کلیکرب[6]، اور طبری نے تبان اسعد ابوکرب بتایا ہے یثرب سے گذرا چونکہ یہاں اُس کا ایک لڑکا مارا گیا تھا اس لئے اس نے یثرب کے بالکل تباہ کر دینے کا فیصلہ کر لیا اوس و خزرج کے رئیس عمرو ابن طلہ نجاری کو خبر ہوئی تو مدافعت کے لئے آمادہ ہوا اور تبع سے چند لڑائیاں ہوئیں، لیکن ان ایام میں اوس و خزرج نے اس کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا تھا یعنی باوجودیکہ بر سر پیکار رہتے، رات کو

---

[1] Encycl. Brit. vol 2 P 262. ابوالفدا ص ۱۲۹ ج ۱

اس کی ضیافت کرتے تھے، وہ ان کریمانہ اخلاق پر سخت متعجب تھا، اور ان کی دل سے عزت کرتا تھا، اسی اثناء میں یہود کے دو عالم اس کے پاس گئے اور اس نے یہودی مذہب قبول کیا، اور محاصرہ اٹھا کر یمن چلا گیا، انصار کے ایک شاعر خالد بن عبد العزی نجاری نے اس واقعہ کو نظم کیا ہے، وہ کہتا ہے

اصحا ام انتهى ذكره	ام قضى من لذة وطره
ام تذكرت الشباب وما	ذكرك الشباب او عصره
انها حرب رباعية	مثلها اتى الفتى عبره
فسلا عمران او فسلا	اسدا اذ يغدو مع الزهره
فيلق فيها ابو كرب	سابغ ابدانها ذفره
ثم قالوا من نؤم بها	ابني عوف ام النجره
يا بني النجار ان لنا	فيهم قبل الاوان تره
فتلقتهم عشنقة	مدها كالغبية النثره
سيد سامى الملوك ومن	يغزهم لا يجد قدره

دوسرا انصاری کہتا ہے[1]

تكلفني من تكالفها	نخيل الاساويف والمنصعة
نخيلا حمتها بنو مالك	خيول ابي كرب المقطعة

یہ واقعہ ہجرت سے تقریباً ۴۰۰ برس قبل کا ہے[2]۔

(بقیہ حاشیہ ص ۲۴) [43] ابن اثیر ص ۴۹۲، [44] معجم البلدان ص ۲۶ ج ۷، [45] خلاصۃ الوفاص ۸۳ [46] ابن اثیر ص ۴۹۳، ج ۱، [47] مروج الذہب [48] نفح الطیب ۷۵ ج ۱،

[1] طبری ص ۹۰۱، ۹۰۳، ج ۲، [2] حمزہ ص ۱۲۴،

انصار کی شاخیں

گذشتہ بیانات سے معلوم ہوا ہوگا کہ انصار کے تمام خاندان دو شخصوں پر جا کر مل جاتے ہین، جن کے نام اوس اور خزرج ہین، یہ دونون اگرچہ حارثہ (مزیقیا کے پوتے) کے بیٹے تھے، لیکن قیلہ کے بیٹے مشہور ہین، جو اُن کی ماں تھی، ابن حزم اور ابن کلبی کے نزدیک وہ عمرو بن جفنہ کی بیٹی تھی[1] لیکن قبیلۂ قضاعہ کے لوگ اس کو اپنے قبیلے سے بتلاتے ہین[2]، بہرحال وہ دونون صورتون مین اسماعیلی تھی، پہلی صورت مین وہ جفنہ کی پوتی تھی جو عمرو مزیقیا کا بیٹا[3] اور شاہان غسان کا پدر اعلیٰ تھا، اور عمرو کو ہم اسماعیلی ثابت کر چکے ہیں، دوسری صورت میں تو صاف ظاہر ہے کہ قبیلۂ قضاعہ حضرت اسماعیل اور معد بن عدنان کی اولاد تھا[4]،

اوس و خزرج جہان تک ہمین معلوم ہے تین بھائی تھے، اور تیسرے کا نام معدی تھا، اس کی اولاد بھی مدینہ مین موجود تھی، چنانچہ ابوزید عمرو بن اخطب کو بعض لوگون نے اسی کی نسل بتایا ہے[5]،

خزرج کے حالات کچھ معلوم نہیں، البتہ اوس کے کسی قدر معلوم ہیں وہ خطیب اور شاعر تھا، اس کے چند جملے محفوظ ہیں جو اس نے اپنی وفات کے وقت کہے تھے، کہتا ہے

لن یہلک ہالک ترک مثل مالک ان الذی یخرج النار من الزند

قادر علی ان یجعل لمالک نسلا ورجالا[6] بسلا، المنیۃ ولا الدنیۃ والنار ولا العار،

اس کے اشعار یہ ہین[7]

فعل الذی اودی ثمود وجرہما سیعقب لی نسلا علی آخر الدہر

تقربہم من آل عمرو بن عامر عیون لدی الداعی الی طلب الوتر

اس مین کچھ اشعار الحاقی معلوم ہوتے ہین، مثلاً

[1] خلاصۃ الوفا ص ۸۲، [2] التنبیہ والاشراف ص ۲۴۲، [3] جمہرہ ص ۱۱، [4] ابن ہشام ص ۸ ج ۱، [5] اسد الغابہ ص ۲۰۴ ج ۵
[6] خلاصۃ الوفا ص ۸۳، [7] کتاب الشعر والشعراء ابن قتیبہ ص ۴۷، [8] خلاصۃ الوفا ص ۸۳،

اذا بعث المبعوث من آل غالب بمكة فيما بين زمزم والحجر
هنالك فابغوا نصره ببلادكم بنی عامر ان السعادة في النصر

فارسٹر صاحب نے حصن غراب (حضرموت) کے کتبوں میں سے ایک کتبہ میں لفظ عوص (AWS) کو اوس پڑھا ہے، اور یہ لکھا ہے کہ "عرب کے خانہ بدوش خاندانوں کا نام ہے" چونکہ اس نام کے عرب میں دو قبیلے ہیں عوص (عاد) اور اوس (یثرب) اس بناء پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس سے کہیں وہ اوس تو مراد نہیں جو انصار مدینہ کا پدر اعلی تھا،

اگر فارسٹر صاحب نے یہی سمجھا ہے تو ہم کو کہنا پڑتا ہے کہ اس میں انھوں نے سخت غلطی کی ہے، اولاً تو یہ کہ انصار کے مورثین میں عمرو بن عامر نے یمن سے ہجرت کی تھی اور اس وقت اوس و خزرج کا پتہ تک نہ تھا، دوسرے ان قبائل نے اپنی خانہ بدوشی کے زمانہ میں کبھی حضرموت میں سکونت نہیں کی، اور سب سے آخر یہ کہ یہ نام عوص بن ارم بن سام (ابو عاد) کا ہے، اور اس کے متعلق مسلم ہے کہ وہ یمن اور حضرموت میں آباد تھا،[1]

غرض اوس و خزرج اور عدی کی اولادیں یثرب میں رہکر خوب پھلی پھولیں اور متعدد خاندانوں میں تقسیم ہو گئیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے،

عدی اس کے نام سے کوئی جداگانہ نسل نہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی اولاد بھی اوس و خزرج میں ضم ہو کر انصار کہلاتی تھی اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ عرب میں بھتیجا اپنے چچا کی شہرت کی وجہ سے اسی کا بیٹا مشہور ہو جاتا تھا،[2]

اوس کے صرف ایک بیٹا تھا جس کا نام مالک تھا مالک کے پانچ بیٹے پیدا ہوئے، جو مختلف شاخوں کی مورث ہو گئے،

عمرو بن مالک میں ابتداءً دو شاخیں ہوئیں خزرج اصغر، اور عامر، عامر عمان میں رہتے تھے اور چونکہ مدینہ میں ان کا ایک متنفس بھی نہ تھا اس لئے وہ انصار میں داخل نہیں،[3] خزرج میں کعب (الظفر) اور حارث میں

---

[1] جغرافیۂ عرب فارسٹر ص ۲۳۹ ج ۲، [2] الاوس ص ۷، ج ۱، [3] اسد الغابہ ص ۴ ج ۵، [4] خلاصۃ الوفاء ص ۸۳،

حشم اور حارثہ، اور جشم میں زعورا (اہل راتج) اور عبد الاشہل داخل ہیں، انھیں چاروں بطنوں یعنی کعب (ظفر) حارثہ، زعورا اور عبد الاشہل کو نبیت کہا جاتا ہے،

عوف بن مالک میں عمرو اور زید (بن مالک بن عوف) عمرو میں جو قبا میں رہتے تھے بہت سے بطون تھے جن میں مشہور یہ ہیں، لوذان (بنو سبعہ) عبید بن زید، ضبیعہ، معاویہ (بن مالک بن عوف) جحجبا ابن کلفہ بن عوف) حبیب، بنو لوذان میں جو بنو سبیعہ کے نام سے مشہور ہیں، لوذان عوف، بدر معاویہ و جحجبا) اور ثعلبہ (بن عمرو) داخل سمجھے جاتے ہیں،

مرۃ بن مالک، میں سعد (اہل راتج) اور عامر، امرء میں امیہ، وائل اور عطیہ، مالک بن اوس کے یہ تینوں خاندان (عمرو، عوف، مرۃ) جادرہ اور اوس اللہ کے نام سے مشہور ہیں،

امرء القیس بن مالک میں واقف اور سلم،

جشم بن مالک میں خطمہ (عبد اللہ)

خزرج کے پانچ بیٹے تھے، عمرو، عوف، جشم، کعب، حارث، ان کی اولاد حسب ذیل ہے:

عمرو بن خزرج اس میں بنو نجار کی تمام شاخیں شامل ہیں، آنحضرت صلعم کے دادا عبد المطلب کا یہیں ننہال تھا، نجار سے دینار، عدی، مازن، مالک، مالک سے عمرو، غنم، عامر، (مبذول) عمرو سے عدی (بنو معاویہ) اور معاویہ، (بنو حدیلہ)

عوف بن خزرج سے سالم، عمرو، قطن، قوقل، سے سائب، یہ لوگ عمان میں رہتے تھے، عمرو سے عوف اور غنم (قوقل)، عوف سے حبلی (مالک بنو سالم) سلسلہ عبد اللہ بن ابی اور عجلان،

جشم بن خزرج سے تزید اور غضب، تزید میں سلمہ، اور سلمہ میں حرام اور غنم، اور غنم میں عبید، ابن عدی سواد اور حرام، غضب سے عبد حارثہ، کعب، (بنو غدارہ) معاویہ، (بنو اجدع) عبد حارثہ سے زریق اور حبیب زریق سے بیاضہ اور زریق،

کعب بن خزرج سے ساعدہ، ساعدہ سے طریف، قشمہ، عمرو، ثعلبہ، طریف سے وقش، حسان ابوحزیمہ، (خاندان سعد بن عبادہ)

حارث بن خزرج سے جشم، زید، عوف، عوف سے خدرہ اور خدارہ[۱]

چونکہ اوس، خزرج اور عدی میں تعداد اور غلبہ کے لحاظ سے خزرج کا نمبر سب سے بڑھا ہوا تھا اس لئے ان قبائل کو عرب تغلیباً خزرج کہا کرتے تھے[۲]

انصار کی آبادی

اوس و خزرج پہلے ایک ہی جگہ آباد تھے، لیکن جب ابوجبیلہ کی وجہ سے یہود کا زور ٹوٹ گیا، تو وہ یثرب کے تمام نشیبی اور بالائی حصوں میں منتشر ہو گئے، اور اپنی علیحدہ علیحدہ آبادیاں قائم کر لیں، چنانچہ قبیلۂ اوس میں سے عبدالاشہل اور حارثہ کا خاندان یثرب کے شرقی سنگستان میں آباد ہوا اور وہاں کئی قلعے تعمیر کئے جن میں سے ایک کا نام واقم تھا، اور اُن کا محلّہ بھی اسی نام سے مشہور تھا، انصار کا ایک شاعر کہتا ہے،

نحن حبینا واقم ما بالحرة | بلازب الطین وبالاصرہ

یہ قلعہ حضیر بن سماک کے قبضہ میں تھا،

اس کے بعد بنو حارثہ، عبدالاشہل کے پاس سے ہٹ کر ان سے شمال کی طرف رہنے لگے،

بنو ظفر (کعب بن خزرج اصغر) بقیع سے پورب طرف، عبدالاشہل کے پاس مقیم تھے، وہاں انھوں نے اسلام لانے کے بعد ایک مسجد بنائی تھی جس کا نام مسجد بغلہ تھا، بنو زعورا بن جشم بھی یہیں سکونت کرتے تھے،

یہ چاروں خاندان نبیت کہلاتے ہیں جو ان کا مورث اعلیٰ تھا اور عمرو بن مالک بن اوس کی اولاد میں تھا،

(۱) اس تمام تفصیل کے لئے دیکھو خلاصۃ الوفا ص ۸۳، ۵۱۸ تا ۸۹، عقد الفرید ص ۱ ج ۲، و معارف ابن قتیبہ ص ۳۶ و ۳۰، ۲۱، سیرت ابن ہشام ص ۲۲ ج ۲،

عوف بن مالک بن اوس انکے خاندان میں بہت سی شاخیں ہیں جو سب کی سب قباء میں آباد تھیں ان میں سے بنو ضبیعہ

شقیف نامی ایک قلعہ میں رہتے تھے، جو احجار المراء اور مجلس بنی الموالی کے درمیان واقع تھا، کلثوم بن الہدم کا قلعہ عبد اللہ

بن ابی احمد کے احاطہ میں تھا، اور احیحہ ابن الجلاح حجبی کا بھی ایک قلعہ تھا،

زید بن مالک بن عوف میں ۴ قلعے تھے اور صیاصی کے نام سے مشہور تھے ان کا ایک قلعہ مسجد

قباء سے مشرقی جانب سکبہ میں بھی تھا، ایک جس کا نام مستظل تھا، چاہ عس کے پاس تھا اور احیحہ کا تھا،

بنو جحجبا جدے بنو ضبیعہ کے ساتھ رہ کر، مسجد قبا کے مغرب عصبہ میں چلے گئے، یہاں احیحہ نے

سفید پتھروں کا ایک قلعہ بنایا لیکن وہ گر گیا تو ایک مربع سیاہ قلعہ تیار کرایا، بنو جحجبا اور جحجبا نے ہجیم نامی بھی

ایک قلعہ تعمیر کیا تھا جو اس مسجد کے قریب واقع تھا جہاں آنحضرت ﷺ نے ایک بار نماز پڑھی تھی،

معاویہ بن مالک ابتداً قبا میں رہتے تھے، پھر بقیع الغرقد کے باہر رہے، وہاں ان کی مسجد اجابہ یادگار ہے

بنو سمیعہ (لوذان بن عمرو بن عوف) رکیح کے کوچہ کے پاس آباد تھے، اور سعدان نامی ایک قلعہ بنایا تھا

واقف اور سلم (مالک بن اوس) مسجد فضیح کے پاس رہتے تھے، بعد میں سلم، عمرو بن عوف میں چلے گئے

اور تقریباً ۱۹۹ برس وہیں مقیم رہے، اور ان کی آبادی نے اتنی ترقی کی کہ زمانۂ جاہلیت ہی میں ایک ہزار

جوان ان میں موجود تھے[1]،

جعادرہ میں سے بنو وائل بن زید اپنے نام کی مسجد کے پاس جو مسجد قبا کے پورب ایک بلند مقام پر واقع

تھی سکونت کرتے تھے،

امیہ بن زید بن سے مشرق طرف جہاں مذینب کا پانی بھرتا ہے اور کھیت سینچے جاتے ہیں بود و باش رکھتے تھے

عطیہ بن زید بنو حبلی کے قریب رہتے تھے، اور شاش نامی ایک قلعہ بنایا تھا، مسجد قباء میں قبلہ رخ کھڑے

ہونے پر یہ قلعہ بائیں ہاتھ کی طرف پڑتا تھا،

(۱) وفاء الوفاء ص ۱۴۳ ج ۲،

سعد بن مرۃ، راتج میں رہتے تھے،

خطمہ بن جشم، ماجشونیہ اور عرس کے پاس بود و باش رکھتے تھے، اور دور تک قلعے بنائے تھے، چونکہ یہ مقام شہر کے باہر اور نسبتاً کم آباد تھا، اس لئے حسب اسلام کے زمانہ میں ان لوگوں نے مسجد بنائی اور ایک شخص کو اس کی حفاظت کے لئے مقرر کیا تو روزانہ صبح اٹھ کر اس کی خیریت دریافت کرتے تھے، کہ کوئی درندہ تو نہیں اٹھائے گیا اس کے بعد پھر ان کی اتنی کثرت ہوئی کہ اس بستی کا نام ہی غزہ پڑ گیا جو شام کا ایک نہایت آباد شہر ہے،

قبیلۂ خزرج میں سے، بنو حارث وادیٔ بطحان اور تربۂ صعیب کے مشرق جانب آباد ہوئے، ان کا محلہ حارث کہلاتا تھا، جشم اور زید پسران حارث نے اپنے قلعہ سنح میں اقامت کی جو مسجد نبوی سے ایک میل ہے، اور مدینہ کے بالائی حصہ کی منزل اول ہے، خدارہ بن عوف بن حارث کا خاندان بازار مدینہ کے شمالی جانب، جرار سعد میں مقیم ہوا، خدرہ ابن عوف نے چاہ بصہ کے پاس اجرد نامی ایک قلعہ میں سکونت اختیار کی، یہ قلعہ ابو سعید خدری کے دادا کا تھا،

سالم اور غنم (عوف بن عمرو بن خزرج) مغربی سنگستان میں مسجد جمعہ کے پاس اترے، قواقل کا قلعہ انھیں کا تھا، بنو حبلی (مالک بن سالم بن غنم) بنو نجار اور ساعدۃ کے درمیان ٹھہرے، ان کی آبادی کی پشت پر ایک قلعہ تھا جس کا نام مزاحم تھا اور وہ عبداللہ ابن ابی بن سلول کی ملکیت تھا،

بنو سلمہ (جشم بن خزرج) میں بنو حرام مسجد قبلتین سے مزاد تک آباد ہوئے، ایک قلعہ بھی تعمیر کیا جابر بن عتیک کی زمین میں بھی ان کا ایک قلعہ تھا، ان کی آبادی میں ایک چشمہ تھا جو حضرت جابرؓ کے دادا عمرو کے قبضہ میں تھا، امیر معاویہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اس کی مرمت کرائی، بنو سلمہ نے آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں مسجد نبوی کے قریب رہنا چاہا تھا لیکن آنحضرتؐ نے مدینہ کی ویرانی کے خیال سے منع کیا اور فرمایا "تم کو وہاں سے نماز کے لئے آنے میں زیادہ ثواب ملتا ہے"[1] حضرت عمرؓ نے اپنے ایام خلافت میں بنو حرام کو سلع

---

[1] صحیح بخاری ص ۲۵۳ ج ۱،

میں منتقل کرلیا اور یہاں انھوں نے ایک عالی شان مسجد بنائی،

بنو سواد (سلمہ) کی آبادی مسجد قبلتین سے ابن عبید دیناری کی زمین تک تھی، (مسجد قبلتین انھیں کی تھی)، بنو عبید مسجد خربہ سے کوہ دو نخل تک رہتے تھے، مسجد خربہ اور دو قلعے ان کی ملکیت میں تھے،

بنو بیاضہ، زریق، حبیب، غدارہ، اجدع (معاویہ بن مالک) مغربی سنگستان سے بطحان تک بنو سالم کے شمالی جانب رہتے تھے، ان کے پاس بیس قلعے تھے، بعض کے نام یہ ہیں عقرب[1]، سوبد[2]، لوی[3]، سترہ[4]

بنو ساعدہ (کعب بن خزرج) نے چار جگہ سکونت کی، بنو عمرو اور بنو ثعلبہ بازار مدینہ کے مشرقی اور شمالی حد تک آباد ہوئے، ان کے دو قلعے تھے، ایک ابو دجانہ کے مکان کے پاس اور دوسرا مسجد بنو ساعدہ کے سامنے، مدینہ میں سب سے آخر یہی قلعہ تعمیر ہوا، بنو قشبہ ان لوگوں سے پورب جانب بنو جدیلہ کے قریب مقیم ہوئے، بنو ابی خزیمہ (سعد بن عبادہ کے خاندان) نے جرار سعد میں جو بازار مدینہ کے انتہائی حد پر واقع تھا سکونت کی، اور بنو وقش اور غسان مسجد الرایہ کے پاس (جرار سعد کے قریب) اترے،

بنو مالک بن نجار میں سے بنو غنم مسجد نبوی کے پورب طرف رہتے تھے اور ایک قلعہ بنا رکھا تھا جس کا نام فویرع تھا، مسجد نبوی انھیں کی تھی، بنو مغالہ (عدی بن عمرو) مسجد سے مغربی جانب باب الرحمۃ کے پاس مقیم تھے، ان کے قلعہ کا نام فارع اور جائداد کا بیرحا تھا، فارع حسان بن ثابت کے قبضہ میں تھا، بنو جدیلہ (معاویہ بن عمرو) مسجد کے شمالی اور شرقی جانب بقیع اور بیرحا کے قریب آباد تھے، ان کے قلعہ کا نام مشعط تھا جو مسجد ابی بن کعب کے پاس واقع تھا، بنو مبذول (عامر بن مالک) بنو غنم سے پورب طرف رہتے تھے،

بنو عدی بن نجار مسجد سے مغرب طرف آباد تھے لیکن حضرت انس رض کا مکان باینہمہ کہ بنو عدی سے تھے مسجد سے شمال اور مشرق کی طرف تھا، ان کے قلعہ کا نام زاہریہ تھا،

بنو مازن بن نجار، بنو زریق سے پورب طرف سکونت کرتے تھے، ان کا محلہ ابو مازن کہلاتا تھا،

بنو دینار بن نجار بطحان کی پشت پر رہتے تھے[1]۔

---

[1] یہ تمام مضمون خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ (ص ۸۵ تا ۹۱) سے ماخوذ ہے،

ایام الانصار

یعنی

انصار کی خانہ جنگیاں

تبع کے بعد اوس و خزرج عرصہ تک متحد رہے، لیکن پھر خانہ جنگیوں کا ایسا خطرناک سلسلہ شروع ہوا کہ اگر اسلام نہ آتا تو یہ قوم صفحۂ ہستی سے یقیناً نیست و نابود ہو جاتی، سید سمہودی خلاصۃ الوفا میں لکھتے ہیں،

ثم وقعت بینهم حروب کثیرة — پھر ان میں اس قدر لڑائیاں ہوئیں کہ کسی قوم
لم یسمع فی قوم اکثر منها ولا اطول ۹۴ — میں اس سے زیادہ اور دیرپا جنگیں نہیں سنی گئیں

لڑائیوں کی ابتدا جنگ سمیر سے ہوئی اور تقریباً ایک سو بیس برس تک جاری رہ کر جنگ بعاث پر اختتام ہوا جو ہجرت سے ۵ سال قبل واقع ہوئی تھی، اس طویل زمانہ میں خدا معلوم کتنے معرکے پیش آئے ہونگے لیکن ان میں سے جو زیادہ مشہور ہیں، تاریخوں میں انھیں کا ذکر آتا ہے، علامہ ابن اثیر ایک مقام پر فرماتے ہیں[۹۵]

بینهما و بین حرب سمیر نحو مائة سنة — حرب حاطب اور حرب سمیر میں تقریباً سو برس کا
وکان بینهما ایام ذکرنا المشهور منها — فرق ہے اور ان دونوں کے درمیان بہت سی لڑائیاں
وترکنا ما لیس بمشهور و حرب حاطب آخر — ہوئیں جن میں سے ہم نے مشہور لڑائیوں کو درج کیا ہے
وقعة کانت بینهم الا یوم بعاث — اور غیر مشہور کو چھوڑ دیا، اور حرب حاطب، بعاث کے
ماسوا سب سے اخیر لڑائی تھی،

جس جنگ کو علامہ نے سب سے اخیر جنگ قرار دیا ہے اس کی یہ حالت ہے کہ وہ بھی متعدد جنگوں کا مجموعہ ہے[۹۶]، پھر ان تمام مشہور لڑائیوں کی نسبت کیا کہا جا سکتا ہے جس کے ضمن میں بہت سی چھوٹی لڑائیاں پیش آئی ہونگی اور جن کو ہمارے مورخین نے قلم انداز کر دیا،

---

۹۵ ابن اثیر ص ۳۰۵ ج ۱، ۹۶ ابن اثیر ص ۴۰۵ ج ۱،

جنگ سُمیر انصار کی سب سے پہلی جنگ، جنگ سُمیر ہے، اِس کا سبب یہ ہوا کہ مالک ابن عجلان سالمی کا کعب ذبیانی حلیف بنا تھا، ایک روز وہ بازار قینقاع میں پھر رہا تھا کہ ایک غطفانی کی آواز سُنی کہ "میرا گھوڑا وہ لے سکتا ہے جو یثرب کا سب سے بڑا شخص ہو"، کعب نے اپنے حلیف کی سفارش کی، کسی نے اُحیحہ بن الجلاح اوسی کا نام پیش کیا، اور بعضوں نے ایک یہودی کی نسبت کہا کہ وہ مدینہ کا سب سے بڑا شخص ہے، اِس بناء پر گھوڑے کا مستحق وہی ہے، غطفانی نے گھوڑا مالک بن عجلان کو دیدیا، اِس پر کعب نے فخر اُٹھا، "کیوں میں نہ کہتا تھا کہ مدینہ میں مالک سے بڑھکر کوئی نہیں"، عمرو بن عوف کا ایک شخص جسکا نام سُمیر تھا یہ گفتگو سُن رہا تھا، غُصّہ سے لال پیلا ہو گیا، اور گالیاں دیتا ہوا چلا گیا، کعب دوسرے بازار میں جو قبا میں لگتی تھی ایک مرتبہ گیا، تو چونکہ یہ عمرو بن عوف کا محلہ تھا سُمیر نے موقع پاکر اُس کو قتل کیا، مالک بن عجلان کو خبر ہوئی تو اُس نے عمرو بن عوف کے پاس کہلا بھیجا کہ "قاتل ہمارے حوالہ کردو"، عمرو بن عوف نے انکار کیا اور کہا "تم دیت لے سکتے ہو"، مالک نے اِس شرط پر منظور کیا کہ "دیت پوری دینا ہوگی"، چونکہ انصار میں حلیف کی دیت نصف دیجاتی تھی، عمرو بن عوف نے نہایت شدت سے انکار کیا، مالک کو اصرار تھا، اِس بناء پر لڑائی کی تیاریاں ہوئیں جس میں انصار کے تمام قبیلے شریک ہو گئے، دو مرتبہ نہایت معرکہ کا رن پڑا، اخیر میں اوس نے فتح پائی اور مالک کو کہلا بھیجا کہ اِس جھگڑے کا فیصلہ منذر بن حرام نجاری (حضرت حسان رض کے دادا) پر چھوڑ دینا چاہیئے، منذر نے کہا کہ اِس مرتبہ تم مالک کو پوری دیت ادا کردو آئندہ پھر اپنے قدیم دستور کے مطابق دینا"، دونوں فریق نے اِس رائے کو پسند کیا اور دیت ادا کردی گئی، لیکن دونوں جو غبار اور کدورت پیدا ہو گئی تھی وہ کسی طرح رفع نہیں ہو سکتی تھی، اِس لئے چند ہی روز کے بعد دوسری لڑائی کا افتتاح ہوا،

جنگ کعب بن عمرو کعب بن عمرو مازنی نے جو بنو نجار سے تھا، بنی سالم میں شادی کی تھی، اور اپنی سسرال اکثر آیا جایا کرتا تھا، احیحہ بن جلاح سردار جحجبا، (اوس) نے چند آدمیوں کو اُس کے قتل پر آمادہ کیا، اور کامیابی حاصل کی کعب کے بھائی عاصم کو اطلاع ہوئی تو اُس نے جحجبا کو اعلانِ جنگ دیدیا، اور رحابہ میں نہایت سخت

لڑائی ہوئی، جس مین حجبیا نے شکست کھائی، احیحہ بھاگ رہا تھا، عاصم نے اسکا تعاقب کیا اور ایک تیر مارا، چونکہ احیحہ قلعہ کے اندر جاچکا تھا، وہ تیر اس کے بھائی کے لگا اور وہ مرگیا، عاصم کو اب بھی چین نہ تھا، اسلئے احیحہ کی گھات مین لگا رہا،

احیحہ نے شبخون مارنے کی تجویز سوچی، سلمےٰ بنت عمرو اس کی بیوی خاندان نجار سے تھی، اس نے رات موقع پاکر اپنی قوم کو مطلع کردیا، اور بنو نجار ہتھیارون سے آراستہ ہوگئے صبح اٹھکر احیحہ اور بنو نجار سے مڈبھیڑ ہوگئی اور تھوڑی دیر لڑائی رہی، احیحہ کو سلمیٰ کی نسبت پتہ لگ چکا تھا، اس لئے خوب زدوکوب کی اور اپنے نکاح سے علیحدہ کردیا،

جنگ سرارہ | اس کے بعد عمرو بن عوف اور حارث بن خزرج مین نہایت معرکے کی ایک لڑائی ہوئی، بنی حارث کے ایک شخص نے بنی عمرو کے ایک شخص کو قتل کیا تھا، بنی عمرو اس کی فکر مین تھے، ایک روز موقع پاکر اس کو مار ڈالا، بنو حارث نے جنگ کا اعلان کیا، اور سرارہ مین دونون فوجین جمع ہوئین، اوس پر حضیر ابن سماک (حضرت اسیدؓ کے والد) اور خزرج پر عبداللہ بن ابی بن سلول افسر تھا، چار دن تک لڑائی ہوئی جس مین اوس ہزیمت اٹھا کر واپس گئے،

جنگ حصین بن اسلت | حصین بن اسلت وائلی (اوس) اور قبیلۂ مازن بن نجار کے ایک آدمی مین کچھ جھگڑا ہوا اور حصین نے اس کو قتل کردیا، بنو مازن کو خبر ہوئی تو وہ اس کے پیچھے دوڑے اور گھیر کر مار ڈالا، حصین کے بھائی ابو قیس بن اسلت نے بنو وائل کو ابھارا اور تمام اوس اس کی حمایت پر کمربستہ ہوگیا، ادھر مازن کی طرف سے خزرج نے ساتھ دیا اور دونون قبیلے نہایت جوش سے لڑے اور بہت آدمی کام آئے، اخیر مین اوس نے شکست کھائی،

جنگ ربیع | ربیع ظفری (اوس) مالک بن نجار کے کسی آدمی کی زمین پر سے گذر رہا تھا، اس نے منع کیا لیکن ربیع نے نہ مانا اور اس کو مار ڈالا اسپر دونون قبیلے جمع ہوگئے اور ایسا کشت وخون ہوا کہ

کبھی نہ ہوا تھا، اسمین بنو نجار نے ہزیمت اٹھائی،

جنگ فارع بنو نجار کے ایک شخص نے قبیلۂ قضاعہ (بلی) کا ایک غلام پایا تھا، جس کا چچا معاذ بن نعمان اوسی (والد حضرت سعدؓ) کے پڑوس مین رہتا تھا، ایک دن وہ اپنے بھتیجے کو دیکھنے آیا تو نجاری نے اس کو قتل کر دیا، معاذ نے کہا کہ "بنو نجار یا دیت دین یا قاتل کو میرے حوالہ کرین"، بنو نجار نے انکار کیا، ا، حضرت حسانؓ کے قلعہ فارع کے سامنے لڑائی ہوئی، چونکہ عبد الاشہل کا خیال تھا کہ دیت نہ ملنے کی صورت مین عامر بن اطنابہ کو قتل کرین گے، اور عامر خزرج کے ممتاز اشخاص مین تھا، اس لئے عامر نے دیت خود داکی اور دونون قبیلون مین مصالحت ہو گئی، عامر نے اس کے متعلق کچھ اشعار بھی لکھے ہین جو نہایت بہترین

جنگ حاطب اس کو جنگ جسر بھی کہتے ہین، جنگ سمیر کے تقریباً سو برس بعد ہوئی، حاطب بن قیس اوسی کے ہان قبیلۂ ثعلبہ (ذبیان) کا ایک شخص مہمان اترا تھا، ایک روز وہ بازار قینقاع مین گھوم رہا تھا کہ ابن فسحم (یزید بن حارث خزرجی) نے ایک یہودی سے کہا "مین تم کو اپنی چادر دونگا تم اس ثعلبی کو یہان سے نکالدو"، یہودی نے چادر لیکر اس کو نہایت بری طرح نکالا کہ تمام بازار نے اس کی آواز سنی، ثعلبی نے اپنے میزبان کو پکارا اور کہا کہ "حاطب! تمھارے مہمان کی بڑی ذلت ہوئی"، حاطب نے سنا تو آکر اس یہودی کا سر اڑا دیا، ابن فسحم کو معلوم ہوا تو حاطب کا تعاقب کیا، حاطب اپنے قبیلہ کے کسی شخص کے ہان چھپ گیا، لیکن ابن فسحم کو تسکین نہین ہوئی تھی، بنی معاویہ (اوس) کا ایک شخص چلا آ رہا تھا اس کو قتل کر دیا، اس پر اوس و خزرج میں ایک بنو حارث بن خزرج کے پل پر ایک جنگ عظیم برپا ہوئی خزرج کا لشکر عمرو بن نعمان بیاضی کے تحت مین تھا، اور اوس کی زمام حضیر بن سماک اشہلی کے ہاتھ مین تھی، چونکہ ان لڑائیون کا چرچا مدینہ کی آس پاس کی تمام آبادیون مین پھیل چکا تھا، اس لئے عیینہ بن حصن اور خیار بن مالک فزاری مدینہ مین آئے ہوئے تھے کہ کسی صورت سے ان دونون قبیلون مین صلح ہو جائے، اتفاق ایام مین یہ لڑائی پیش آئی، عیینہ اور خیار دونون میدان جنگ مین موجود تھے،

جس جوش وخروش سے دونون قبیلے معرکہ آرا ہوئے اُس سے معلوم ہوا کہ صلح ناممکن ہے، اس لڑائی مین میدان خزرج کے ہاتھ رہا، اُس کے بعد چند اور لڑائیان ہوئین جو درحقیقت اسی کا ضمیمہ تھین چنانچہ

جنگ ربیع | سنیح کے ایک گوشہ مین دیوار ربیع کے پاس اوس وخزرج مین ایک نہایت شدت کا معرکہ ہوا، علامہ ابن اثیر لکھتے ہین،

فاقتتلوا قتالا شدیدا حتی — یہ لوگ نہایت سخت لڑائی لڑے، یہانتک

کاد یفنی بعضہم بعضا — کہ ایک دوسرے کو فنا کر دینے پر بالکل تل گیا تھا،

جوش کا یہ عالم تھا کہ جب اوس شکست کھا کر بھاگے تو باایں ہمہ کہ یہ ان کے دستور کے خلاف تھا خزرج نے ان کے گھرون تک انکا پیچھا کیا، اس پر اوس نے امان چاہی لیکن بنو نجار نے امان دینے سے انکار کیا، اس کے بعد اوس قلعہ بند ہو گئے اور خزرج نے مصالحت منظور کی،

اس معرکہ مین قبیلہ خزرج مین سے سوید بن صامت، اور اوس مین سے ابن اسلت، اور صخر بن سلمان بیاضی زیادہ نمایان تھے،

جنگ بقیع | یہ لڑائی بقیع الغرقد مین ہوئی، ابوقیس بن اسلت وائلی اوس کی فوجوں کا سردار تھا، اس مین اوس نے فتح پائی،

اس کے بعد ابوقیس نے قبیلۂ اوس کو جمع کر کے کہا کہ مین جس قوم کا سردار ہوتا ہون وہ شکست کھاتی ہے اس لئے تم کسی اور شخص کو سردار منتخب کر لو، چنانچہ سب نے بالاتفاق حضیر الکتائب اشہلی کو سردار لشکر بنایا، حضیر نے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی اور ہوشیاری سے ادا کئے، چنانچہ جب قبا مین غرس کے پاس دونون قبیلون مین جنگ ہوئی تو محض حضیر کی تدبیر وسیاست کی بدولت اوس نے فتح حاصل کی، اس کے بعد اس شرط پر صلح ہوئی کہ مقتولین کا شمار کیا جائے، جس کے زیادہ نکلیں وہ شمار کرنے کے بعد باقی کی دیت لے لے، چنانچہ اوس کے ۳ آدمی زیادہ تھے، قبیلہ خزرج نے دیت کے عوض رہن کے طور پر

اوس کو ۳۰ غلام دئے، اوس نے غلامون کو قتل کرڈالا اور معاہدہ سابق ٹوٹ گیا،

جنگ فجار اول خزرج کو اوس کی پیمان شکنی حد درجہ ناگوار ہوئی، اور مدینہ کے باغات مین نہایت شدت کا رن پڑا، خزرج کا سپہ سالار عبداللہ ابن ابی ابن سلول اور اوس کا ابو قیس بن اسلت تھا، اس معرکہ مین قیس بن خطیم نے بڑی جانبازی دکھائی تھی، یہان پر یہ بتلادینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ فجار اس کے علاوہ ہے جو کنانہ او قیس مین برپا ہوئی تھی، اور جو تمام عرب مین مشہور ہے،

جنگ معبس اور مضرس معبس اور مضرس دو دیوارین ہین جن کی آڑ مین بالترتیب اوس اور خزرج نے چند دنون تک جنگین کین، اس مین اوس نے ایسی شکست کھائی کہ کبھی نہ کھائی تھی، یہان تک کہ ان کو گھرون اور قلعون مین چھپنے کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ رہ گیا، عمرو بن عوف اور اوس مناتے جداگانہ صلح کرنا چاہی، لیکن عبدالاشہل اور ظفر نے انکار کیا اور کہا کہ ہمکو خزرج سے پورا بدلہ لیکر مصالحت کرنا چاہیے، خزرج کو معلوم ہوا تو انھون نے اشہل اور ظفر کو قتل و غارت کی دھمکی دی، جس کی وجہ سے اوس کا اکثر حصہ مدینہ چھوڑنے پر آمادہ ہوگیا،

ادھر بنو سلمہ نے عبدالاشہل کی ایک زمین کو جس کا نام رعل تھا اوٹ لیا، اور دونون قبیلون مین لڑائی شروع ہوگئی، سعد بن معاذ رئیس قبیلۂ اوس کے سخت چوٹ آئی اور عمرو بن جموح خزرجی کے ہان اٹھا لائے گئے، عمرو نے ان کو پناہ دی اور خزرج کو رعل کے جلانے، اور درختون کے کاٹنے سے منع کیا چونکہ اوس لڑتے لڑتے اب بہت کمزور ہوگئے تھے، اس لئے انھون نے عمرہ کے بہانہ سے مکہ کا قصد کیا اور یہان قریش سے حلف کا سلسلہ قائم کیا، ابوجہل موجود نہ تھا، اس کو معلوم ہوا تو قریش کے اس فعل کو برا کہا اور بولا تم نے اگلے لوگون کا قول نہیں سنا، دو باہر کے آنے والے گھر والون پر تباہی لاتے ہین، اور جو دوسرون کو اپنے ہان بلاکر ٹھہراتا ہے وہ اپنا ملک کھو بیٹھتا ہے، یہ لوگ طاقتور اور کثیر التعداد ہین، قریش نے کہا پھر اب حلف منقطع کرنے کی کیا صورت ہے؟ ابو جہل نے کہا یہ کام مین کئے دیتا

ہون، وہان سے اُٹھ کر اوس کے آدمیون کے پاس آیا اور کہا مین نے سنا ہے کہ تم قریش کے حلیف بنے ہو اور مین اس کو پسند کرتا ہون لیکن مشکل یہ ہے کہ ہماری لونڈیان بازار مین پھرتی ہین اور جو چاہتا ہے ان کو بازار مین مار پیٹ لیتا ہے، تم یہان آکر رہو گے تو جو شہر ہماری عورتون کا ہوتا ہے وہی تمھاری عورتون کا بھی ہوگا اگر تم یہ ذلت گوارا کر سکتے ہو تو خوشی سے آؤ، ورنہ حلف منقطع کر دو، چونکہ انصار مین صد درجہ غیرت موجود تھی اس لئے سب نے انکار کیا اور حلف کو رد کر کے واپس آئے،

جنگ فجار ثانی — قریش کی طرف سے مایوسی ہوئی تو اوس نے قریظہ اور نضیر سے حلیف بننے کی درخواست کی، خزرج کو معلوم ہوا تو انھون نے یہود کو اعلان جنگ دیدیا، یہود نے کہلا بھیجا کہ ہمکو یہ منظور نہیں، اور ضمانت کے لئے خزرج کے پاس ۴۰ غلام بھیجدیئے اور معاملہ رفع دفع ہو گیا،

ایک دن زید بن قیس خزرجی نے نشہ کی حالت مین چند اشعار پڑھے جن مین اس واقعہ کا نہایت ذلت آمیز طریقہ سے ذکر کیا، یہود کو خبر ہوئی تو سخت غضبناک ہوئے اور کہا ہم اتنے بے غیرت نہیں، یہ کہکر اوس کو اپنا حلیف بنا لیا، خزرج نے سنا تو چند غلامون کے علاوہ باقی سب کو قتل کر ڈالا، اور اوس یہود اور خزرج کے مابین ایک سخت لڑائی ہوئی،

بعض لوگون نے اس کا اور سبب بیان کیا ہے اور بظاہر یہی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے، کہ بنو بیاضہ کو رہنے کے لئے کوئی عمدہ جگہ نہ ملی تھی اس لئے عمرو بن نعمان بیاضی نے ان سے قسم کھا کر کہا کہ مین تم کو رہنے کے لئے قریظہ اور نضیر کے مقامات دلاؤن گا ورنہ پھر ان کے غلامون کو قتل کر ڈالون گا، چونکہ ان لوگون کی سکونت مدینہ کے بہترین حصّہ مین تھی اس لئے عمرو نے کہلا بھیجا کہ تم ان مقامات کو ہمارے لئے خالی کر دو، یہود نے اس کو عملاً تسلیم کر لینا چاہا، لیکن کعب بن اسد قرظی نے کہا، تم اپنے گھرون کی حفاظت کرو، اور غلامون کو قتل کرنے دو، اس پر تمام یہودی متفق ہو گئے، اور عمرو کو جواب دیا کہ ہم اپنے گھرون کو نہیں چھوڑ سکتے، عمرو نے یہ دیکھ کر غلامون کے قتل کا فیصلہ کر لیا، عبداللہ بن ابی ابن سلول

نے منع کیا اور کہا کہ یہ گناہ اور ظلم ہے، اور تم کو مین دیکھتا ہون کہ مقتول ہو کر چار آدمیون پر لدے چلے آرہے ہو، لیکن عمرو نے نہ مانا اور اُس کے قبضہ مین جتنے غلام تھے سب کو قتل کرا دیا، ابن ابی اور اُس کے طرفدارون کے پاس جو غلام تھے رہا کئے گئے، چنانچہ محمد بن کعب قرظی کا دادا اسلیم بن اسد انھین لوگون مین تھا

جنگ بعاث

قریظہ اور نضیر اب خزرج کی مخالفت پر بالکل تل گئے، اور اوس کے ساتھ نہایت مستحکم عہد و پیمان کر کے لڑائی کا بندوبست کرنا شروع کیا، آس پاس کے یہودیون کو جنگ پر اُبھارا، اوس نے اپنے حلیف مزینہ سے مدد طلب کی اور ۴۰ روز تک جنگ کا سامان مہیا کیا، خزرج کو معلوم ہوا تو انھون نے بھی لڑائی کی تیاریان کین، اور اپنے حلفا اشجع اور جہینہ کو مدد پر آمادہ کیا، غرض اس سر و سامان سے بعاث کے مقام مین جو بنو قریظہ کے علاقہ مین شامل تھا، ایک نہایت خونریز جنگ ہوئی جس مین اولاً تو اوس و خزرج نہایت پامردی سے لڑے لیکن پھر اوس نے ہمت ہار کر بھاگنا شروع کیا، یہ دیکھ کر حضیر الکتائب جو اوس کا سپہ سالار تھا گھٹنے ٹیک کر کھڑا ہو گیا، نیزہ کی نوک پیر مین چبھو لی اور پکارا "ہائے! اونٹ کی طرح ہاتھ، پیر کٹ گئے، گروہ اوس! اگر تم مجھکو بچا سکتے ہو تو بچاؤ، خدا کی قسم! مین بغیر قتل ہوئے یہان سے نہ جاؤن گا"
اِس آواز کا کان مین پڑنا تھا کہ عبد الاشہل کے دو لڑکے محمود اور یزید مدد کو پہونچ گئے، اور لڑ کر قتل ہوئے،

ایک تیر عمرو بن نعمان بیاضی سردار خزرج کے لگا اور وہ وفات پا گیا، عبد اللہ بن ابی اس جنگ مین بالکل ناطرفدار تھا، وہ لڑائی کی خبرین لینے گیا تو دیکھا کہ عمرو بن نعمان کی لاش چار آدمی اٹھائے ہوئے چلے آرہے ہین، بولا ذق وبال البغی یعنی اب اپنے ظلم کا مزہ چکھ! عمرو کے قتل ہونے سے خزرج کے قدم ڈگمگائے اور وہ میدان سے فرار ہونے لگے، اوس نے یہ سراسیمگی دیکھ کر تمام خزرج کو تلوار کے گھاٹ اُتارنا شروع کیا، اتنے مین ایک آواز آئی کہ "گروہ اوس! اپنے بھائیون کے قتل سے باز آؤ کیونکہ ان کا رہنا لومڑیون کے رہنے سے بہتر ہے" اوسیون نے یہ سنکر ہاتھ کھینچ لیا، لیکن قریظہ اور نضیر کو یہ فقرہ باز نہیں رکھ سکتا تھا، اس لئے انھون نے لوٹ مار برابر جاری رکھی، اوس نے حضیر کو میدان سے

زخمی اُٹھا لے گئے اور خزرج کے مکانات اور باغات میں آگ لگادی، اِس موقع پر بنو سلمہ کے مکانات اور جائداد بن سعد بن معاذ کی وجہ سے تمام آفتون سے محفوظ رہین،

جنگ بعاث، انصار کی مشہور جنگون مین سب سے آخری جنگ تھی، اور ہجرت سے ۵ سال قبل واقع ہوئی تھی، اِس لڑائیون کی بدولت انصار کے دونو قبیلے جس درجہ کمزور ہو گئے تھے، اُس کو حضرت عائشہؓ نے اِن الفاظ مین بیان کیا ہے،[1]

کان یوم بعاث یوم قدمہ اللہ	جنگ بعاث کو خدا نے اپنے رسول کے لئے کیا
عز وجل لرسولہ فقدم رسول اللہ	تھا، چنانچہ جب آنحضرتؐ آئے تو انصار کے معززین
صلعم وقد افترق ملؤھم وقتلت	متفرق اور رؤسا قتل ہو چکے تھے، اور انصار بہت
سرواتھم وجرحوا فقدمہ اللہ لرسو	خستہ اور بیزار ہو گئے تھے، اس لئے یہ دن خدا نے
فی دخولھم فی الاسلام	اپنے رسول پر انصار کے ایمان لانے کے لئے کیا تھا

حضرت انس، غیلان بن جریرا ور دوسرے ازدیون کو یہ واقعات سنایا کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ تمھاری قوم نے فلان فلان جنگ مین فلان فلان کام کئے،[2]

انصار کی مشہور لڑائیون کے بعد اب ہم اُن کی چند غیر مشہور لڑائیون کا تذکرہ کرتے ہین، اور چونکہ انکا سنہ معلوم نہیں اس لئے اِن کو کسی خاص ترتیب کے ساتھ نہین لکھ سکتے،

سید سمہودی نے انصار کی مشہور جنگون کے سلسلہ مین جنگ سرارہ کے بعد جنگ "دیک"[3] کا نام لیا ہے، اور دیک کے متعلق لکھا ہے کہ انصار کی ایک جگہ کا نام تھا، غالباً یہ "دیک" نہین بلکہ "ریک" ہے جس کے متعلق یہ ثابت ہے کہ وہان اوس وخزرج مین ایک لڑائی ہوئی تھی[4] اور اگر ہمارا یہ خیال صحیح ہے تو یہ جنگ بنو خطمہ مین ہوئی ہو گی، کیونکہ ان لوگون کا سکونت گاہ یہین واقع تھا اور اس مین ایک قلعہ بھی تھا،[5]

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۳۴ ح ۱، [2] صحیح بخاری ص ۵۳۳ ح ۱، [3] خلاصۃ الوفا ص ۱۰۹، [4] وفاء الوفا ص ۲۰۶ ح ۲، [5] وفاء الوفا ص ۲۵۲ ح ۲

تاہم علامہ ابن اثیر نے یوم الدریک کے عنوان سے کسی معرکہ کا ذکر نہیں کیا اور نہ کسی معرکہ کی سبب یہ تصریح کی کہ وہ مقام دریک میں برپا ہوا تھا، اس بنا پر ہم "یوم الدریک" کو انصار کی غیر معروف جنگوں میں شمار کرتے ہیں،

یوم الدریک کے بعد انصار کی چند خانہ جنگیوں کا جستہ جستہ ذکر آگیا ہے، چنانچہ بنو حارثہ (اوس) اور عبد الاشہل میں ایک لڑائی چھڑی تھی، جس میں حارثہ نے بنو ظفر کے ساتھ ملکر عبد الاشہل کو شکست دی اور سماک بن رافع (حضرت اسید بن حضیر کے دادا) کو قتل کر کے عبد الاشہل کو بنی سلیم کے علاقہ میں جلاوطن کردیا، حصین سماک نے بنی سلیم میں رہ کر زور و قوت پیدا کر لی تھی چنانچہ اُن کو لیکر بنو حارثہ پر حملہ کیا اور فتح پا کے بعد خیبر کی طرف بھیج دیا بنو حارثہ تقریباً سال بھر تک خیبر میں رہے، پھر حضیر کو خود رحم آیا اور اُن کو مدینہ بلا لیا اور صلح ہوگئی[۱]،

یہ غالباً یوم السرارہ سے قبل کا واقعہ ہے،

احیحہ اور بنی عبد المنذر میں بھی ایک خفیف سی جنگ ہوئی تھی، جس میں اِن کا دادا مارا گیا تھا، اور احیحہ کو اپنا قلعہ جس کا نام واقم تھا، اس کی دت میں دینا پڑا تھا،[۲] بنو جحجبا نے رفاعہ اور غنم کو بھی قتل کیا تھا، اور اُس کی وجہ سے ان کو قبا کی سکونت ترک کرنا پڑی[۳]

واقف اور سلّم میں بھی کسیقدر شکر رنجی پیدا ہوگئی تھی[۴]

بنو سلمہ ایک زمانہ تک متحد ہو کر رہے اور امتہ بن حرام کو اپنا سردار بنا یا لیکن پھر اُس میں اور صخر بن عبید میں جائداد کی بابت نزاع پیدا ہوئی، صخر تلوار لیکر مارنے اٹھا تو بنو عبید اور سواد درمیان میں پڑے اور امتہ کو بچا لیا، امتہ نے نذر مانی کہ اُس کو ضرور قتل کرون گا، لوگون کو خبر ہوئی تو صخر کو لوا لائے اور امتہ نے کچھ جائداد لیکر اسکا قصور معاف کردیا[۵]،

بنو حبیب اور بنو زریق میں حبیب کے قتل سے مخالفت پیدا ہوگئی تھی، جس سے بنو زریق اپنے قدیم مکانات چھوڑ کر چلے آئے[۶]،

---

[۱] خلاصۃ الوفاء ص ۸۵، [۲] ایضاً ص ۸۶، [۳] ایضاً، [۴] ایضاً، [۵] خلاصۃ الوفاء ص ۸۷، [۶] ایضاً ص ۸۹،

بنو غدارہ، مالک بن غضب کے قبیلہ میں تعداد کے لحاظ سے بہت کم تھے، اور با اینہمہ نہایت حریص واقع ہوئے تھے، اس بناء پر بنو لین یا بنو احدع میں ایک شخص کو مار ڈالا اور جب بات زیادہ بڑھی اور مقتول کے ورثہ دیت پر راضی نہ ہوئے تو ان لوگوں نے اپنے مکانات چھوڑ کر عمرو بن عوف میں سکونت اختیار کی[1]

انغمن بن مالک کی دو شاخوں میں میراث کے متعلق ایک جھگڑا ہوا تھا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ دونوں قبیلے بنو بیاضہ کے باغ میں گھس کر اس قدر لڑے کہ کشتوں کے پشتے لگا دئے، اور سب اسی جگہ لشکر رہ گئے، اس باغ کا نام اسی وجہ سے حدیقۃ الموت مشہور ہو گیا[2]

ابن واضح کاتب عباسی نے بعض نام اور بھی لئے ہیں اور وہ یہ ہیں[3]

(۱) یوم الصفینۃ: اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ سب سے پہلی جنگ تھی، ممکن ہے کہ صفینہ کسی مقام کا نام ہو اور جنگ سمیر جو انصار کی سب سے پہلی لڑائی شمار ہوتی ہے، وہیں ہوئی ہو،

(۲) یوم وفاق بنی خطمہ،

(۳) یوم اطم بنی سالم

(۴) یوم اتبروہ، ممکن ہے کہ اس سے حدیقۃ الموت کی لڑائی مراد ہو،

(۵) یوم الدار،

(۶) یوم بعاث ثانی: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ بعاث دو مرتبہ ہوئی،

---

[1] خلاصۃ الوفا ص ۲، [2] خلاصۃ الوفا ص ۸۸، [3] یعقوبی ص ۳۶، ۳۷ ج ۲،

انصار کا مذہب

ہمارے نزدیک چونکہ انصار، نابت بن اسمٰعیل کی اولاد ہین اس لئے ابتداءً ان کا مذہب بھی وہی رہا ہوگا جو حضرت اسماعیلؑ اور اُن کی اولاد کا تھا، پھر جب عمرو بن لحی کے ذریعہ سے بت پرستی پھیلی تو اور اسماعیلیون کی طرح انھون نے بھی اُس کو اختیار کیا ہوگا، چنانچہ واقعات حرف بحرف اِس کی شہادت دیتے ہیں، یمن کے زمانۂ سکونت میں تو کچھ پتہ نہین چلتا، البتہ جب سے یثرب مین اقامت اختیار کی اُس کا حال کسی قدر معلوم ہے، خزرج اکبر سے چوتھی پشت مین نجار گذرا ہے جو بنو نجار کا مورث اعلیٰ تھا، اس کا نام جیسا کہ تاریخون مین مذکور ہے تیم اللات تھا[1] لیکن بعد میں تیم اللہ ہوگیا، چنانچہ ابن ہشام اپنی سیرت مین بھی اخیر نام لکھتے ہین جو ممکن ہے کہ انصار کے مسلمان ہونے کے بعد بدلا گیا ہو، اور اِس قسم کی بہت سی نظیرین موجود ہیں، بنو سمیعہ جاہلیت مین بنو صماء کہلاتے تھے، لیکن آنحضرتؐ نے انکا نام سمیعہ رکھدیا،[2] قبیلے کے نام بدلنے کے ساتھ بہت سے اشخاص کے نام بھی تبدیل کئے تھے،

غرض تیم اللات کے نام سے معلوم ہوتا ہے، کہ انصار مین لات کی پوجا ہوتی تھی، انصار مین بعض قبائل اوس اللہ کہلاتے تھے، عجب نہین کہ اوس اللہ بھی پہلے اوس اللات رہا ہو، اور اگر یہ صحیح ہے تو انصار مین بت پرستی چار پشت اور آگے بڑھ جاتی ہے، اور اِس کی ابتدا متعین ہوجاتی ہے، کیونکہ اوس، عمرو بن لحی کا بھتیجا ہوتا تھا،[3]

مورخین عرب انصار کے بت کا نام مناۃ بتاتے ہیں، جو بطون کا بت تھا اور جس کا ذکر قرآن مجید مین بھی آیا ہے،

وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ سورہ نجم، ادر سے اخیر تفسیر امناۃ،

---

[1] طبری ص ۸۵ اح ۲، [2] اسد الغابہ ص ۹، ۱ ح ۵ [3] یعقوبی ص ۲۹۵ ج ۱،

یہ بت بنو اسماعیل میں سب سے پرانا تھا،[1] اُس کے بعد لات پوجا گیا ہے،[2] مناۃ، قدید میں سمندر کے ساحل سے متصل،[3] مشلّل نام ایک پہاڑ پر[4] نصب تھا، جو مدینہ سے سات میل ہے،[5] اُس کی اوس وخزرج اور غسان پوجا کرتے تھے،[6] اُن کے علاوہ اور قبائل بھی اُس کو پوجتے تھے، مثلاً ہذیل، خزاعہ، ازدشنوءہ،[7] (اہل عمان)، بنی کعب[8] اس بناء پر یہ کہنا صحیح نہیں کہ اُس کو صرف انصار پوجتے تھے، یا انصار میں صرف اسی کی پوجا ہوتی تھی اور دوسرے بتون کی نہیں ہوتی تھی، بلکہ جہانتک قرائن سے پتہ چلتا ہے مدینہ میں اور بھی بہت سے بت پوجے جاتے تھے، چنانچہ یاقوت نے لات کے تذکرہ مین لکھا ہے،

وکان قریش وجمیع العرب یعظمونها (ص ۳۱ ج ۷)، مناۃ کے متعلق بھی بعینہٖ یہی عبارت لکھی ہے (ص ۱۶۸ ج ۸) اور عزیٰ کے حالات میں تو اُس مسئلہ کو بالکل صاف کردیا ہے، چنانچہ فرماتے ہین،

ولم تکن قریش بمکة ومن اقام بها من العرب یعظمون شیئا من الاصنام اعظامهم العزی ثم اللات ثم مناة، (ص ۱۶۸ ج ۶) اُس سے معلوم ہوا کہ ان بتون کی پرستش کسی خاص قوم یا قبیلہ مین محدود نہ تھی، انصار کے بتون کی نسبت، مورخ طبری نے ہجرت نبوی کے ضمن مین ایک مقام پر لکھا ہے کہ حضرت علیؓ ایک مسلمان عورت کے ہان جو بے شوہر تھی اور قباء مین رہتی تھی ایک دو رات مقیم ہوئے تھے، اثنائے قیام میں روزانہ رات کو دروازہ کھلتا اور وہ عورت باہر سے کچھ لاکر رکھتی، چونکہ اُس کے شوہر نہ تھا حضرت علیؓ نے پوچھا، رات کو دروازہ کیون کھلتا ہے؟ بولی بات یہ ہے کہ مین بالکل لاوارث ہون اُس لئے سہل بن حنیف رات کو اپنی قومون کے بُت توڑتے ہین اور خفیہ لاکر مجھکو دیجاتے ہین کہ ان کا ایندھن بناؤں،[9] حضرت علیؓ پر سہل بن حنیف کے اس فعل کا بڑا اثر پڑا، اِس روایت سے معلوم ہوا کہ انصار کے گھرون مین لکڑی کے بت کثرت سے تھے،

بنو سلمہ مین عمرو بن جموح ایک نہایت ممتاز شخص تھا، جب معاذ بن جبل وغیرہ مسلمان ہوئے

---

1 معجم البلدان ص ۱۶۷ ج ۸، 2 ایضاً ۳۱ ج ۷، 3 یعقوبی ص ۲۹۶ ج ۱، 4 معجم البلدان ص ۱۶۷ ج ۸، 5 ایضاً ص ۱۶۷، 6 طبقات ابن سعد ص ۷۱ ج ۲ قسم ۱، 7 معجم البلدان ص ۱۶۹ ج ۸، 8 زرقانی ص ۲ ج ۲، 9 طبری ص ۱۲۴۴ ج ۳

تو اس کے بُت کو جس کا نام مناۃ تھا اور لکڑی کا تھا، اٹھا کر پھینک آتے تھے، عمرو کے ماسوا تمام سرآوردہ لوگوں کے گھروں مین بُت موجود تھے[1]، اور مندروں مین جو بت موجود تھے اُن کا شمار ان کے علاوہ تھا، چنانچہ غنم بن مالک بن نجار کا ایک بُت خانہ تھا مین بہت سے بُت تھے، اور عمرو بن قیس اُس کا متولی تھا[2]، مذکورہ بالاقرائن کے باوجود کیا اِن تمام بتوں کو مناۃ کی مورتین فرض کیا جاسکتا ہے؟ علاوہ برین انصار مین مختلف بتوں کے انتساب سے نام رکھا جاتا تھا، اور یہ خود ان کی متعدد بتوں کی پرستش پر دلالت کرتا ہے، تیم اللات کا ذکر اوپر گذر چکا، بنو حبلیہ (نجار) کے مورثوں مین ایک شخص کا نام زید اللات تھا جس کو ابن ہشام نے اپنی عادت کے مطابق زید اللہ لکھا ہے[3]، حضرت ابو طلحہؓ کے بزرگوں مین ایک شخص کا نام زید مناۃ تھا[4]، بنی ساعدہ مین جو خزرج اکبر کی اولاد تھے، ایک آدمی کا نام عبد ود تھا[5]، حارث بن خزرج کے ایک شخص مسمّٰی بہ سفیان بن بشر کا نام ابن ہشام نے سفیان بن نسر بتایا ہے[6]، ابو عقیل عبد الرحمن کا نام عبد العزیٰ تھا[7]،

ان تمام تصریحات سے معلوم ہوا کہ انصار مین مناۃ کے علاوہ اور بتوں کی پوجا یا کم از کم تعظیم کا خیال ضرور موجود تھا، ہمارے مورخین نے مناۃ کی جو تخصیص کی اُس کے یہ معنی ہین کہ اِس بُت کی انصار کے دلوں مین زیادہ عظمت تھی، چنانچہ یاقوت نے لکھا ہے[8]،

ولم یکن احد اشد اعظاما له من	اوس و خزرج سے زیادہ کوئی
الاوس والخزرج	قبیلہ مناۃ کی عزت نہیں کرتا تھا،

تعظیم کی وجہ ظاہر ہے، اور یہ خود مناۃ کے مادہ مین موجود ہے، مناۃ منا سے نکلا ہے جس کے معنی قدر یعنی اندازہ کرنے کے ہین، چونکہ انصار اُس کو قضا و قدر کا حاکم سمجھتے تھے اس لیے اُس کی حد درجہ تعظیم کرتے تھے اور اُس کی رضاجوئی کے لئے طرح طرح کی رسمین ایجاد کر لی تھین، مثلاً وہین سے احرام باندھتے تھے، وہین ہدی بھیجتے تھے، حج سے واپس آ کر وہین سر منڈاتے اور قربانی کرتے تھے،

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۸۰ ج ۱، [2] اصابہ ص ۱۹۵ ج ۱، [3] سیرت ص ۲۵۱ ج ۱، [4] تہذیب التہذیب ص ۱۴۱ ج ۳، [5] اصابہ ص ۱۳۹ ج ۶، [6] سیرت ص ۲۰۲ ج ۱، [7] اسد الغابہ ص ۲۵۷ ج ۵، [8] معجم البلدان ص ۱۶۸ ج ۸،

عرض انصار کا مذہب، عام اہلِ عرب کی طرح بت پرستی تھا، تاہم بعض بعض لوگ بداپرستی کے طرف مائل تھے، اور اُن کی مختلف صورتیں اختیار کی تھیں، چنانچہ بعض لوگ یہودی ہوگئے تھے[۱]، اور یہ خیبر کے یہود اور قریظہ اور نضیر کے میل جول کا نتیجہ تھا[۲]، یہودی مذہب نے انصار میں جو مقبولیت حاصل کی تھی اُس کا یہ اثر تھا کہ جب کسی عورت کے لڑکا زندہ نہ رہتا تو منّت مانتی تھی کہ اگر اولاد پیدا ہوئی اور زندہ بچی تو اُس کو یہودی بناؤں گی[۳]، اس طرح انصار میں یہودی مذہب اختیار کرنے والوں کی ایک خاص تعداد ہوگئی تھی[۴]، جن میں قبائل عوف، نجار، حارث، ساعدہ، جشم، اوس، ثعلبہ داخل تھے[۵]، صرمہ ابوقیس، سلسلہ بن براہم (بنو نجار میں) لبید بن اعصم (بنو زریق میں) کنانہ بن صوریا، (بنو حارثہ میں) اور قردم بن عمرو[۶]، (بنو عمرو بن عوف میں) اِن قبائل کے مشہور اور سر برآوردہ یہودی ہیں،

بعض لوگوں نے حنیفی مذہب اختیار کر لیا تھا، چنانچہ ابوقیس صرمہ کے متعلق مذکور ہے کہ انھوں نے یہودی مذہب اختیار کر کے چھوڑ دیا اور عیسائی بنا چاہا لیکن پھر اپنے گھر کو عبادت گاہ بنا کر گوشہ نشین ہوگئے اور کہنے لگے اعبد رب ابراهیم (میں ابراہیم کے خدا کی عبادت کرتا ہوں)،

ابوقیس صیفی بن اسلت بھی اسی مذہب میں داخل تھا[۷]،

بعض صرف توحید کے قائل تھے، اسعد بن زرارہ اور ابوالہیثم بن تیہان کا اسی میں شمار تھا[۸]،

بعض عیسائی ہوگئے تھے، ابوالحصین کے بیٹے انھیں میں شامل تھے[۹]، بعض اِن کے علاوہ کسی اور مذہب کے پیرو تھے، سوید بن صامت انھیں میں تھا، اور لقمان کی حکمتوں پر عمل کرتا تھا[۱۰]،

مااینہمہ انصار کا ہر فرد مذہب ابراہیمی کے کچھ نہ کچھ احکام کا پابند تھا، حج بیت اللہ، قربانی، مہمان نوازی، اشہرِ حرم کی عزت، فواحش کو بُرا سمجھنا، اور جرائم پر سزا دینا، یہ تمام باتیں دین ابراہیمی کا جزو تھیں اور انصار ان پر کاربند تھے،

۱؎ ابوداؤد ص ۹ ج ۲، ۲؎ یعقوبی ص ۹۸ ج ۱، ۳؎ ابوداؤد ص ۹ ج ۲، ۴؎ سیرت ابن ہشام ص ۲۷۹ و ۲۸۰ ج ۱، ۵؎ اسد الغابہ ص ۲۸ ج ۵، ۶؎ سیرت ابن ہشام ص ۲۸۶ ج ۱، ۷؎ اسد الغابہ ص ۲۰۸ ج ۵، ۸؎ طبقات ابن سعد ص ۱۴۲ ج ۳ قسم ۱، ۹؎ ۱۰؎ اسد الغابہ ص ۲ ج ۵

نماز کی ایک بگڑی ہوئی صورت انصار مین باقی تھی چنانچہ ان کا ایک شاعر ابو قیس بن اسلت

حبشیون کی مکہ مین شکست پر فرط مسرت سے کہتا ہے،

فقوموا فصلوا ربکم و تمسحوا بارکان ھذا البیت بین الاخاشب[۱]

حج کرتے تھے، اور اس کا یہ طریقہ تھا، کہ گھر سے چلتے وقت شناخت کے طور پر کھجور کی جڑین کاٹ کر

دروازہ پر لٹکا دیتے تھے[۲]، اس کے بعد قدید جاتے اور مناة کے سامنے نماز پڑھتے، پھر تلبیہ کہتے ہوئے مکہ آتے،

تلبیہ یہ تھا لبیک رب غسان راجلها والفرسان[۳]، مکہ مین منی کی گھاٹی کے قریب ٹھہرتے، صفا اور

مروہ کا طواف کرتے[۴]، پھر حج کے تمام رسوم ادا کر کے واپس ہوتے اور قدید پہونچکر مناة کے سامنے سر

منڈواتے (مکہ مین سر نہین منڈواتے تھے) اور وہان چند روز قیام کرتے تھے، اس کے بغیر حج کو

ناتمام سمجھتے، ہدی بھی یہین بھیجتے، اور یہین قربانی کرتے تھے[۵]، اس کے بعد گھر آتے اور مکانات مین دروازہ

کے بجائے پشت کی کھڑکیون سے داخل ہوتے[۶]، اور جب تک محرم رہتے یہی کرتے تھے[۷]،

حج کے ایام مین شکار کھیلتے[۸]، لڑائیون کو موقوف کرتے اور دشمنون سے تعرض نہین کرتے تھے[۹]،

مکر و زور سے نفرت کرتے، چنانچہ ثعلبة العنقاء کے متعلق اوپر گذر چکا ہے کہ محض خدع بن حسان

کی مکاری کی وجہ سے غسان کی حکومت چھوڑ دی تھی[۱۰]،

مہمان نواز تھے، اور دشمنون تک کی ضیافت کرتے تھے، چنانچہ علامہ طبری نے لکھا ہے کہ جس

زمانہ مین انصار اور تبع سے جنگ ہو رہی تھی انصار دن کو لڑتے اور شب کو اس کی ضیافت کرتے تھے[۱۱]،

عہد کو پورا کرنے اور اس کے لئے جان لڑا دیتے تھے، جنگ سمیر جو انصار کی پہلی لڑائی تھی اسی کا

نتیجہ تھی اور قبیلہ ذبیان کے ایک شخص کی بدولت برپا ہوئی تھی[۱۲]، دشمنی اور مخالفت کیوجہ سے انکو

---

۱ سیرت ابن ہشام ص ۳۰ ج ۱، ۲ ابن اثیر ص ۸ ج ۱، ۳ یعقوبی ص ۲۹۶ ج ۱، ۴ القصاص ص ۲۹۶ ج ۱، ۵ طبقات ابن سعد ص ۹۴ ج ۱ ق ۱، ۶ صحیح بخاری ص ۲۲۳ ج ۱، ۷ معجم البلدان ص ۶۸ ج ۸، ۸ صحیح بخاری ص ۶۴۳ ج ۲، ۹ یعقوبی ص ۲۹۶ ج ۱، ۱۰ صحیح بخاری ص ۲۴۵ ج ۱، ۱۱ ابن اثیر ص ۵۰ ج ۱، ۱۲ معارف ابن قتیبہ، ۱۳ طبری ص ۱۹ ج ۲،

ایک دوسرے کا غلام بنا لیتا تھا[1] لیکن وہ بدعہدی کے مقابلہ میں اس ننگ کو گوارا کرتے تھے، میدان جنگ سے اگر ایک گروہ شکست کھا کر فرار ہوتا اور اپنے گھر چلا آتا تو دوسرا گروہ تعاقب سے احتراز کرتا تھا،[2]

ان عمدہ باتوں کے ساتھ ساتھ ان میں بعض انتہا درجہ کی بد اخلاقیاں موجود تھیں، مثلاً وہ سوتیلی ماں سے شادی کرتے تھے، اور یہ رسم آغاز اسلام تک جاری تھی، چنانچہ جب ابوقیس بن اسلت کا انتقال ہوا تو اُس کے بیٹے نے اپنی سوتیلی ماں کو نکاح کا پیغام دیا، وہ آنحضرتؐ کے پاس آئی اور آپ خاموش ہو گئے اور یہ آیت نازل ہوئی، ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم من النساء، اس قصہ کے راوی کا بیان ہے کہ یہ سب سے پہلی عورت ہے جو اپنے شوہر کی اولاد پر حرام ہوئی، اس کا نام کبشہ بنت معن بن عاصم تھا،[3]

آبائی جائداد میں بیٹیوں کا کچھ حق نہ تھا، اولاد ذکور بھی جب تک نابالغ رہتی میراث کی مستحق نہیں ہوتی تھی[4]

ان باتوں کے علاوہ اُن کے عقائد میں چند اوہام بھی داخل تھیں، جن میں ایک جھاڑ پھونک بھی ہے، آنحضرتؐ کے زمانہ تک اس کے جاننے والے موجود تھے، چنانچہ طبرانی نے اپنے مسند میں لکھا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے جھاڑ پھونک سے ممانعت فرمائی تو عمرو بن حزم نے کہ سانپ کے کاٹے کو جھاڑتا تھا آکر کہا کہ آپ منع فرماتے ہیں حالانکہ میں اس کا منتر جانتا ہوں اور جھاڑتا ہوں (یعنی اس ممانعت کی تعمیل کے باوجود نفس منتر کے جاننے اور اس کام کے کرنے کا کیا کفارہ ہو سکتا ہے) آنحضرتؐ نے اس سے منتر سنا تو فرمایا اس میں کچھ حرج نہیں، اس کے بعد ایک دوسرا انصاری آیا، اور کہا میں بچھو کو جھاڑتا ہوں آپ نے کہا تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہونچا سکتا ہو پہونچائے[5]

اسلام لانے کے بعد بھی انصار میں جھاڑ پھونک کا رواج باقی تھا، چنانچہ صحیح بخاری میں

---

[1] اسد الغابہ ص ۲۴۷، ۵۴۲ ج ۵، [2] ابن اثیر ص ۴۰ ج ۱، [3] اصابہ ص ۱۵۹ ج ۸، [4] اسد الغابہ ص ۲۹۶ ج ۲، [5] اسد الغابہ ج ۱

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت آئی ہے کہ ان لوگون نے ایک سفر مین کسی قبیلے کے رئیس کو

جسے بچھو نے ڈسا تھا، جھاڑا تھا اور اس کے معاوضہ مین تین بکریان لی تھین[1]

طہارت کا خیال حد درجہ تھا۔ تمام عرب طہارت مین ڈھیلے استعمال کرتے تھے، لیکن انصار ڈھیلوں کے

ساتھ پانی بھی لیتے تھے، اسلام کے زمانہ مین ان کا یہ فعل نہایت مستحسن سمجھا گیا اور قرآن مین ان کی

تعریف نازل ہوئی[2]

مردوں کو دفن کرتے تھے، اور بقیع الغرقد کو قبرستان بنایا تھا[3]

ابن ہشام مین ایک موقع پر انصار کے عقائد کا ضمناً تذکرہ آگیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہین،

الاوس والخزرج اہل شرک یعبدون	اوس وخزرج مشرک تھے بت پوجتے تھے، جنت
الاوثان لا یعرفون جنة ولا نارا ولا	دوزخ بعث ولحشر، قیامت، کتاب، حلال
بعثا ولا قیامة ولا کتابا ولا حلالا	اور حرام کو نہیں جانتے تھے،
ولا حراما	

جھاڑا تھا

اس کے بعد آگے چل کر لکھتے ہین، کہ یہ لوگ قیدیون کا فدیہ، توراۃ کے بموجب دیتے تھے اور یہ

یہود کی صحبت کا اثر تھا[4]

---

[1] صحیح بخاری ص ۴۹، ج ۲، [2] سنن ابن ماجہ ص ۴۳، [3] خلاصۃ الوفا ص ۲۶۳، [4] سیرۃ ابن ہشام ص ۴۳ ج ۱،

انصار کا تمدن

اوپر گذر چکا ہے کہ بطلی، بنو اسماعیل میں سب سے زیادہ متمدن تھے، انصار کو چونکہ ہم بطلی الاصل سمجھتے ہیں اس لئے ہمکو دکھانا چاہئے کہ ان میں تمدن کا کہاں تک اثر تھا؛ ذیل کے واقعات میں ہم اس سوال کا جواب دینا چاہتے ہین،

نظام اجتماعی

انسان چونکہ بالطبع مدنیت کا دلدادہ واقع ہوا ہے اس لئے وحشی قبائل بھی ایک نظام بنا کر اپنی زندگی بسر کرتے ہین، یہی وجہ ہے کہ ان قبائل مین بھی ایک شخص سردار ضرور ہوتا ہے، پھر جب تمدن پھیلتا ہے اور وحشت کم ہوتی ہے تو یہ نظام بھی وسیع ہوتا ہے اور اس مین متعدد شاخین پیدا ہوجاتی ہین،

انصار مین مازن بن ازد سے حارثۃ الغطریف کے زمانہ تک صرف سردارون کے نام نظر آتے ہین، عمرو بن عامر معروف مزیقیا کے وقت مین سردار قبیلہ کیشا ایک اور نام بھی معلوم ہوتا ہے (مالک بن یمان[۱]) لیکن یہ نہین پتہ چلتا کہ اس کی حیثیت کیا تھی، عمرو کے بیٹے ثعلبۃ العنقا کے عہد مین جب وہ عسایر مقیم تھا، عک سے نہایت خونریز جنگ ہوتی ہے، تو اس موقع پر ثعلبہ کی قوم ایک باقاعدہ فوج نظر آتی ہے، جو جذع بن سنان کے اشارون پر حرکت کرتی تھی، چونکہ جذع نے فوج کا تمام نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا، اس لئے مورخین اس کو سپہ سالار لکھتے ہین[۲]

غرض ثعلبہ کے وقت سے انصار مین دو عہدے قائم ہوئے، رئیس اور سپہ سالار، اور یہ دونون ایک زمانہ تک برقرار رہے، بلکہ بسا اوقات ایسا ہوا کہ رئیس ہی نے سپہ سالاری کی خدمت بھی انجام دی، چنانچہ مالک ابن عجلان خزرجی، اور عمرو بن طلحہ نجاری کے متعلق اسی قسم کے واقعات ملتے ہین،

اس وقت تک چونکہ انصار کے قبائل باہم متحد تھے، اس لئے ان مین رئیس ایک شخص ہوتا اور وہ عموماً قبیلہ خزرج سے ہوتا تھا، چنانچہ مدینہ کی سکونت کے زمانہ مین ہمکو رؤسائے انصار میں سے جس شخص کا

[۱] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۷، ۳۴۲ [۲] کتاب المعارف ابن قتیبہ

نام سے قدیم ملا ہے وہ مالک بن عجلان ہے، جو سالم بن عوف بن خزرج کی اولاد تھا، سید سمہودی اس کے سند لکھتے ہیں[۱]

وسودہ الحیان کلا الاوس والخزرج — اس کو اوس اور خزرج دونوں نے سردار مانا تھا،

مالک کے بعد ریاست خاندان سالم سے نکلکر خاندان نجار میں چلی گئی، چنانچہ تبع اور انصار سے جو جنگ ہوئی اس میں عمرو بن طلحہ نجاری سپہ سالار افواج تھا، اس کے متعلق علامہ طبری نے تصریح کی ہے کہ وہی اس زمانہ میں انصار کا رئیس بھی تھا[۲]، ان دونوں روایتوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انصار کی ریاست جمہوری اصول پر قائم تھی، ورنہ شخصی ہونے کی صورت میں رئیس صرف ایک خاندان سے ہوتا اور دوسرے خاندان میں انتقال ریاست کے وقت خانہ جنگیاں پیش آتیں، حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا،

لیکن جب انصار میں نزاع پیدا ہوئی تو ریاست دو حصوں میں منقسم ہو گئی، اوس اور خزرج، اوس میں عبد الاشہل اور خزرج میں ساعدہ کا خاندان اپنے اپنے قبائل پر حکومت کرتا تھا، چنانچہ آنحضرت کے زمانہ میں اوس کے سعد بن معاذ اور خزرج کے سعد بن عبادہ رئیس تھے[۳]،

یہ تقسیم کچھ یہیں تک محدود نہیں رہی، بلکہ ان دونوں قبیلوں میں جتنے خاندان تھے سب نے اپنے لئے علیحدہ علیحدہ رئیس تجویز کر لئے، چنانچہ قبیلہ اوس میں سے جحجبا نے احیحہ بن جلاح کو سردار بنایا[۴]، خزرج میں بھی اسی طرح تفریق ہوئی، بنو مازن بن نجار کی سیادت عاصم کو ملی[۵]، بنو سلمہ نے امیہ بن حرام کو سردار بنایا[۶]، امیہ کے بعد بنو سلمہ باہمی خونریزیوں کی بدولت متفرق ہو گئے تھے، لیکن پھر جد بن قیس نے سب کو مجتمع کیا اور خود سردار بن بیٹھا، آنحضرت کے زمانہ میں بنو سلمہ کا یہی سردار تھا[۷]،

جنگ بعاث کے بعد جب دونوں قبیلوں نے زچ ہو کر ہمت ہار دی تو پھر قدیم نظام پر عمل کرنے کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ قبیلہ خزرج میں سے ایک شخص عبد اللہ ابن ابی پر سب نے اتفاق کیا اور اس کو

[۱] خلاصۃ الوفا ص ۸۳، [۲] طبری ص ۱۹ ج ۲، [۳] صحیح بخاری ص ۹۵۱ ج ۲، [۴] ابن اثیر ص ۹۵ ج ۱، [۵] ایضاً، [۶] خلاصۃ الوفا

یثرب کا رئیس بنانے کی تجویز پیش کی صحیح بخاری میں حضرت سعد بن عبادہ سردار خزرج کے زبانی منقول ہے[۵]

لقد اصطلح اہل ھذہ البحیرۃ علی ان — اِس شہر کے باشندوں نے اس (ابن ابی)

یتوجوہ فیعصبوہ بالعصابۃ — کو تاج پہنانے اور بادشاہ بنانے کا فیصلہ کرلیا تھا،

ابن ابی پر اتفاق کی وجہ یہ تھی کہ وہ فطرتاً امن پسند واقع ہوا تھا، چنانچہ جنگ فجار کے ضمن میں گذر چکا ہے کہ اُس نے عمر بن نعمان کو یہودی غلاموں کے قتل سے منع کیا تھا،[۲] اسی طرح وہ جنگ بعاث میں بھی بالکل الگ تھا،[۳] ایک موقع پر اس نے انصار اور قریش کی جنگ کو بھی ٹالا تھا،[۴] لیکن ابھی تخت نشینی کی نوبت نہ آئی تھی کہ انصار نے اسلام قبول کرکے آنحضرتؐ کو دین و دنیا کی حکمرانی کے لئے مدینہ بلایا اور ابن ابی کی ساری اُمیدیں خاک میں مِل گئیں،

ریاست کیساتھ سپہ سالاری کا بھی یہی حشر ہوا، جب دونوں قبائل میں جنگ کا آغاز ہوا تو ہر قبیلے کا سپہ سالار علیحدہ علیحدہ تھا، چنانچہ حضیر بن سماک،[۵] ابو قیس بن اسلت اور عمرو بن نعمان بیاضی مختلف جنگوں میں دونوں قبیلوں کی طرف سے اِس منصب پر فائز ہوئے ہیں، اسلام سے پہلے قبیلۂ اوس کا یہ عہدہ حضیر کے بیٹے اسید کو تفویض ہوا تھا،[۶]

امیر اور سالار لشکر کے عہدوں کیساتھ انصار میں ایک اور اعزاز بھی تھا، یعنی بت خانہ کی تولیت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اِس عہدہ پر عمرو ابن قیس نجّاری، بنو نجار کی طرف سے مامور تھا،[۸] اور قبائل میں بھی کچھ لوگ رہے ہوں گے لیکن ہم کو ان کے نام معلوم نہیں،

نظام عسکری انصار نے چونکہ باقاعدہ ایک چھوٹی سی ریاست کی بنیاد قائم کی تھی اس لئے ان کو ریاست کے تمام لوازمات رکھنے پڑتے تھے، مثلاً فوج، قلعے، دیواریں، قبرستان،

فوج کے متعلق یہ تصریح نہیں کہ تعداد میں کتنی تھی، جہانتک قرائن سے پتہ چلتا ہے کوئی مخصوص

---

[۱] صحیح بخاری ص ۹۲۴ ج ۲، [۲] ابن اثیر ص ۵۱۰ ج ۱، [۳] ایضاً ۵۱۱، [۴] طبقات ابن سعد ص ۱۵ ج ۱ قسم ۱، [۵] اسد الغابہ ص ۹۲ ج ۱، [۶]

ابن اثیر ص ۵۱۵ ج ۱، [۷] ایضاً ص ۵۱۶، [۸] سیرت ابن ہشام ص ۳۲۲، [۹] ایضاً ص ۲۹۵

فوج نہ تھی بلکہ قبیلہ کا ہر شخص سپاہی ہوتا تھا جو وقت پر اپنے قبیلہ و وطن کی طرف سے جان نثاری کے لئے بڑھتا تھا، چنانچہ عمرو بن سلم (اوس) میں ایک زمانہ میں ہزار جوان موجود تھے[۱]، بنو مالک بن غضب کی (بنی زریق کے علاوہ) بھی یہی تعداد تھی[۲]،

لڑائی کے وقت صف بندی کا طریقہ یہ تھا، چنانچہ حضرت ابو ایوبؓ نے جنگ بدر میں صف آرائی کی نسبت بیان کیا ہے کہ "ہم لوگ جس وقت تیار ہوئے[۳] تو کچھ لوگ صف سے[۴] باہر نکل کر کھڑے ہوئے، آنحضرتؐ نے فرمایا میرے ساتھ رہو[۵]"، انصار کی لڑائیوں کے حالات پڑھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت بے تقریبی کیساتھ گتھ جاتے تھے، البتہ ہزیمت کے وقت یہ قاعدہ تھا کہ جب ایک فریق بھاگ کر اپنے محلہ میں چلا جاتا، تو دوسرا فریق تعاقب چھوڑ دیتا تھا، لیکن کبھی یہ قانون بھی ٹوٹ جاتا اور گھروں میں بھی پناہ نہ ملتی، اس وقت دوسرا فریق قلعہ بند ہو جاتا تھا[۶]،

جب آتشِ منافرت زیادہ بھڑکتی تو نہایت بے دردی کیساتھ قتل عام شروع ہوتا، مالک بن غضب کے دو قبیلے اسی طرح اُڑ کر فنا ہوئے[۷] کہ ایک رونے والا بھی اُن میں باقی نہ رہا جنگ بعاث میں اوس نے خزرج کی گردنوں پر تلوار رکھی لیکن پھر باز آ گئے[۸]،

فوج میں جو لوگ صرف حالات معلوم کرنے اور لڑائی دیکھنے کے لئے آتے ان سے کوئی تعرض نہیں کرتا تھا، جنگ جسر میں عیینہ اور خیار لڑائی کا نظارہ کر رہے تھے[۹]، جنگ بعاث میں عبداللہ ابن ابی گھوڑے پر چڑھ کر میدان کے ارد گرد پھر رہا تھا اور حالات پوچھ رہا تھا[۱۰]،

لڑائی کے لئے کوئی ایک میدان مقرر نہ تھا، بلکہ ہر قبیلے کا سکونت گاہ میدانِ جنگ کا کام دیتا تھا، کیونکہ قلعے ہر قبیلے اور ہر محلے میں تھے کبھی کبھی قلعوں کو چھوڑ کر باغوں میں بھی لڑائی ہوتی تھی، قلعے نہایت کثرت سے تھے، اور ایک ایک قبیلے کے پاس متعدد تھے، مثلاً زید بن مالک کے پاس

له خلاصۃ الوفاء ص ۱۷۷، که الصابہ ص ۲۲، که مسند ابن حنبل ص ۳ ج ۵، که ابن اثیر ص ۲ ج ۱، که خلاصۃ الوفاء ص ۲۲، که ابن اثیر ص ۲۱۱ ج ۱، که الغیا...

۱۴ قلعے تھے[1] عبد الاشہل خطمہ کے پاس بھی چند تھے، اور بنو اجدع نے ۲ قلعے تعمیر کئے تھے[2]، ان قلعوں کی مختصر فہرست یہ ہے،

۱- آل ساعدہ

	نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۱	اجم	دباب	
۲	تبس	+	عثمان کا تھا
۳	معرض	+	
۴	واسط	+	ابو حریمہ کا تھا
	۲- عبد الاشہل		
۵	رعل	+	
۶	عاصم	فقارہ	
۷	میسر	+	
۸	واقم	+	
	۳- خدرہ		
۹	اجرد	بصہ	
۱۰	واسط	+	
	۴- انیف		
۱۱	اجش	قبا	

	نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۱۲	×	قبا	
۱۳	×	″	
۱۴	نواحاں	″	۲ قلعے تھے
	۵ عبید		
۱۵	الطول	مسجد حربہ	
۱۶	اعماد	مداد و ذریحیل میں	۴ قلعے
۱۷	حیس	+	
	۶- حرام		
۱۸	اعراد	+	دیکھو عبید
۱۹	جاعس	متصل فتح	
۲۰	مذاد	″	
	۷- واقف		
۲۱	+	مسجد فصیح	
۲۲	ریدان	″	

[1] خلاصۃ الوفا ص ۸۶، – [2] ایضاً ص ۸۰،

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۸- ادس		-
۲۳ +	جذمان	+
۹- سلم		
۲۴ خصی	مسجد قبا	
۱۰- حارثہ		
۲۵ حصی	+	
۲۶ ریان	+	
۲۷ مربع	+	
۲۸ نیار	نیار	
۱۱- سواد		
۲۹ خیط	مسجد قبلتین	
۳۰ منیع	رر	
۱۲- زعوراء		
۳۱ راتج	راتج	
۱۳- رریق		
۳۲- ریاں	+	
۱۴ نجار		
۳۳- راہریہ	+	بنو عدی کا تھا

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۳۴ عرایان	+	تضر
۳۵ حارع	+	مغالہ
۳۶ ویرع	+	غنم
۳۷ مستعط	مسجدلی	جدیلہ
۳۸ مسیف	مسجد بنو دینار	دینار
۳۹ واسط	+	مازن
۱۵- اجشم		
۴۰ سنح	سنح	
۱۶- سمیعہ		
۴۱ سعدان	کہج	
۱۷- بیاضہ		
۴۲ سوید	جماضہ	یہ قلعہ شاہ تھا
۴۳ سرارہ	+	
۴۴ عقرب	روحا	
۴۵ عقبان	سبخہ	
۴۶ لوی	+	
۱۸- عطبہ		
۴۷ شاس	مسجد قبا	

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفت
۱۹- سالم		
۴۸ شماخ	+	
۴۹ قواقل	عصبہ	
۲۰- ضبیعہ		
۵۰ شنیف	قبا	
۲۱ زید بن مالک		
۵۱ صیاصی	قبا	۱۴ قلعے تھے
۲۲- ججبا		
۵۲ ضحیان	عصبہ	
۵۳ مستظل	چاہ غرس	
۵۴ ہجیم	عصبہ	
۲۳- خطمہ		
۵۵ صع ذرع	چاہ ذرع	
۵۶ نفاع	چاہ عمارہ	
۲۴- امیہ بن زید		
۵۷ غذق	×	
۲۵- غنم		
۵۸ قواقل	عصبہ	

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۲۶- جبلی		
۵۹ مراحم	×	
۲۷- مالک بن عجلان		
۶۰ مزدلفہ	مسجد جمعہ	
۲۸- وائل بن زید		
۶۱ موجا	×	
۲۹- مجدعہ		
۶۲ ہجیم	عصبہ	
۳ نامعلوم قلعے		
۶۳ اشنف	مسجد حربہ	
۶۴ بئراہجیم	عصبہ	
۶۵ بخرج	قبا	
۶۶ بعع	"	
۶۷ بلحان	شجرہ	
۶۸ شبعان	سنح	
۶۹ صرار	حرہ شرقیہ	
۷۰ صیصہ	قبا	
۷۱ عاصم	"	

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت	نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۷۲ علایہ	عصبہ	مسجد قبا کا مینا اسی جگہ پر تھا	۷۷ کومۃ المدر	ثمغ	
۷۳ غرہ	قبا		۷۸ مراوح	قبا	
۷۴ قیاب	×		۷۹ واقم	″	یہ قلعے تھے
۷۵ کلب	×		۸۰ تیخان	قراج	″
۷۶ کنس حصین	مہران (قبا)		۸۱ ازرق	فناۃ	

قلعون کے علاوہ انصار نے جابجا دیوارین بنا رکھی تھین، سیلاب کے ساتھ دشمنون کیلئے بھی مزاحم ہوتی تھیں، مدینہ کی سب سے بڑی دیوار وہ تھی جو شہر کے چارون طرف کھنچی ہوئی تھی، اور جس کو سور مدینہ کہا جاتا ہے[۱]، بنو بیاضہ کے محلّہ مین ایک دیوار تھی، اس کا نام حماصہ تھا[۲]، بنی زریق نے بھی ایک دیوار بنائی تھی[۳]، ایک دیوار وہ تھی جو حرہ کی آتشزدگی مین جلی تھی[۴]، ایک دیوار کا نام ربیع تھا اور انصار کا ایک معرکہ یہین ہوا تھا[۵]، معبس اور مضرس نامی بھی دو دیوارین تھین، جن کی آڑ مین چند دنون تک انصار نے جنگ کی تھی[۶]، ان دیوارون، قلعون اور گنجان آبادی کی وجہ سے مدینہ نہایت مستحکم اور ناقابل تسخیر شہر بن گیا تھا، طبقات مین ہے[۷]،

کان سائر المدینۃ مشبکا بالبنیان — مدینہ اپنی گنجان آبادی کی وجہ سے گویا ایک

فھی کالحصن — قلعہ معلوم ہوتا تھا،

عبداللہ بن ابی کا قول ہے، فواللہ ماخرجنا منہا الی عدو لنا قط الا اصاب منا ولا دخلہا علینا الا اصبنا منہم[۸] یعنی ہم نے جب مدینہ سے نکلکر مقابلہ کیا تو شکست کھائی اور جب یہین رہ کر لڑے تو ہمیشہ فتح ہوئی،

[۱] خلاصۃ الوفاء ۳، [۲] ایضاً ۱۲۷، [۳] ایضاً ۲۷، [۴] ایضاً ۸۸، [۵] ایضاً ۲۶۸، [۶] ابن جریر ۱۴۹۵، [۷] ایضاً، [۸] طبقات ابن سعد ج ۲ قسم ۱

آنحضرت صلعم نے اِسی استحکام کی وجہ سے مدینہ کو "درع حصینہ" مضبوط زرہ کہا ہے [۵۱]

چونکہ انصار مین ہمیشہ خانہ جنگی رہا کرتی تھی، اُس کے سوا مردون کے دفن کرنے کا عرب مین قدیم دستور بھی تھا، اس لئے انصار نے مدینہ مین مختلف قبرستان بنا لئے تھے، ایک بنو ساعدہ کا قبرستان تھا جس پر بعد کو مدینہ کا بڑا بازار آباد ہوا [۵۲] عبدالاشہل کا قبرستان مقبرہ کے نام سے مشہور تھا [۵۳]، بقیع الغرقد جو آج بھی نہایت مشہور قبرستان ہے پہلے ایک زرخیز خطہ تھا، درخت کاٹ کر قبرستان بنا یا گیا، عمرو بن نعمان بیاضی اپنی قوم کے مرثئے مین کہتا ہے [۵۴]،

خلت الديار فساد غير مسود ‏ ‏ ومن العناء تفردي بالسودد

اين الذين عهدتهم في غبطة ‏ ‏ بين العقيق الى بقيع الغرقد

بنو سلمہ کا بھی ایک جدا گانہ قبرستان تھا [۵۵]، بنو خطمہ نے بھی ایک قبرستان بنایا تھا جو عرص کے طرف واقع تھا [۵۶] اور بنو بخار کا قبرستان مسجد نبوی کی جگہ پر تھا چنانچہ جب آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تو قبرون کو اُکھڑوا کر مسجد کی بنیاد ڈالی [۵۷]

سب سے اخیر ہمکو یہ دکھلانا چاہئے کہ انصار مین ہتھیارون کا کیا بندوبست تھا، اُس کے متعلق زیادہ تفصیل معلوم نہیں صرف اِس قدر معلوم ہے کہ مدینہ مین رقم نامی ایک جگہ تھی وہان تیر بنتے تھے، یاقوت، رقم کے تحت مین لکھتے ہین [۵۸]،

موضع بالمدينة ينسب اليه السهام الرقميات ‏ ‏ یعنی رقم، مدینہ مین ایک جگہ ہے جہاں کے تیر مشہور ہین

مدینہ مین یہود کے پاس بھی ہتھیار سازی کے آلات تھے اور وہ ہتھیار بنایا کرتے تھے، ممکن ہے کہ ضرورت کے وقت اُن سے بھی قیمتاً لے لیتے ہون،

نظام مذہبی | انصار چونکہ صاحبِ مذہب تھے اور بتون کی پوجا کرتے تھے، اُس لئے انھون نے اپنی مذہبی عبادتگاہین بالکل جُداگانہ بنائی تھین، اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اِن مندرون مین بہت سے

[۵۱] طبقات ج ۱ ص ۲ قسم ۱، [۵۲] خلاصۃ الوفاء، ۲، [۵۳] ایضاً ۲۰۴، [۵۴] ایضاً ۲۲۲، [۵۵] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳، [۵۶] طبقات ج ۴ ص ۲ قسم، [۵۷] صحیح

بُت موجود رہتے تھے، جن مین سب سے قوی ہیکل مناۃ کا بُت ہوتا تھا، اِن مندرون کی نگرانی و اہتمام ہر قبیلے کا کوئی ممتاز اور مذہبی شخص کرتا تھا، چنانچہ بنو غنم بن مالک بن نجار کے مندر کا عمرو بن قیس نجّاری متولّی تھا،[1] ایک عہدہ کاہن کا تھا اور ہر قبیلے مین ایک کاہن رہتا تھا جس کو حبشی زبان مین طاغُوت کہتے تھے، حضرت جابرؓ کے بیان سے مُعلوم ہوتا ہے کہ انُصار مین بھی یہ عہدہ قائم تھا،[2]

ابن ہشام مین ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت وغیرہ اور بعض مسلمانون مین کچھ نزاع ہوئی، مسلمانون نے آنحضرتؐ کو حکم مانا تو اُن لوگون نے کہا کہ ہم حکام (حکام جاہلیت) سے فیصلہ کرائین گے[3] اور حکام جیسا کہ صاف تصریح آئی ہے یہی کاہن ہوا کرتے تھے (بخاری ص ۶۵۹ ج ۲)

انصار کے کاہنون کے نام ہمکو مُعلوم نہین، منافقین کے ذکر مین ایک شخص کا زوی بن حارث نام آیا ہے، یہ قبیلہ عمرو بن عوف سے تھا، اُس کو جب اس کے مسلمان بھائی نے مسجد سے نکالا تو یہ فقرہ کہا تھا غلب علیك الشیطان، یعنی تجھ پر شیطان غالب آگیا،[4] اور چونکہ شیطان کاہنون کے پاس آیا کرتا تھا[5] اس لئے یہ قیاس کچھ بیجا نہین کہ زوی انصار کا کاہن تھا،

انُصار مین بُت پرستون کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی موجود تھے، لیکن چونکہ اِن کی تعداد بہت کم تھی اُس لئے اِن کی کسی عبادت گاہ اور اُن کے مذہبی نظام کا کچھ پتہ نہین قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنے ہم مذہبون کے عبادت خانون مین جاکر عبادت کر لیتے ہون گے مثلاً جو انصاری، مذہب یہود کے پیرو تھے، وہ یہودیون کے گرجا مین جاتے ہون گے، جو عیسائی ہو گئے تھے، عیسائیون کے چرچ مین، وھلم جرًّا

لطارتِ نافعہ | مدینہ کے قُرب و جوار مین چونکہ بہت سے چشمے، وادی اور نہرین بہتی تھین، اُس لئے انُصار نے مدینہ مین جابجا بہت سے پُل بنائے تھے، چنانچہ ایک پُل بنو حارث بن خزرج کا تھا

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۹۵ ج ۱، [2] صحیح بخاری ص ۶۵۹ ج ۲، [3] سیرت ابن ہشام ص ۲۹۳ ج ۱، [4] ایضاً ص ۲۹۶ ج ۱، [5] بخاری ص ۶۵۹ ج ۲

اور یہاں اوس و خزرج میں جنگ بھی ہوئی تھی[۱]، ایک پل ذی ریش کے پاس تھا، اور ایک جسر[۲] بطحان کے نام سے مشہور تھا[۳]،

انصار پانی کی سبیلیں بھی رکھتے تھے اور اس کو نہایت ثواب سمجھتے تھے، چنانچہ بنو دینار میں ایک سبیل تھی اس کا نام تقع تھا[۴]، اسلام لاکر حضرت سعد بن عبادہ سردار خزرج نے بھی ایک سبیل اپنی ماں کے ایصال ثواب کے لیے رکھی تھی[۵]،

متفرقات

انصار اپنے نام پر اپنی آبادی کا نام رکھتے تھے، مثلاً ثعلبہ العنقا نے جس جگہ قیام کیا تھا، اس کا نام ثعلبیہ تھا[۶]، مدینہ کے نواح میں ایک بستی کا نام روضۃ الخزرج تھا[۷] چنانچہ حفص اموی کا شعر ہے،

فالمحبط فالشعب هل ترى اظعانهم ... بالبارحة او بن [illegible]

مدینہ کے محلوں میں بھی بعض محلے اپنے باشندوں کے نام سے مشہور تھے،

انصار میں تاج پوشی کا رواج تھا، اور رئیس تاج کے ساتھ کچھ پٹیاں بھی استعمال کرتا تھا، حضرت سعد بن عبادہ نے ان دونوں باتوں کی طرف ایک حدیث میں اشارہ کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں[۸]،

لقد اصطلح اهل هذه البحيرة على ... یعنی اس شہر کے باشندوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ

ان يتوجوه فيعصبونه بالعصابة ... اس (ابن ابی) کو تاج پہنا دیں اور [illegible] سلطنت کی پٹی باندھیں،

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں[۹]،

او لانهم يعصبون رؤسهم بعصابة ... یعنی رئیس کو معصب کہنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ

لا ينبغي لغيرهم ان يتعمموا بها ... اس کے سر پر ایک پٹی علامت کے طور پر ہوتی تھی جو دوسرے نہیں باندھ سکتے تھے،

[illegible]

۱ ابن اثیر ج ۱ ص ح، ۲ خلاصۃ الوفا ص ۲۲۲، ۳ ایضاً ص ۲۸۱، ۴ خلاصۃ الوفا ص ۲۶۳، ۵ مسند ج ۵ ص ۲۸۵، ۶ معجم البلدان ج ۲ ص ۱۴۰،

علامہ عینی تحریر فرماتے ہیں[1]

ای فیعمونہ لعامۃ الملوک — یعنی پٹی باندھنے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے بادشاہ کو سا عمامہ باندھا جائے،

مہمات سلطنت میں مشورہ کے لئے انصار نے ایک جداگانہ مکان بنا رکھا تھا، جو سقیفہ بنی ساعدہ کے نام سے مشہور تھا[2]، یہ عمارت، سعد بن عبادہ سردار خزرج کے مکان سے متصل تھی، اور انہیں کی ملکیت سمجھی جاتی تھی، انصار میں گو باہم نہایت خونریز جنگیں واقع ہوئی تھیں، اور آپس میں سخت مخالفت تھی تاہم کہیں نہیں پتہ چلتا کہ کسی زمانہ میں ان کے دو دار الشوریٰ قائم ہو گئے تھے، یعنی اوس و خزرج نے اپنے مشورہ کے لئے کبھی علیحدہ علیحدہ عمارتیں بنائی تھیں، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد خلافت کی بحث اسی سقیفہ میں پیدا ہوئی تھی اور انصار کا اجتماع اسی جگہ ہوا تھا،

یہ عجیب بات ہے کہ انصار میں اس قدر تمدن موجود ہونے کے باوجود عورتوں اور مردوں کی حاجات کا کوئی بندوبست نہ تھا، ہجرت نبوی کے زمانہ اور اس کے بعد جو کچھ حالت تھی اس کو حضرت عائشہؓ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے[3]،

فخرجت معی ام مسطح قبل المناصع وهو متبرزنا. وذالك قبل ان نتخذ الكنف قريبا من بيوتنا وامرنا امر العرب الاول فی التبرز قبل الغائط فكنا نتاذی بالكنف ان نتخذها عند بيوتنا.

میں ام مسطح کے ہمراہ مناصع چلی جو ہمارے تبرز کی جگہ تھی۔ اور یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب طہارت خانے ہمارے مکانوں کے قریب نہیں بنے تھے، اور ہماری حالت اس معاملہ میں بالکل عرب قدیم جیسی تھی اور ہم اپنے گھروں میں طہارت خانے کا بنانا ناپسند کرتے تھے،

[1] عمدۃ القاری ص ۴۳۵ ج ۸، [2] صحیح بخاری ص ۳۳۳ ج ۱، [3] ایضاً ص ۹۹۶ ج ۲،

علامہ عینی، مناصع کے تحت میں لکھتے ہیں، [۹۱]

مواضع خارج المدینۃ کانوا یتبرزون فیھا ۔ مدینہ کے باہر چند مقامات ہیں جہاں لوگ تبرز کیلئے جاتے تھے

تاہم عرب میں جس قسم کا پردہ رائج تھا عورتیں اور مرد انکا پورا پورا لحاظ رکھتے تھے، اسی لئے عورتیں تبرز کے لئے جاتیں تو رات کو جاتی تھیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں [۹۲]

وکنا لانخرج الا لیلا الی لیل ۔ اور ہم صرف رات کو تبرز کیلئے نکلتے تھے،

زراعت

انصار زراعت پیشہ تھے، اور یہ ان کے نبطی ہونے کا اثر تھا، عرب کی آبادی دو حصوں میں منقسم تھی، عرب حضر اور عرب بدو، بنو اسماعیل میں دونوں قسم کے قبائل موجود تھے، نبطی اور قریش مکہ حضری عرب تھے، بخلاف اس کے عرب کے دیہاتوں اور جنگلوں میں جو خاندان آباد تھے وہ بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے، انصار چونکہ نبطی الاصل تھے، اس لئے ابتدا ہی سے حضارت کی طرف راغب تھے، چنانچہ یمن جا کر انھوں نے اس قدر باغات اور اراضی پیدا کی کہ اولاد قحطان میں بھی یمن کے حاکم ہونے کے باوجود کسی کے پاس نہ تھی [۹۳]، وہاں سے نکلکر جہاں جہاں سکونت اختیار کی وہ تمام پرفضا اور زرخیز مقامات تھے [۹۴]، نیز سب اگرچہ انھوں نے اسی طریقہ پرورش کی یعنی کاشتکاری کرتے تھے، جو تقریباً شمالی عرب کی تمام آبادی کا واحد ذریعۂ معاش تھا، چنانچہ یہود خیبر وغیرہ کے متعلق صحاح میں اس قسم کی بہت سی تصریحیں ملتی ہیں،

ہم نے ابھی کہا ہے کہ انصار میں زراعت کا خیال نبطی الاصل ہونے کے سبب سے تھا، اس کے ثبوت میں کہ نبطی زراعت پیشہ تھے، ہم ذیل کی روایات پیش کرتے ہیں،

عرب مؤرخین کو چونکہ نبطیوں کا زیادہ علم نہیں، نیز وہ ان کو اختلاف معاشرت اور لہجہ زبان کے لحاظ سے غیر عرب سمجھتے ہیں اس لئے اپنی تاریخوں میں نبطیوں کا ذکر بہت کم کرتے ہیں، تاہم "نبط" کا لفظ ان کے ہاں بھی بالکل نامانوس نہیں، یاقوت لکھتے ہیں [۹۵]،

---

[۹۱] عمدۃ القاری ص ۲۷۳ ج ۸، [۹۲] صحیح بخاری ص ۶۹۷ ج ۲، [۹۳] معجم البلدان ج ۵ ص ۵۵، [۹۴] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۷۰، [۹۵] معجم البلدان

اما النبط فکل من لم یکن راعیا او جندیا — یعنی نبط، عرب کے نزدیک ہر وہ شخص ہے

عند العرب .... — جو چرواہا یا سپاہی نہ ہو

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے نزدیک نبط کے مفہوم ہی میں تمدن زندگی داخل تھی، البتہ مؤرخین یونان نے سیاسی تعلقات کی بناء پر نبطیوں کے حالات زیادہ تفصیل سے بیان کئے ہیں، ایک مؤرخ ان کے مختلف حالات لکھ کر لکھتا ہے کہ[1]

ملک کا بڑا حصہ سرسبز ہے،

اور یہ ظاہر ہے کہ ملک کی سرسبزی زراعت کے بغیر ناممکن ہے،

نبطیوں کی زراعت کے ثبوت کے بعد اب انصار کی کاشتکاری کا حال سنو،

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں[2]

وان اخواننا من الانصار کان — اور ہمارے انصاری بھائیوں کو ان کی

یشغلھم العمل فی اموالھم — زمینوں کا کام طلب علم سے باز رکھتا تھا،

حضرت رافعؓ بن خدیج کہتے ہیں[3]

کنا اکثر اھل المدینۃ مزدرعا — ہم مدینہ میں سب سے بڑے کاشتکار تھے

حضرت انسؓ، حضرت ابوطلحہؓ کے متعلق بیان کرتے ہیں[4]

کان ابوطلحۃ اکثر انصاری بالمدینۃ نخلا — انصار میں ابوطلحہ سب سے زیادہ نخلستانوں کے مالک تھے

اسی طرح اور بھی بہت سی جزئیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار کلیتہً زراعت پیشہ تھے، اور چونکہ مدینہ فطرتاً سرسبز حاصل مقام تھا اس لئے وہاں کی آبادی کے لئے کاشتکاری اور بھی ضروری ہوگئی تھی چنانچہ زراعت کی کثرت اور پیداوار کی صلاحیت کی وجہ سے مدینہ کے چہار طرف جھنڈ کے جھنڈ سیکڑوں کھجور کے درخت

---

[1] GOLD MINES P 228 [2] صحیح بخاری ص ۲۲ ج ۱، [3] ایضاً ص ۳۱۲ ج ۱، [4] ایضاً ص ۱۵۴ ج ۲،

نظر آتے تھے"[۱]

چونکہ انصار بالکل بدوی اور وحشی نہ تھے بلکہ اُن میں کسی قدر تمدّن بھی تھا، اس لئے اُن میں زمین کی کاشت کے متعلق کچھ اصول و آئین رائج تھے، مثلاً وہ جب تک یہود کے زیر اثر رہے، اُن کو باقاعدہ خراج ادا کرتے تھے[۲]، اسی طرح جب خود مدینہ کے مالک ہوئے تو ہر خاندان کے حصّہ میں کم و بیش زمین آئی، جن لوگوں کے پاس زمین کم تھی وہ بڑے زمینداروں سے جوتنے بونے کے لئے کھیت لیتے تھے[۳]

اس زمانہ میں چونکہ مدینہ میں کوئی سکّہ نہ تھا، اس لئے کاشتکار کو زمین دیتے وقت یہ بتلا دیا جاتا تھا کہ کھیت میں اتنا حصّہ تمہارا اور اتنا زمیندار کا حق ہوگا، اس میں بسا اوقات کاشتکار کا نقصان ہوتا تھا، کیونکہ کبھی ایسا ہوتا کہ کھیت کے ایک حصّہ میں پیداوار ہوتی اور دوسرا حصّہ بالکل خالی رہتا، آنحضرتؐ نے یہ دیکھکر اس بے رحمانہ رسم کو بالکل اٹھا دیا[۴]

مدینہ کی پیداوار میں چھوہارے سب سے زیادہ مشہور ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ وہ جس افراط اور تنوع کے ساتھ پیدا ہوتے تھے اُن کی نظیر عرب کے دوسرے خطّوں میں مشکل سے مل سکیگی چنانچہ بعض لوگوں نے یہ تصریح کی ہے کہ وہاں چھوہاروں کی ایک سو بیس قسمیں پیدا ہوتی تھیں[۵]

قسموں کی یہ تعداد خواہ صحیح نہ ہو لیکن اس میں شبہ نہیں کہ کثیر یقیناً تھی،

تجارت | انصار کی سیرت میں یہ عنوان رتبۃً سب سے اخیر درجہ پر ہے، اس لئے ہم بھی اس کو اخیر میں لکھتے ہیں، انصار تجارت بھی کرتے تھے اور اس کے لئے خود مدینہ میں تمام سامان مہیا تھا، یعنی بازار موجود تھے، مدینہ میں یہودیوں کے کئی بازار تھے جن میں قینقاع سب سے زیادہ مشہور ہے، انصار اس میں جاتے تھے، یہ بازار سال میں کئی مرتبہ لگتا تھا، اور یہاں عرب کے مشہور بازاروں کی طرح شعراء جمع ہوکر اپنے اپنے اشعار سناتے تھے، چنانچہ حضرت حسانؓ اور نابغہ سے یہیں ملاقات ہوئی تھی[۶]

---

[۱] خلاصۃ الوفاص ۲۷۳، [۲] معجم البلدان ص ۴۶۴ ج ۷، [۳] صحیح مسلم ص ۱۷ ج ۱، [۴] صحیح بخاری ص ۳۱۳ ج ۱، [۵] زرقانی ص ۵۹ ج ۲، [۶] خلاصۃ الوفا

لیکن انصار نے صرف اسی حد تک قناعت نہیں کی بلکہ اُنھوں نے اپنے لئے یہودیوں سے علیحدہ چند بازار قائم کئے، چنانچہ مدینہ کا سب سے بڑا بازار وہ تھا جو مہروز میں لگتا تھا[۹۱] اور جس کے قریب بنو ساعدہ کی آبادی تھی، ایک بازار قبا میں تھا اور غالباً عمرو بن عوف کا تھا، یہ بازار قینقاع کے بعد لگا کرتا تھا[۹۲]، ایک بازار ام العیال نامی ایک چشمہ کے کنارہ لگتا تھا[۹۳] ایک بازار مسجد الرایۃ کے قریب تھا، یہ مدینہ کا قدیم بازار تھا، اور اُس کی پشت پر ثنیۃ الوداع کی پہاڑیاں واقع تھیں[۹۴]، ایک بازار کا نام مزاحم تھا اور یہ اوائلِ اسلام تک لگتا تھا[۹۵] ایک بازار بقیع میں تھا[۹۶]

چونکہ مدینہ میں کوئی سکہ نہ تھا اس لئے تجارت میں غالباً ایک چیز سے دوسری چیز کا تبادلہ کرتے ہوں گے، چنانچہ چھوہاروں کے متعلق بہت سی حدیثوں میں اس کی تصریح ملتی ہے، حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں[۹۷]

کنا نرزق تمر الجمع وھو الخلط من التمر	ہمکو اچھے بُرے ہر قسم کے چھوہارے ملتے تھے
وکنا نبیع صاعین بصاع	اور ہم بُرے چھوہاروں کے دو صاع کو اچھوں کے ایک صاع کے عوض فروخت کر ڈالتے تھے

خرید و فروخت کے مختلف طریقے رائج تھے، ایک طریقہ یہ تھا کہ پھلوں کو ۲۔۳ سال کے لئے بلا وزن اور مقدار متعین کئے بیچ ڈالتے تھے، آنحضرت صلعم نے اس کو اس شرط پر جائز رکھا کہ وزن اور مقدار معلوم رہنا چاہئے[۹۸]،

دوسرا طریقہ یہ تھا کہ خریدار چیز کے مالک کا دن یا رات کو کپڑا چھو لیتا تھا اور یہی بیع سمجھی جاتی تھی، تیسری صورت یہ تھی کہ بائع و مشتری دونوں ایک دوسرے کی طرف اپنے کپڑے پھینک دیتے تھے، اور پھر گفتگو کی ضرورت نہ باقی رہتی تھی[۹۹]

---

[۹۱] خلاصۃ الوفا ص ۲۰، [۹۲] الصابہ ص ۸۸، [۹۳] ابن اثیر ص ۴۹۸ ج ۱، [۹۴] خلاصۃ الوفا ص ۲۴۰، [۹۵] الصابہ ص ۲۶۶، [۹۶] الصابہ ص ۲۹۸، [۹۷] صحیح بخاری ص ۲۸۵ ج ۱، [۹۸] صحیح مسلم ... [۹۹] ...

ایک صورت یہ تھی کہ چھوہارے درختوں ہی پر ہوتے تھے اور اُن کا اندازہ کرکے اُس کے عوض دوسرے پھل خریدے جاتے تھے، انگور بھی اسی طرح بیچتے تھے اور اُس کے معاوضہ مین کشمش لیتے تھے اُس کو مزابنہ کہتے ہین[۱]

ایک طریقہ یہ تھا کہ کھیت کرایہ پر اُٹھائے جاتے تھے، اور مالک شرط کر لیتا تھا کہ نہر دن اور نالون کے آس پاس کی زمین ہماری اور باقی تمھاری ہوگی[۲] اُس کو مخابرہ کہتے ہین، اور محاقلہ بھی[۳]

ایک صُورت یہ تھی کہ خریدار موجود نہ ہوتا اور چیز اُس کے لئے رکھ لیجاتی اور اُس کی ملک سمجھی جاتی تھی[۴]

ایک طریقہ یہ تھا کہ مال خرید کر مشتری اسی جگہ فروخت کر ڈالتا اور اُس سے جو دام ملتے وہ بائع کو دیتا[۵]

ایک صورت نقدین دین کی تھی، اور یہ امرائے انصار کرتے مثلاً زید بن ارقم[۶] کعب بن مالک[۷] ابو قتادہ وغیرہ[۸] اُس کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ لوگ ایک مقررہ میعاد کے لئے چاندی اور سونا اُدھار لیجاتے تھے، اور اُس کے معاوضہ مین چاندی، سونا دیتے تھے، آنحضرتؐ نے فرمایا یہ ہاتھون ہاتھ ہونا چاہئے، اُدھار نہین[۹]

بعض انصار شراب کی تجارت کرتے تھے چنانچہ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک دن خطبہ مین فرمایا کہ خدا نے شراب کا ذکر کیا ہے اور اب رہے کہ اس کے متعلق کچھ نازل ہو کر رہیگا، اس لئے تم مین سے جس کے پاس شراب ہو اُس کو فروخت کر کے نفع حاصل کرے، حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہین کہ چند روز بھی نہ گذرے تھے کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی، اور آنحضرت نے فرمایا کہ اب اِس کے پینے اور فروخت کرنے کی قطعی ممانعت ہے، چنانچہ لوگون نے شراب کو مدینہ کی گلیون مین بہا دیا[۱۰]

اِن باتون کے بعد اب اِس ضمن مین چند حالات اور سُن لینے چاہئیں، وہ خرید و فروخت مین کثرت

---

[۱] صحیح بخاری ص ۲۹۱ ج ۱، [۲] صحیح مسلم ص ۱۰۷ ج ۱، [۳] اصابہ ص ۱۲۴، [۴] صحیح مسلم ص ۳ ج ۱، [۵] ہدایہ ص ۸ ج ۳، [۶] صحیح بخاری ص ۲۷۵، ج ۱، [۷] صحیح مسلم ص ۲۳ ج ۱، [۸] اصابہ ص ۶۲۴، [۹] صحیح بخاری ص ۲۷۱ ج ۱، [۱۰] صحیح مسلم ص ۲۹ ج ۱

سے قیمین کھانے تھے، حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرتؐ نے اس کو منع فرمایا[۱]، بعض لوگ دھوکا دیتے تھے، چنانچہ حبان بن منقذؓ کے متعلق ہے کہ وہ اکثر دھوکا کھاتے تھے، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب کچھ بیچو تو یہ کہدیا کرو کہ اس مین دھوکا نہ چلے گا اور مین چاہونگا تو ۳ دن مین اپنی چیز واپس لونگا[۲]

یہ روایت صحیح بخاری، مسلم اور ابو داؤد مین بھی ہے، لیکن اس مین حبان کا نام نہین آیا ہے

صنعت وحرفت | جہان تک قرائن سے پتہ چلتا ہے، انصار مین صنعت وحرفت کا بالکل رواج نہ تھا، یا تھا تو شاذ ونادر تھا، چنانچہ ابو شعیب انصاری کے متعلق مذکور ہے کہ انکا غلام قصاب تھا[۳]، ایک انصاریہ کے غلام کو نجاری آتی تھی، چنانچہ انھون نے آنحضرتؐ کے لئے اس سے ایک منبر بنوایا تھا، جو مسجد نبوی مین رکھا گیا، اس سے پہلے مسجد نبوی مین منبر نہ تھا[۴]، فروہ بن عمرو بیاضی کا غلام ابو ہند حجام تھا[۵]

تعلیم | انصار مین جہالت کی عمومیت کیساتھ چند تعلیم یافتہ لوگ بھی موجود تھے، جو عربی مین لکھ پڑھ لیتے تھے، چنانچہ اسلام کے اوائل مین حسب ذیل حضرات لکھنا جانتے تھے، سعد بن عبادہ، منذر بن عمرو، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، رافع بن مالکؓ، اسید بن حضیرؓ، معن بن عدی البلویؓ، بشیر بن سعدؓ، سعد بن ربیعؓ، اوس بن خولیؓ، عبد اللہ بن ابی منافق، انمین زید بن ثابتؓ عربی کیساتھ عبرانی مین بھی خط وکتابت کرتے تھے، جو شخص کتابت کے ساتھ تیر اندازی اور تیراکی بھی سیکھتا اس کو کلمہ اور کامل کا خطاب دیا جاتا تھا، چنانچہ جاہلیت قدیم مین دو شخص ان کمالات کے جامع ہوئے تھے، سوید بن صامت اور حضیر کتائب[۶]، اسلام کے زمانہ مین بھی رافع بن مالکؓ، سعد بن عبادہؓ، اسید بن حضیرؓ، عبد اللہ بن ابی، اوس بن خولیؓ، انھین خطابات سے مخاطب تھے،

---

[۱] صحیح مسلم ص ۱۴۱، [۲] ہدایہ ص ۲۲ ج ۳، [۳] صحیح بخاری ص ۲۷۹ ج ۱، [۴] ایضاً ص ۲۸۱، [۵] سیرت ابن ہشام ص ۱۰ ج ۱،
[۶] فتوح البلدان ص ۴۷۹،

زمانۂ اسلام

انصار مین اسلام کی ابتداء

یہ بار بار لکھا جاچکا ہے کہ انصار ایام جاہلیت مین حج کرتے تھے، اور سالانہ مکہ آتے تھے، اس کے علاوہ باہمی خانہ جنگیون کے باعث اُن مین جو کمزوری پیدا ہوگئی تھی اس کا یہ اثر تھا کہ یہود اُن کو دابا چاہتے تھے، اور مدینہ کو اُن کے قبضہ سے نکال لینے کی فکر کرتے تھے، پھر خود اوس و خزرج مین اس قدر عناد پیدا ہوگیا تھا کہ اوس، قریش کے حلیف بننے کے لئے مکہ آئے تھے لیکن ابوجہل کی وجہ سے یہ تعلقات قائم نہ ہوسکے اور انکو ناکام واپس ہونا پڑا، یہ وجوہات تھے جن کی وجہ سے انصار کو مکہ آنا پڑتا تھا،

نبوت کے ابتدائی زمانہ مین انصار کی آمد و رفت مکہ مین برابر جاری تھی چنانچہ سب سے پہلے اہل مدینہ مین سے جس کو حامل وحی کی زبان سے دعوت اور قرآن مجید کی آیات سننے کا اتفاق ہوا وہ سوید بن صامت تھا، سوید قبیلۂ عمرو ابن عوف مین ایک ممتاز آدمی تھا، اور چونکہ صحت جسمانی، شرافت نسب اور شاعری کا جامع تھا، اس لئے اس کے قبیلے والے اس کو عام عرب کی عادت کے مطابق کامل کے لقب سے پکارتے تھے، وہ حج یا عمرہ کی غرض سے مکہ آیا تو آنحضرت صلعم سے ملاقات ہوئی، اسلام کی تبلیغ سنکر بولا کہ "جو تمھارے پاس ہے وہی میرے پاس بھی ہے،" آنحضرت نے فرمایا "تمھارے پاس کیا ہے؟" کہا "صحیفۂ لقمان" ارشاد ہوا "مجھ کو سناؤ"، اس نے کچھ سنایا تو آنحضرت نے خوشنودی ظاہر کی اور فرمایا "میرے پاس اس سے بھی بہتر چیز ہے اور وہ قرآن ہے"، اس نے قرآن سنا تو بہت پسند کیا، لیکن نتیجہ صرف اس قدر نکلا، کہ ابن ہشام کے قول کے مطابق

فلم یبعد منہ
وہ اسلام سے دور نہیں رہا

مکہ سے مدینہ واپس ہوا اور وہان خزرج نے اس کو قتل کردیا، عمرو بن عوف کا گمان ہے کہ

وہ مسلمان مرا، یہ بعاث سے قبل کا واقعہ ہے[1]،

اُس کے بعد ابو الحیسر انس بن رافع، عبد الاشہل کے چند آدمیوں کو لیکر جن میں ایاس بن معاذ بھی تھے، قریش سے حلف قائم کرنے کے لئے مکّہ آیا، آنحضرتؐ کو خبر ہوئی تو اُس مجمع کے پاس تشریف لائے اور اسلام کی دعوت دی، قرآن مجید کو سن کر ایاسؓ کہ ابھی کم سن تھے بول اُٹھے کہ "تم جس کام کے لئے آئے ہو، یہ اُس سے بہتر ہے"، ابو الحیسر نے یہ سُنکر ایاس کے کچھ کنکریاں پھینک ماریں جس سے وہ خاموش ہو رہے، اور مدینہ پہونچکر وفات پائی، آنحضرتؐ کی اتنی دیر کی صحبت میں ایاسؓ نے اسلام کو جو کچھ سمجھا تھا وہ اِس سے ظاہر ہے کہ مرتے وقت وہ برابر تکبیر کہتے اور خدا کی حمد لوگوں کو سناتے رہے، اسی وجہ سے اِن کے قبیلے کے لوگ اِن کو مُسلمان سمجھتے تھے[2]، اور بے شبہ وہ مُسلمان تھے بھی، رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

ابن واضح کاتب عباسی نے لکھا ہے کہ ایاسؓ اوسیوں کیساتھ آئے تھے، اور اِن کے ہمراہ اسعد بن زرارہ بھی تھے، لیکن ہمارے خیال میں یہ اُنکی غلطی ہے، اوسی جس مقصد سے آئے تھے وہ یہ تھا کہ خزرج سے مقابلہ کرنے کے لئے قُریش کے حلیف بنیں، اِس بنا پر وہ خزرج کے کسی آدمی کو اپنے ساتھ نہیں لا سکتے تھے، اور چونکہ اسعد بن زرارہ بنو نجار سے تھے جو خزرج کا ایک خاندان تھا اِس لئے اِن کا ساتھ آنا کیونکر ممکن تھا؟ یہ صرف ہمارا قیاس نہیں ہے، بلکہ واقعات بھی اُس کی تائید کر رہے ہیں، جنگ معبس اور مضرس میں جب اوس نے شکست کھائی تو قریش سے حلف کا تعلق قائم کرنے مکّہ گئے تھے، لیکن کس طرح گئے تھے؟ اُس کا جواب ابن اثیر کی زبان سے سننا چاہیے[3]،

واظھروا انھم یریدون العمرۃ وکانت	اور انھوں (اوس) نے حلف کیلئے جاتے
عادتھم انہ اذا اراد احدھم العمرۃ	وقت ظاہر کیا کہ وہ عمرہ کی غرض سے جا رہے ہیں

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۳۲ و ۲۳۳ ج ۱، [2] مسند ابن حنبل ص ۴۲۷ ج ۵، [3] ابن اثیر ص ۵۰۷ و ۵۰۸ ج ۱

او الحج لم يعرض اليه خصمه ويعلّق	اور یہ اُن کی عادت تھی کہ جب کوئی حج یا عمرہ
المعتمر على على بيته كرانيف	کی غرض سے جاتا ہو دشمن اس سے تعرض نہ کرتا
النخل ففعلوا ذلك ۔	تھا اور عمرہ کرنے والا اپنے دروازہ پرکھجور کی شاخیں
	کاٹ کر لٹکا دیتا تھا، چنانچہ ان لوگوں نے شاخیں
	لٹکائی تھیں،

جب اُوس وخزرج کی باہمی عداوتون کا یہ حال تھا تو پھر وہ ایسے اہم معاملہ میں دوسرے خاندان کے آدمی کو کیون کر ساتھ لا سکتے تھے؟

اصل یہ ہے کہ ہمارے مورخ نے دو جداگانہ واقعات کو ایک واقعہ سمجھ لیا ہے، اور اسی وجہ سے غلط بحث ہو گیا ہے، چنانچہ اُنھون نے آگے چلکر لکھا ہے کہ "یہ تمام لوگ مسلمان ہو گئے تھے" حالانکہ جس جماعت مین ایاس تھے اس مین سے ایک متنفّس بھی مسلمان نہین ہوا اور خود ایاس نے بھی علانیہ اسلام کا اظہار نہین کیا، بلکہ کنکریان کھا کر چپ ہو رہے، اور سب کے ساتھ مدینہ واپس گئے[52]

ہمارے مورخ نے اِس واقعہ اور عقبۂ اولی کی بیعت کو ایک سمجھ لیا، حالانکہ اِن دونون مین کم از کم ایک سال کا فصل ہے، عقبۂ اولی میں اسعد بن زرارہ بے شک موجود تھے لیکن اُسوقت ایاس بن معاذ کا پتہ تک نہ تھا کیونکہ وہ جنگِ بعاث مین فوت ہو چکے تھے،

اس غلطی کی ایک وجہ اور بھی ہے، اِس امر مین اختلاف ہے کہ انصار مین سب سے پہلے کون صاحب مسلمان ہوئے، بعض لوگون نے رافع بن مالک زرقی اور معاذ بن عفراء کا نام لیا ہے، بعض اسعد بن زرارہ اور ذکوان کو پہلا مسلمان سمجھتے ہین[53] اور بعض جابر ابن عبداللہ بن رباب کو اولیت کا مستحق جانتے ہین[54]، ابن واضح نے غالباً دوسری جماعت کا ساتھ دیا ہے، لیکن اس سے اولاً تو ان کا مقصد حاصل

---

[51] یعقوبی ص ۳۰ ح ۲، [52] سیر ابن ہشام ص ۲۳۴ ح ۱، [53] طبقات ابن سعد ص ۱۴۶ ح اقسم ۱، [54] زرقانی ص ۳۱۶ ح ۱،

نہین ہوا یعنی یہ نہ لکھ سکے کہ اسعد بن زرارہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، دوسرے اس خلط بحث کی وجہ سے کچھ ایسی پیچیدگیان پیدا ہوگئین جو قدیم مورخین کی تشویش و اضطراب سے بدرجہا زیادہ خطرناک ہین،

بیعت عقبۂ اولی | یہ بیعت درحقیقت انصار مین اشاعتِ اسلام کا دیباچہ تھی، آنحضرتؐ ابتداءً اسلام کی نہایت مخفی طور پر اشاعت کرتے تھے، لیکن جب اس پر بھی مشرکین کا بغض و عناد بڑھتا گیا اور اسلام کی ترقی کی راہ مین رکاوٹین پیدا ہونے لگین تو آنحضرتؐ نے توحید کا وعظ علی الاعلان شروع کر دیا اور مجنۃ، عکاظ اور منا وغیرہ مین جا کر عرب کے دیگر قبائل کے سامنے دین الہی کی منادی شروع کی، اور اپنے کو ان کے وطن چلنے کے لئے پیش کیا، لیکن بار بار کی تکرار کے باوجود کچھ نتیجہ نہ نکلا چنانچہ آپ اس عرصہ مین جن جن قبائل کے پاس تشریف لے گئے ان کے نام یہ ہین،

عامر بن صعصعہ، محارب، فزارہ، غسان، مرہ، حنیفہ، سلیم، عبس، نصر، بکا، کندہ، کلب، حارث بن کعب، عذرہ، حضارمۃ[1]

لیکن جب خدا کو اپنے دین کو غالب، آن حضرت صلعم کی مدد اور آپ سے جو کچھ وعدے کئے تھے ان کے پورا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے آن حضرتؐ کو انصار کے خیمون مین پہونچا دیا جو ایام حج مین بمقام منی نصب تھے، انصار کا یہ گروہ جس کی تعداد ۶ یا ۸ بیان کی جاتی ہے قبیلۂ خزرج سے تھا،[2] آپ نے ان کو دین الہی کی دعوت دی اور قرآن مجید کی چند آیتین سنائین تو سب کے سب مسلمان ہوگئے اور آپ سے مدد اور نصرت کا وعدہ کیا، اور یہ کہا کہ ہمارے درمیان باہمی لڑائیون کی وجہ سے سخت عداوت پھیلی ہوئی ہے، اس لئے پہلے ہم کو ان نزعون کا فیصلہ کرنا ہے، پھر آپ کو اپنے ہان بلائین گے، اور اگر موجودہ حالت مین آپ تشریف لے گئے تو کامیابی

[1] زاد المعاد ابن قیم ص ۳۰۵ ج ۱، [2] زرقانی ص ۳۰۷ ج ۱،

کی کچھ زیادہ امید نہین، اور ہم آیندہ سال آپ کے پاس پھر آئین گے،،

یہ مختصر جماعت حسب ذیل اصحاب پر مشتمل تھی، اسعدبن زرارہؓ، عوف بن حارث بن عفراءؓ، رافع بن مالک، قطبہ بن عامر بن حدیدہ، عقبہ بن عامر بن نابی، جابر بن عبد اللہ بن رباب،

اس امر مین اختلاف ہے کہ اس جماعت مین سب سے پہلے کن بزرگ نے اسلام کی دعوت کو لبیک کہا تھا، ابن کلبی اور ابو نعیم نے رافع بن مالک کو پہلا مسلمان سمجھا ہے[1] اور طبقات میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مسجد بنی زریق مین سب سے پہلے قرآن پڑھا گیا،[2] قاضی ابن عبد البر نے جابر بن عبد اللہ بن رباب کی نسبت گمان کیا ہے[3] مغلطائی نے اسعد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس کو سب پر مقدم رکھا ہے[4] اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے معاذ بن عفراء نے بیعت کی تھی،[5] لیکن اصل یہ ہے کہ اس کا فیصلہ بہت مشکل ہے اس لئے ہم بھی صاحب طبقات کے تتبع میں صرف اس قدر کہتے ہین کہ لم یکن قبلھم احد یعنی ان لوگون سے قبل اور کوئی مسلمان نہیں ہوا تھا،

بعض لوگون نے اس تعداد میں دو آدمیون کا اور اضافہ کیا ہے، وہ دو بزرگ یہ ہین ابو الھیثم بن التیھان اور عویم بن ساعدہ، لیکن یہ دونون خزرج کے قبیلہ سے نہ تھے بلکہ اوس سے تھے اور یہ یقیناً معلوم ہے کہ اس جماعت مین قبیلہ اوس کا ایک آدمی بھی موجود نہ تھا، علامہ ابن قیم لکھتے ہین[6]

لقی عند العقبۃ فی الموسم ستۃ نفر	آنحضرت صلعم کے زمانہ مین انصار کے ۶ آدمیون
من الانصار کلھم من الخزرج	سے ملے جو کل کے کل خزرج سے تھے،

ابن ہشام اپنی سیرت مین لکھتے ہین

قال ابن اسحاق وھم فیما ذکر	ابن اسحاق کا قول ہے کہ وہ جہانتک

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۳۷ و ۱۴۷ ج ۳ قسم ۲، [2] اسد الغابہ ص ۱۵۷ ج ۲، [3] طبقات ص ۱۴۶، [4] استیعاب ص ۱۱۶ ج ۱، [5] زرقانی ص ۳۱۴ ج ۱، [6]

لی ستۃ نفر من الخزرج — مجھے علم ہے خزرج کے ۶۔ آدمی تھے

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں[۱]

فاسلم منھم ستۃ نفر وکلھم من الخزرج — پس ان میں سے ۶۔ آدمی مسلمان ہوئے جو سب کے سب خزرجی تھے،

بعض لوگوں نے عبادہؓ بن صامت کا جابرؓ بن عبداللہ بن ریاب کے بجائے نام لیا ہے، لیکن یہ وہ خیال ہے جس کی خود حضرت عبادہؓ نے تردید کردی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں[۲]،

کنت فیمن حضر العقبۃ الاولی — میں ان لوگوں میں ہوں جو عقبۂ اولی میں موجود تھے

وکنا اثنی عشر رجلا...... — اور ہم بارہ آدمی تھے،

صحیح بخاری میں حضرت عبادہؓ سے منقول ہے[۳]،

انا من النقباء الذین بایعوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — میں ان نقباء میں ہوں جنھوں نے آنحضرت صلعم سے بیعت کی تھی،

اور یہ ظاہر ہے کہ ۱۲۔ آدمیوں کی تعداد ہمارے موجودہ عنوان کے ایک سال بعد پوری ہوئی ہے، علامہ ابن اثیر، حضرت عبادہؓ کے حالات میں لکھتے ہیں[۴]،

شھد العقبۃ الاولی والثانیۃ — انھوں نے عقبۂ اولی اور ثانیہ میں شرکت کی،

اس مقام پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ مذکورہ بالا روایتوں میں جس عقبۂ اولی اور ثانیہ کا ذکر آیا ہے، وہ ہمارے نزدیک ثانیہ اور ثالثہ ہے، پہلی بیعت ہمارے نزدیک وہ ہے جس کا ہم موجودہ عنوان میں تذکرہ کررہے ہیں اور اس کا ہمارے مصنفین رجال اور مورخین کے ہاں کوئی نام نہیں، اصل یہ ہے کہ عقبہ

---

[۱] زرقانی ص ۶۰ ج ۱، [۲] مسند ابن حنبل ص ۳۲۳ ج ۵، [۳] صحیح بخاری ص ۵۵۰ ج ۱، [۴] اسد الغابہ ص ۱۰۶ ج ۳،

بقیہ صفحہ ۷۳ [۵] اسد الغابہ ص ۹۷ ج ۴، [۷] زاد المعاد ص ۳۰۶ ج ۱، [۸] سیرت ابن ہشام ص ۲۲۵ ج ۱،

میں انصار نے ۳ مرتبہ بیعت کی ہے، پہلے سال ۶ آدمی تھے، دوسرے سال ۱۲ اور تیسرے سال ۷۰،
مورخین ۱۲ اشخاص کی بیعت کو عقبۂ اولیٰ اور ۷۰ کی بیعت کو عقبۂ ثانیہ کہتے ہیں ولا مشاحۃ فی
الاصطلاح، لیکن ہم نے جو تقسیم کی ہے وہ زیادہ صاف اور واضح ہے، اور علامہ ابن حجر عسقلانی
بھی ہماری تائید میں موجود ہیں، وہ فرماتے ہیں،

ان الانصار اجتمعوا الی النبی صلعم ثلث مرات بعقبۃ منیٰ | انصار آنحضرت صلعم سے منیٰ کی گھاٹی میں ۳ مرتبہ ملے،

علامہ ابن اثیر نے بھی ہماری تقسیم سے موافقت ظاہر کی ہے اور لکھا ہے کہ بعض لوگ اس
بیعت کو جس میں ۶ آدمی شامل تھے عقبہ نہیں کہتے ہیں بلکہ صرف ۲ بیعتوں کا نام عقبہ رکھتے ہیں

بیعتِ عقبۂ ثانیہ یہ ہمارے مورخین کی اصطلاح میں عقبۂ اولیٰ ہے، یاد ہوگا کہ گذشتہ بیعت میں انصار نے
آنحضرتؐ سے دوسرے سال آنیکا وعدہ کیا تھا، چنانچہ ان لوگوں نے مدینہ پہونچکر اسلام کی دعوت
دی تو اس کا یہ اثر ہوا کہ کچھ لوگ مسلمان ہوئے اور اکثر گھروں میں آنحضرتؐ کا چرچا ہونے لگا، دوسرے
سال اُن ۶ آدمیوں کے ساتھ ۶ مسلمان اور ساتھ ہو گئے اور ۱۲ اصحاب کا مقدس قافلہ حاملِ وحی
و رسالت کی زیارت کے لئے مکہ روانہ ہوا،

یہاں آنحضرتؐ سے عقبہ میں ملاقات ہوئی اور ان شرائط پر بیعت لی گئی،
۱ شرک نہ کریں گے، ۲ چوری نہ کریں گے، ۳ زنا نہ کریں گے، ۴ اولاد کو قتل نہ کریں گے، ۵ کسی
پر بہتان نہ باندھیں گے، ۶ آنحضرتؐ کی اچھی باتوں میں نافرمانی نہ کریں گے،

چونکہ اس وقت تک جہاد فرض نہیں ہوا تھا، اس لئے ان شرائط میں اس کا تذکرہ نہیں،
آنحضرتؐ نے بیعت لینے کے بعد فرمایا "اگر تم اس عہد کو پورا کرو گے تو تم کو جنت ملیگی، ورنہ خدا کو اختیار ہوگا"

---

۱ اصابہ ص ۵۵ ج ۸، ۲ اسد الغابہ ص ۱ ج ۱، ۳ طبقات ابن سعد ص ۱۴۷ ج اقسم ۱،

خواہ مغفرت کرے خواہ عذاب دے[۱]

بیعت کرکے یہ لوگ واپس ہوئے تو اب مدینہ میں نہایت سرعت سے اسلام ترقی کرنے لگا

حضرت اسعد بن زرارہ نے باجماعت نماز کا انتظام کیا[۲] اور قبیلہ نبیت کی نشیبی زمین میں گویا ایک

مسجد کی بنیاد پڑی[۳] بنو زریق میں بھی ایک مسجد بن چکی تھی[۴] ان کوششوں کے ساتھ آنحضرت صلعم کو

ایک خط لکھا اور اس میں درخواست کی کہ ہماری تعلیم کے لئے ایک قاری بھیج دیجئے، چنانچہ آنحضرت نے

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اس عظیم الشان کام کے لئے روانہ فرمایا، حضرت مصعب، اسعد بن

زرارہ کے مکان میں اترے اور قرآن مجید کی تعلیم شروع کی[۵]، اہل مدینہ ان کو مقری کہا کرتے تھے[۶]

اس کے ساتھ ہی نماز کی امامت بھی انہیں کے سپرد ہوئی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انصار

اپنی دیرینہ باہمی عداوتوں کے باعث ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے تھے[۷]، غرض

حضرت مصعب کے مدینہ پہونچ جانے سے اشاعت اسلام میں نہایت نمایاں ترقی ہوئی، اور سب سے

بڑی کامیابی یہ ہوئی کہ حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر نے دین اسلام اختیار کیا، یہ دونوں بزرگ

قبیلہ عبد الاشہل کے سردار تھے،

سعد بن معاذ و اسید بن حضیر کا اسلام

مصعب بن عمیر نے اسلام کی منادی کا یہ طرز اختیار کیا تھا، کہ اسعد بن زرارہ

کے ہمراہ ہر قبیلے میں جاتے اور وہاں جو لوگ مسلمان ہوتے ان سے باتیں کرتے

اور اسلام کی تبلیغ کرتے تھے، ایک روز عبد الاشہل اور ظفر کے محلہ میں گئے تو چونکہ سعد بن معاذ

ابھی تک مشرک تھے، ان کو سخت ناگوار ہوا لیکن اسعد بن زرارہ کی وجہ سے کچھ بول نہ سکے،

[اسعد بن معاذ، اسعد بن زرارہ کے خالہ زاد بھائی تھے،) تاہم اسید بن حضیر سے کہا کہ "تم جاکر مصعب

کو منع کردو کہ وہ آیندہ سے ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف بنانے نہ آئیں"،

---

[۱] مسند ابن حنبل ص ۳۲۳ ج ۵، [۲] طبقات ابن سعد ص ۱۳۹ ج ۳ قسم ۱، [۳] سیرت ابن ہشام ص ۲۳۱ ج ۱، [۴] طبقات ص ۱۳۲ ج ۳ قسم ۱، [۶] طبقات ابن سعد ص ۸۳ ج ۳ قسم ۱

[۵] سیرۃ ابن ہشام ص ۲۳۱ ج ۱، [۷] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۶۹

اسید نے نیزہ اُٹھایا اور اُس باغ میں آپہونچے جہاں مصعبؓ چند مسلمانوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اسعد بن زرارہ نے کہا "دیکھنا اجانے نہ پائیں! یہ اپنی قوم کے سردار ہیں" مصعبؓ نے جواب دیا "اگر وہ بیٹھیں گے تو میں گفتگو کروں گا" اسید بن حضیر آتے ہی نہایت سخت گفتگو کی جس کو حضرت مصعبؓ نے نہایت متانت سے سُنا اور کہا "آپ بیٹھ کر میری کچھ باتیں سن سکتے ہیں، اگر پسند ہوں تو قبول کیجئے گا ورنہ آپ کو اختیار ہے" اسید نے کہا "تم نے انصاف کی بات کہی" اس کے بعد نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے حضرت مصعبؓ نے اِن کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان کی اور قرآن کی کچھ آیتیں سنائیں، اثنائے تقریر ہی میں اسید پر جادو چل چکا تھا، قرآن ختم ہوا تو بولے "کتنا اچھا کلام ہے" پھر پوچھا اُس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا "غسل کیجئے، کپڑے دھوئیے، پھر کلمہ پڑھ کر نماز پڑھئے" اسید نے اُٹھ کر غسل کیا، اور کپڑے پاک کرکے دو رکعت نماز پڑھی، مسلمان ہونے کے بعد بولے "ابھی ایک آدمی باقی ہے، اگر وہ مسلمان ہوگیا تو تمام قوم مسلمان ہو جائے گی" یہ کہکر نیزہ لیا اور سعد بن معاذ کے گھر پہونچے، سعد چند آدمیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اسید کے چہرہ پر اسلام کا جو نور چمک رہا تھا اُس کو دیکھ کر بولے کہ "واللہ! اب وہ چہرہ نہیں" اسید اِن کے سامنے جاکر کھڑے ہوگئے، سعد نے کہا "کیا ہوا" جواب دیا "میں نے ان سے گفتگو کی، اور اُن کے مذہب میں کچھ مضائقہ نہیں پایا، اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ بنو حارثہ، اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے جارہے ہیں، جس سے ان کا منشا تمہاری توہین ہے، کیونکہ اسعد تمہارے خالہ زاد ہیں" سعد بن معاذ نے سُنا تو غصہ سے بیتاب ہوگئے اور نیزہ لے کر نہایت تیزی سے باغ میں پہونچے، وہاں کچھ بھی نہ تھا، حضرت مصعبؓ اور اسعد بن زرارہ نہایت امن و سکون سے بیٹھے ہوئے تھے، سعد نے بھی وہی گفتگو شروع کی جو اسید کرچکے تھے، حضرت مصعبؓ نے ان کے وہی جوابات دئے اور قرآن سُنایا جس کو سنتے ہی سعد بن معاذ کلمۂ شہادت پکار اُٹھے،

وہاں سے مکان واپس ہوئے تو عبد الاشہل سے کہا "اب وہ چہرہ نہیں" کھڑے ہو کر لوگوں سے

پوچھا، مین تم مین کس درجہ کا آدمی ہون، سب نے کہا، سردار، صاحب فضل، اور رئیس عام، کہا تو پھر مجھے تمھاری عورتون اور مردون سے گفتگو حرام ہے تاوقتیکہ تم بھی خدا اور اُس کے رسول پر ایمان نہ لاؤ۔"
حضرت سعدؓ کا عبدالاشہل مین جو اثر تھا اُس کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام مرد وزن تمام ہوتے ہوتے مسلمان ہوگئے،
حضرت سعدؓ نے اب حضرت مصعبؓ کو اسعدؓ بن زرارہ کے مکان سے اپنے ہان منتقل کر لیا اور ان کے ساتھ مل کر اشاعت اسلام کی خدمت انجام دینے لگے،[1]

اس کا یہ اثر ہوا کہ انصار کے تمام خاندانون مین اسلام نہایت سرعت سے پھیلنے لگا، ابن سعد لکھتے ہین،[2]

کان مصعبؓ یاتی الانصار فی	مصعبؓ انصار کے گھروں اور خاندانوں میں جاکر
دورھم وقبائلھم فیدعوھم الی	ان کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور قرآن سناتے
الاسلام ویقرء علیھم القرآن فیسلم	تھے چنانچہ ان میں ایک دو آدمی مسلمان ہوجایا
الرجل والرجلان حتی ظھر الاسلام	کرتے تھے، یہاں تک کہ اسلام بالکل ظاہر ہوگیا
وفشا فی دور الانصار کلھا والعوالی	اور انصار کے تمام گھروں اور بالائی حصّوں میں
	پھیل گیا،

قبیلۂ خزرج مین تو پہلے ہی سے اسلام اشاعت پاچکا تھا، سعدؓ بن عبادہ سردار خزرج کی ایمان نے اور بھی لوگون کو متوجہ کردیا، اور اب ان کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی، البتہ اُمیہ بن زید، خطمہ، وائل اور واقف، (اوس اللہ) ابوقیس بن اسلت کی وجہ سے بدر اور احد تک رکے رہے،[3]

---

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۳۷ تا ۳۰۹ ج ۱، [2] طبقات ص ۸۳ ج ۳، [3] ابن ہشام ص ۲۳۹ ج ۱،

بیعتِ عقبۂ کبیرہ

آخر وہ وقت آیا کہ اسلام کا خدائے قدوس اپنے پورے جاہ و جلال اور اُس کی اشتیں بیعت اپنی پوری آب و تاب سے نمایاں ہو، مدینہ میں حضرت مصعب بن عمیر نے اپنے چند روزہ قیام میں جو کامیابی حاصل کی وہ درحقیقت اسلام کی سب سے نمایاں فتح تھی، چنانچہ حج کے زمانہ میں جب وہ مکہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ اوس و خزرج کا وہ مقدس قافلہ بھی تیار ہوا جو گو تعداد کے لحاظ سے صرف چند نفوس سے عبارت تھا تاہم ان کے جوش و ولولہ نے وہ منظر پیش کیا کہ روم و فارس کی سلطنتیں بھی پاش پاش ہو گئیں،

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انصار کا قافلہ جس میں کافر و مسلم دونوں شریک تھے اور جسکی تعداد ۵۰۰ تھی،[1] ذوالحجہ کے مہینہ میں مکہ آیا،[2] اور منا میں عقبہ کے قریب مقیم ہوا، اس اثنا میں براء بن معرور رئیس خزرج کو آن حضرت صلعم سے ملنے کی ضرورت پیش آئی، براء مصعب رض کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے، اور تمام مسلمانوں کے خلاف کعبہ کی سمت نماز پڑھتے تھے، (اور مسلمان اور خود آنحضرت بھی اس وقت تک شام کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے) لوگ ٹوکتے اور عام جماعت کی مخالفت پر ان کو برا کہتے تھے لیکن وہ اپنی رائے پر نہایت شدت سے عمل پیرا تھے، لیکن مکہ پہونچکر یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید اس عمل میں غلطی ہوئی ہو چنانچہ کعب بن مالک سے کہا کہ ہم کو آن حضرت صلعم کے پاس چلنا چاہیے، براء اور کعب دونوں رسول اللہ صلعم سے ناواقف تھے، البتہ حضرت عباس سے شناسائی تھی، لوگوں نے پتہ بتلایا کہ آپ عباس رض کے پاس بیٹھے ہیں، گئے تو آن حضرت صلعم نے حضرت عباس رض سے ان کے متعلق استفسار کیا، حضرت عباس رض نے دونوں بزرگوں کا تعارف کرایا، کعب بن مالک رض کا نام آن حضرت صلعم نے سنا

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۴۹ ج اقسم ا، [2] زرقانی ص ۳۶۷ ج ا،

تو فرمایا شاعر؟ حضرت عباسؓ نے جواب دیا جی ہان، اِس قدر گفتگو کے بعد اصل مسئلہ پیش ہوا، براءؓ نے کہا یا نبی اللہ! مین اس سفر مین مسلمان ہوکر نکلا ہون اور میرا خیال یہ ہے کہ کعبہ کی طرف پشت کرنے کے بجائے مین اُس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھون، اور مین ایسا کرتا ہون لیکن میرے ساتھی مخالفت کرتے ہین، اب آپ جو کچھ ارشاد فرمائے، آنحضرتؐ نے فرمایا تم ایک قبلہ پر تھے، رہو لیکن ابھی صبر کرنا چاہئے، چنانچہ براءؓ اِس کے بعد سے شام کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے لگے، عون بن ایوب انصاری نے اِس واقعہ کو ایک شعر مین نظم کیا ہے، کہتے ہین،

وما المصلی قول لناس متقبلا علی کعبۃ الرحمن بین المشاعر

براءؓ کے ساتھ انصار کے ایک اور رئیس عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی اِس جماعت کے ساتھ آئے تھے اور اب تک مشرک تھے، انصار نے خفیہ طور سے اُن کو اسلام کی تبلیغ کی اور وہ مسلمان ہو گئے۔[۱]

حج سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرتؐ نے ایک رات مقرر کی اور تہائی رات کو یہ ۷۳ مسلمان عقبہ کی ایک گھاٹی مین ایک درخت کے نیچے جمع ہوئے، آپ حضرت عباسؓ کے ہمراہ تشریف لائے، اور حسب ذیل گفتگو شروع ہوئی،

حضرت عباس: گروہ خزرج! محمدؐ ہم مین جس درجہ کے آدمی ہین اُس سے تم بھی واقف ہو، اور ہم نے اُن کی حفاظت مین کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا ہے، اگر تم اپنے وعدون پورا کرسکتے ہو اور اُن کو دشمنون سے بچا سکتے ہو، تو بہتر، اور اگر اُن کو چھوڑدینے کا ارادہ ہے تو صاف صاف اسی وقت کہدو، کیونکہ یہان وہ اپنی قوم مین نہایت مامون اور مصئون ہین،

انصار نے کہا ہم نے تمھاری گفتگو سنی، اب یا رسول اللہ! آپ فرمائے، اور جو کچھ اپنے

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام ص ۴۴ و ۱۴۷ ج ۱، ۲ طبری ص ۱۲۱۹ ج ۳،

اور اپنے خدا کے لئے پسند ہو اُس کو لیجئے، اُس درخواست پر آنحضرت صلعم نے تکلّم کا آغاز فرمایا اور قرآن مجید سنا کر اسلام کی دعوت دی، اور فرمایا کہ مین تم سے اِس شرط پر بیعت لیتا ہون کہ میری حفاظت اپنی جانون کے برابر کروگے، براء بن معرور رئیس خزرج نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا بے شک! ہم آپ کی اسی طرح حفاظت کرین گے، آپ ہم سے بیعت لین، ہم نسلاً بعد نسلٍ سپہگر اور جنگجو واقع ہوئے ہین،" براء ابھی یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ابوالھیثم بن التیھان بولے،" یا رسول اللہ! ہم یہودیون کے ہم عہد ہین اور اب ہم اُس کو قطع کردین گے، اس بنا پر اگر آپ کبھی غلبہ پائین تو کیا ہم کو چھوڑ کر اپنے قوم مین جاملیں گے،" آن حضرت یہ سنکر مسکرائے اور فرمایا،

بل الدم الدم والھدم الھدم !	ملکہ میرا خون تمھارا خون، اور میرا ذبئہ تمھارا
انا منکم وانتم منی ! احارب من	ذبئہ ہے این تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو
حاربتم واسالم من سالمتم	تم جس سے لڑوگے میں بھی لڑوں گا، اور جس سے
	تم صلح کروگے میں بھی صلح کروں گا،

عباس بن عبادہ بن نضلہ انصاری نے کہا،" گروہ خزرج! تمھین خبر ہے کہ تم اُن سے کس چیز پر بیعت کر رہے ہو، تم اُن سے عرب و عجم کی جنگ پر بیعت کرتے ہو! جو سمجھ لو کہ اُس مین تمھاری جانین ضائع ہون گی اور شرفا قتل ہون گے، اور اگر ایسی حالت مین تم نے اُن کو چھوڑا تو خدا کی قسم اُس مین دین و دنیا دونون مین رسوائی ہے، اور اگر تم اپنے عہد پر قائم رہے اور وعدہ کو پورا کیا تو دین و دنیا دونون مین یہ سب سے بہتر ہے، اور اُس کو تم حاصل کر سکتے ہو[1]،

چونکہ یہ باتین نہایت جوش مین ہو رہی تھین اور لوگون کی آوازین کسی قدر بلند ہو گئی تھین حضرت عباسؓ نے کہا،" آواز پست کرو، کیونکہ مشرکین کے جاسوس ادھر اُدھر پھر رہے ہون گے،

[1] ابن ہشام ص ۲۴۲ و ۲۴۴ ج ۱،

اور تم مین سے ایک شخص نہایت اختصار کے ساتھ گفتگو کرے، حضرت اسعد بن زرارہ اس مقصد کے لئے سامنے آئے اور کہا، "محمد! تم اپنے رب کے لئے جو چاہو مانگو، پھر اپنے لئے اور اپنے اصحاب کے لئے مانگو، پھر ہمکو بتلاؤ کہ ہم کو خدا اور تم سے اس کا کیا اجر ملے گا"، آنحضرت نے فرمایا "تم سے خدا کے متعلق یہ کہتا ہون کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھراؤ، اور اپنے اور اپنے اصحاب کے لئے یہ چاہتا ہون کہ ہمکو پناہ دو، مدد کرو، اور جس طرح اپنی جانون کی حفاظت کرتے ہو ہماری بھی کرو"، انصار نے کہا اگر یہ تمام باتین کرین تو ہم کو کیا ملے گا؟ ارشاد ہوا "جنت"، بولے "تو جو کچھ آپ چاہتے ہین ہم اس کے لئے راضی ہین"[1]

شعبی کہا کرتے تھے کہ اتنا مختصر اور بلیغ خطبہ آج تک نہین سنا گیا،[2]

خطبہ ختم ہونے کے بعد لوگ بیعت کے لئے بڑھے، کہتے ہین کہ سب سے پہلے براء بن معرور نے بیعت کی، بعض کا خیال ابو الھیثم[2] اور اسعد بن زرارہ کی طرف بھی ہے[3]، ان لوگون کے بعد باقی جماعت نے بیعت کی، آنحضرت نے بیعت لیکر فرمایا کہ موسیٰ نے بنو اسرائیل مین ۱۲ نقیب منتخب کئے تھے، تم بھی اپنی جماعت مین سے ۱۲ - آدمی منتخب کرو، چنانچہ جو لوگ منتخب ہوئے ان کے اسماء گرامی یہ ہین:[4]

ابو امامہ اسعد بن زرارہ، سعد بن ربیع، عبد اللہ بن رواحہ، رافع بن مالک بن عجلان

براء بن معرور، عبد اللہ بن عمرو بن حرام، عبادہ بن صامت، سعد بن عبادہ، منذر بن عمرو بن خنیس،

(یہ ۹ اصحاب خزرج سے تھے) اسید بن حضیر، سعد بن ابو الھیثم بن التیہان،

(یہ ۳ صاحب اوس سے تھے)

بعض لوگون نے ابو الھیثم کے بجائے رفاعہ بن عبد المنذر کا نام لیا ہے لیکن یہ کچھ زیادہ قابلِ لحاظ نہین، حضرت کعب بن مالک نے جو انصار کے مشہور شاعر تھے اور اس بیعت مین شریک تھے

[1] مسند ابن حنبل ص ۱۱۹، ۱۲۰ ج ۴، [2] طبقات ابن سعد ص ۱۰۴ ج ۳ [3] الخصائص ص ۱۵ ج ۱ قسم ۱، [4] اسد الغابہ ص ۱۷۴ ج ۱

نقباء کے نام اپنی ایک نظم میں بیان کئے ہیں لیکن اُس میں رفاعہؓ کا نام نہیں بلکہ اُن کی بجائے ابوالہیثمؓ کا ہے[1]۔

غرض نقبا کا انتخاب ہو چکا تو آنحضرتؐ نے اُن کو مخاطب کر کے فرمایا "تم اپنی آبادی کے اسی طرح ذمہ دار ہو جس طرح کہ حواری عیسیٰ بن مریم کے ذمہ دار تھے، اور میں اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں"، سب نے کہا "بے شک"۔

یہ تمام مراحل طے ہو چکے تو حضرت عباسؓ کا وہ خیال صحیح ثابت ہوا، یعنی ایک شیطان (جاسوس) نے زور سے آواز دی کہ "یا اہل المنازل! تمھیں کچھ مذمم (یہ مشرکین نے آنحضرتؐ کا نام محمد کے بجائے رکھا تھا) اور ان بے دینوں کی خبر ہے؟ یہ سب تم سے لڑنے کے لئے تیار ہوئے ہیں"، آنحضرتؐ نے یہ سنکر انصار سے کہا کہ "تم اپنی فرودگاہ پر واپس جاؤ"، حضرت عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ سے نہ رہا گیا، بولے "خدا کی قسم! اگر آپ چاہیں تو ہم کل اہل منیٰ پر تلواریں لیکر ٹوٹ پڑیں!" فرمایا "ابھی ہمیں اس کا حکم نہیں"[2]۔

غرض انصار اپنے خیموں میں آکر سو رہے، صبح کو انکے قیام گاہ میں رؤسائے قریش کی ایک جماعت پہونچی اور کہا کہ "ہم کو معلوم ہوا ہے کہ رات تم نے ہم سے لڑنے کے لئے محمد سے بیعت کی، حالانکہ تمام عرب میں ہم تم سے لڑنا سب سے بُرا سمجھتے ہیں"، مشرکینِ انصار کو چونکہ اس بیعت کا بالکل علم نہ تھا اس لئے سب نے قسم کھا کر انکار کیا، اور عبداللہ بن ابی رئیس خزرج نے کہا "یہ بالکل جھوٹ ہے، اگر یہ واقعہ پیش آتا تو مجھ سے ضرور مشورہ لیا جاتا"، قریش یہ سنکر واپس گئے لیکن ان کے آدمی ہر طرف موجود تھے، اور انصار کے ان آدمیوں کی ہر جگہ تلاش تھی، چونکہ ان لوگوں کو اب اپنی جانوں کا خوف پیدا ہو گیا تھا، اس لئے سب کے سب خفیہ مدینہ روانہ ہو گئے

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۴۳ ج ۱، [2] طبقات ص ۱۵۰ ج ۱ قسم ۱، [3] ابن ہشام ص ۲۴۵ ج ۱،

قریش کو کچھ پتہ نہ چل سکا لیکن سعدؓ بن عبادہ سردار خزرج اتفاقاً ہاتھ آگئے، قریش کے آدمیوں نے انکو سخت تکلیف دی اور مارتے پیٹتے مکہ لائے، یہاں مطعم بن عدی اور حارث بن امیہ نے ان کو چھڑایا، اب انصار کو سعدؓ بن عبادہ کی فکر لاحق ہوئی اور سب نے بالاتفاق مکہ چلنے کی نسبت طے کرلیا، اتنے میں حضرت سعدؓ آتے دکھائی دئے، اور ان کو لیکر سب خوش خوش مدینہ روانہ ہوگئے[۱] جیسا کہ اوپر معلوم ہوا یہ بیعت عرب وعجم کی جنگ پر بیعت تھی، اس لئے ہم کو اب ان جانباز زندگی نام بتانے چاہئیں جنھوں نے اسلام اور آنحضرت صلعم کو اس وقت پناہ دی جبکہ ان کے لئے اور کوئی جائے پناہ نہ تھی اور اس وقت اپنے کو خدمت کے لئے پیش کیا جبکہ عرب کا کوئی قبیلہ اس میدان میں اترنے کی ہمت نہیں کرتا تھا، ان بزرگوں کی مجموعی تعداد ۷۵، ہے ۷۳ مرد اور ۲ عورتیں، تفصیل حسب ذیل ہے،

۱۔ قبیلہ اوس۔

عبدالاشہل: اسیدؓ بن حضیرؓ، ابوالہیثمؓ بن التیہان، سلمہؓ بن سلامۃ بن وقش،

حارثہ: ظہیرؓ بن رافع، ابو بردہ بن نیار، نہیرؓ بن الہیثم،

عمرو بن عوف: سعدؓ بن خیثمہ، رفاعہؓ بن المنذر، عبداللہؓ بن جبیر، معنؓ بن عدیؓ، عویمؓ ابن ساعدہؓ،۔

قبیلہ اوس سے کل گیارہ اصحاب اس بیعت میں شریک تھے،

قبیلہ خزرج

نجار۔ ابو ایوبؓ خالد بن زید، معاذؓ بن حارث بن رفاعہ، عوفؓ بن حارث، عمارہؓ بن حزم، اسعدؓ بن زرارہ، رفاعہؓ بن حارث، سہلؓ بن عتیک، اوسؓ بن ثابت بن منذر، ابوطلحہؓ زید بن سہل

[۱] طبقات ابن سعد ص ۵ ج اقسم ا،

قیس بن ابو صعصعہ، عمرو بن غزیہ،

حارث بن خزرج : سعد بن ربیع، خارجہ بن زید بن ابی زہیر، عبداللہ بن رواحہ، بشیر بن سعد، عبداللہ بن زید بن ثعلبہ، ابو مسعود عقبہ بن عمرو، خلاد بن سوید بن ثعلبہ

بیاضہ : زیاد بن لبید، فروہ بن عمرو، خالد بن قیس بن مالک،

زریق : رافع بن مالک بن عجلان، ذکوان بن عبدقیس، عباد قیس بن عامر، حارث بن قیس،

سلمہ : براء بن معرور، سنان بن صیفی، طفیل بن نعمان، معقل بن منذر، یزید بن منذر، مسعود ابن یزید، ضحاک بن حارثہ، یزید بن خذام، جبار بن صخر، طفیل بن مالک، بشر بن براء، کعب بن مالک، سلیم بن عمرو، قطبہ بن عامر، یزید بن عامر، ابوالیسر کعب بن عمرو، صیفی بن سواد ثعلبہ ابن عنمہ، عمرو بن عنمہ، عبس بن عامر، عبداللہ بن انیس، خالد بن عمرو بن عدی، عبداللہ بن عمرو ابن حرام، جابر بن عبداللہ، معاذ بن عمرو بن جموح، ثابت بن الجذع، عمیر بن حارث، خدیج بن سلامہ، معاذ بن جبل،

عوف بن خزرج : عبادہ بن صامت، عباس بن عبادہ بن نضلہ، ابو عبدالرحمن بن یزید، عمرو ابن حارث، رفاعہ بن عمرو، عقبہ بن وہب،

ساعدہ : سعد بن عبادہ سردار خزرج، منذر بن عمرو بن خنیس،

دو عورتیں بھی اس بیعت میں شریک تھیں، نسیبہ بنت کعب، اور ام منیع، اول الذکر نوکار اور دوسری نوسلمہ سے تھیں،

قبیلۂ خزرج کے بیائعین کی تعداد ۶۲ ہے، اور اگر اس کے ساتھ قبیلۂ اوس کے بیائعین شامل کر لئے جائیں تو یہ تعداد عورتوں کو ملا کر ۷۵ ہو جاتی ہے، (سیرت ابن ہشام ص ۲۴۹ تا ۲۵۵ ج ۱)

ان بزرگوں میں بعض ایسے بھی تھے جو بیعت کے بعد مدینہ واپس آئے لیکن پھر آں حضرت کے پاس مکہ چلے گئے، اور کچھ دن اقامت کرکے مہاجرین کے ساتھ ہجرت کی، ایسے لوگوں کو مہاجری انصاری کہا جاتا ہے ان بزرگوں کی تعداد ۴ ہے، اور ان کے اسماء گرامی یہ ہیں، ذکوانؓ بن عبد قیس، عقبہ بن وہب، عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ، زیادؓ بن لبید۱

مدینہ میں بیعتِ عقبہ کا اثر

اس بیعت کا یہ اثر ہوا کہ انصار نے نہایت گرمجوشی سے بت پرستی کی بیخ کنی شروع کی، اور مذہب اسلام کو نہایت آزادانہ طور سے اہل شہر کے سامنے پیش کیا، چنانچہ بنو سلمہ کی نسبت لکھا ہے کہ جب معاذ بن جبلؓ اور معاذ بن عمروؓ وغیرہ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے عمرو بن جموح رئیس سلمہ کے مسلمان کرنے کی عجیب ترکیب نکالی، عمرو نے عام رؤسا کی طرح اپنے گھر میں پوجا کرنے کی ایک جگہ علیحدہ بنائی تھی اور وہاں مناۃ کی ایک لکڑی کی مورت رکھی تھی، جب عمرو کے بیٹے معاذ اور خاندان سلمہ کے چند نوجوان مسلمان ہو گئے تو سب نے بالاتفاق عمرو کا بت رات کو گھر سے اٹھانا اور کسی گڑھے میں پھینکنا شروع کیا، مناۃ کو اس صورت سے مشرکین دیکھتے تو ان کو سخت عبرت ہوتی تھی، اور عمرو کو بھی اپنے دیوتا کی اس اہانت پر سخت غصہ آتا تھا، لیکن چونکہ مجرموں کا پتہ نہ چلتا تھا اس لئے پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا، پھر اس کو نہلا کر خوشبو لگاتا، اور گھر پہونچا آتا تھا، غرض چند روز یہی نوبت رہی تو عمرو کو غیب سے ہدایت ہوئی، ایک دن صبح بت اٹھانے آیا تو اس کی گردن میں تلوار باندھ دی، اور کہا مجھکو تو اس آدمی کی خبر نہیں ملتی، اگر تم خود کچھ کر سکتے ہو تو یہ تلوار حاضر ہے، رات کو یہ لڑکے آئے تو تلوار اس کے گلے سے اتار لی اور رسی کے ایک سرے میں مرا ہوا کتا اور دوسرے میں اس بت کو باندھ کر کنوئیں میں لٹکا دیا، لوگ آتے اور یہ تماشا دیکھتے تھے، عمرو صبح کو بت ڈھونڈھنے نکلا اور اس کو

---

۱ طبقات ابن ہشام ص ۵۲ ج ا قسم ا

اُس ردّی حالت میں پایا تو چشم بصیرت وا ہو گئی، مسلمانوں کو اِس واقعہ کی اطلاع ملی تو اُنھوں نے اُس کے سامنے اِسلام پیش کیا اور وہ مسلمان ہو گیا، حضرت عمروؓ بن جموح نے اپنے اِس واقعہ کو خود نظم کیا ہے اور اُس میں اپنے مسلمان ہونے پر خدا کا بڑا شکر ادا کیا ہے[1]

حضرت سھلؓ بن حنیف کے متعلق بھی تصریح آئی ہے کہ وہ رات کو اپنی قوم کے بت خانوں یا پوجا کی جگہوں میں گھس جاتے، اور بتوں کو توڑ ڈالتے تھے، چونکہ یہ بت لکڑی کے ہوتے تھے، اِس لئے وہ ایک مسلمان بیوہ کو لا کر دیتے کہ تم اِس کو جلا ڈالنا" حضرت علی علیہ السلام کو یہ واقعہ اِس عورت سے معلوم ہوا تھا چنانچہ جب حضرت سھلؓ کا انتقال ہوا تو حضرت علی نے لوگوں سے اِن کی اِس خدمتِ جلیلہ کا تذکرہ فرمایا[2]،

اِن واقعات سے یہ معلوم ہوا کہ بیعتِ عقبہ کے بعد مشرکین انصار میں مدافعت کی قوت بھی باقی نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ عبد اللہ بن ابی اور دیگر منافقین گو حقیقتاً مسلمان نہ تھے، لیکن چار و ناچار اِن کو بھی مسلمان بننا پڑا تھا، ورنہ اِن کے لئے مدینہ میں زندگی بسر کرنے کی کوئی صورت باقی نہ رہ گئی تھی،

---

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۴۸ ج ۱ [2] طبری ص ۱۲۴۳ ج ۳

ہجرت مہاجرین

قریش نے انصار کے اسلام کو نہایت خوف اور دہشت کی نگاہ سے دیکھا تھا، اور چون کہ وہ جانتے تھے کہ انصار ایک جنگجو قوم ہے اور وہ آن حضرتؐ اور صحابہ کی پوری طرح حفاظت کرے گی اور مسلمان مدینہ ضرور ہجرت کرین گے، اس لئے بیعت عقبہ کے بعد انھون نے مسلمانون پر پہلے سے زیادہ ظلم و ستم شروع کیا یہان تک کہ ایک وقت وہ بھی آگیا کہ سرزمین بطحا اپنی کشادگی کے باوجود مسلمانون پر تنگ ہو گئی،

صحابہ نے قریش کے اس ظلم و تعدی کی بارگاہِ رسالت مین فریاد کی تو ارشاد ہوا کہ مین نے تمھاری ہجرت گاہ خواب مین دیکھا ہے، وہان کھجور کے درخت کثرت سے ہین اور وہ دو سنگستانون کے درمیان واقع ہے، چونکہ یہ صفت مدینہ کے ساتھ سراۃ مین بھی پائی جاتی تھی اس لئے آپ کا ذہن سراۃ کی طرف منتقل ہوا چند روز کے بعد آپ ایک دن بہت مسرور تشریف لائے اور کہا کہ "تمھارا دار الہجرت متعین ہو گیا، اب جس کا جی چاہے یثرب چلا جائے"، چنانچہ اجازت پاتے ہی صحابہ نے ہجرت کی خفیہ طور پر تیاریان شروع کین، ابو سلمہ بن عبد الاسد نے سب سے پہلے ہجرت کی، ابن ہشام نے لکھا ہے کہ انھون نے بیعت عقبہ سے بھی ایک سال قبل ہجرت کی تھی، ابو سلمہؓ کے بعد عامرؓ بن ربیعہ اپنی بیوی لیلیٰؓ بنت ابی حثمہ کے ہمراہ مدینہ آئے، پھر عبد اللہ بن جحشؓ، عبدؓ بن جحش ابو احمد، مدینہ آئے، پھر مہاجرین متواتر پہونچنے لگے، چنانچہ عکاشہؓ بن محصن، شجاعؓ، عقبہؓ (پسران وہب) اربدؓ بن حمیرہ، منقذ بن نباتہ، سعیدؓ بن رقیش، محرز بن نضلہ، یزید بن رقیش، قیس بن جابر، عمرو بن محصن، مالک بن عمرو، صفوانؓ بن عمرو، ثقیفؓ بن عمرو، ربیعہؓ بن اکثم، زبیرؓ بن عبیدہ، تمامؓ، سنجرہؓ، محمد بن عبد اللہ

جحش، زینبؓ بنت جحش، ام حبیبؓ، جذامہؓ بنت جندل، ام قیسؓ بنت محصن، ام حبیبؓ بنت ثمامہ، امنہ بنت رقیش، سنجرہؓ بنت تمیم، حمنہؓ بنت جحش، نے ہجرت کی، ان کے بعد حضرت عمرؓ اور عیاش بن ابی ربیعہؓ آئے، ان کے بعد زید بن خطابؓ، عمروؓ، عبداللہؓ (پسران سراقہ بن معتمر) خنیسؓ بن حذافہ، سعد بن زید، واقد بن عبداللہؓ خولیؓ، مالکؓ (پسران ابی خولی) ایاسؓ، عاقلؓ، عامرؓ، خالدؓ (پسران بکیر) اور ان کے حلفاء آئے، اور رفاعہ بن عبدالمنذر کے گھر میں قبا میں قیام کیا، پھر باقی اصحاب آئے اور مدینہ میں مختلف جگہوں میں قیام کیا، چنانچہ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے،

اسمای مہاجرین	اسمای انصار	نام قبیلہ یا محلہ
حضرت طلحہؓ، صہیبؓ	خندب بن اساف	سخ، حارث بن خزرج
حضرت حمزہؓ، زید بن حارثہؓ، ابو مرثدؓ، ابو مرثدؓ، انسہؓ، ابو کبشہؓ	کلثوم بن الہدم	قبا
عبیدہؓ بن حارث، طفیلؓ، حصینؓ، مسطح بن اثاثہ، سویبط بن سعد، طلیب بن عمیرؓ، خباب بن الارتؓ	عبداللہ	حارث بن خزرج
حضرت زبیرؓ، ابو سبرہؓ	منذر بن محمد جحجبی	عصبہ
مصعب بن عمیرؓ	سعد بن معاذ	عبدالاشہل
ابو حذیفہؓ، سالمؓ	ثبیتہ بنت یعارؓ	قبا
عتبہ بن غزوانؓ	عباد بن بشرؓ	عبدالاشہل

اسمائے مہاجرین	انصاری اسلامی ئے	نام قبیلہ یا محلہ
حضرت عثمانؓ	اوس بن ثابتؓ	نجار
عراب مہاجرینؓ	سعد بن خثیمہؓ	قبا

ان لوگوں کے ہجرت کرنے کے بعد مکہ مین آن حضرت صلعم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے سوا کوئی نہ رہ گیا تھا، البتہ وہ لوگ مستثنیٰ تھے جو یا قید تھے، یا بیمار، اور یا ہجرت سے معذور،

ہجرت نبوی صلعم

بیعت عقبہ سے تقریباً ڈھائی مہینہ کے بعد وہ زمانہ آیا کہ جب خود آنحضرت صلعم نے ہجرت کا عزم فرمایا، صحابہ کے مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے جانے سے گو ایک حد تک قریش کو سکون نصیب ہو گیا تھا، لیکن آنحضرت کی موجودگی اب بھی ان کے دل میں کھٹک پیدا کرتی تھی، اور آپ کی ہجرت کا خیال ان کو اور بھی آتش زیر پا بنا رہا تھا، چنانچہ اس مقصد کے لئے انھوں نے دارالندوہ مین ایک مجلس شوریٰ طلب کی اور نجد کے ایک بوڑھے شیطان کے مشورہ سے آپ کے قتل کا فتویٰ صادر کیا، لیکن آپ حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ مکہ سے نکلکر ایک غار مین پناہ گزین ہو گئے اور وہان سے خفیہ مدینہ کا رخ فرمایا،

مدینہ مین آپ کا نہایت بے تابی سے انتظار ہو رہا تھا، انصار اور مہاجرین روزانہ صبح اٹھکر عُصبہ کے سنگستان تک جاتے اور جب دھوپ سے زمین تپ اٹھتی اس وقت واپس آتے تھے، ایک روز اسی طرح انتظار کے بعد واپس ہو رہے تھے، کہ ایک یہودی نے

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۵۲ ج ۱ قسم ۱ سیرت ابن ہشام ص ۲۵۷ تا ۲۶۲ ج ۱

ٹیلہ پر سے آواز دی بنو قیلہ! (انصار کی دادی کا نام ہے) لو! تمھارے صاحب آگئے، انصار یہ سنکر پلٹے اور آن حضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئے، اُس وقت صحابہ کے جوش کی عجیب حالت تھی، تمام مسلمان ہتھیاروں سے آراستہ تھے اور عمرو بن عوف کے محلہ میں تکبیر کا اِس قدر شور تھا کہ زمین لرز اُٹھتی تھی۔

آن حضرتؐ پہلے قبا میں اترے اور کلثوم بن الہدم کے مکان میں قیام فرمایا، لوگوں سے ملنے جلنے کے لئے سعد بن خثیمہ کے مکان میں نشست رہتی تھی اِس لئے بعض کو شبہ ہوا اور اُنھوں نے آنحضرتؐ کا مسکن سعد کے مکان کو سمجھا، یہاں آپ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ۴ روز اور صحیح بخاری کے رو سے ۱۴ روز مقیم رہے اور ایک مسجد کی بنیاد قائم کی،

جمعہ کے روز مدینہ تشریف لیجانے کا خیال ہوا اور بنو نجار کو اطلاع کرائی، بنو نجار ہتھیار سج سج کر خیر مقدم کے لئے قبا پہونچے اور کہا "بسم اللہ تشریف لے چلئے" موکب رسالت قبا سے اٹھا تو شہر یثرب کے در و دیوار طلعت اقدس سے جگمگا اُٹھے، اللہ اکبر! مدینہ منورہ کی تاریخ میں یہ کتنا مبارک دن تھا، انصار کے تمام قبیلے شہنشاہِ رسالت کے انتظار میں ہتھیاروں سے آراستہ دو رویہ صف بستہ تھے، روساء اپنے اپنے محلوں میں قرینے سے ایستادہ تھے، پردہ نشین خواتین گھر سے باہر نکل آئی تھیں، مدینہ کے حبشی غلام جوشِ مسرت میں اپنے فوجی کرتب دکھا رہے تھے، اور خاندان نجار کی لڑکیاں دف بجا بجا کر "طلع البدر" کا ترانۂ خیر مقدم گا رہی تھیں، غرض اِس شان و شکوہ سے آن حضرتؐ کا داخلہ ہوا کہ وداع کی گھاٹیاں مسرت کے ترانوں سے گونج اُٹھیں، اور مدینہ کے روز نہائے دیوار نے اپنی آنکھوں سے وہ دیکھا جو کبھی نہ دیکھا تھا!

اب ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھئے میزبانِ دو عالم کی مہمانی کا شرف کس کو حاصل ہو، چنانچہ

جب آپ رانوناکی مسجد سے نماز پڑھ کر باہر آئے اور بنو سالم میں پہونچے تو عتبان بن مالک،
اور عباس بن عبادہ بن نضلہ نے اھلاً وسھلاً کہا اور قیام کے لئے اپنا مکان پیش کیا، پھر
بالترتیب بیاضہ میں زیاد بن لبید، اور فروہ بن عمرو، ساعدہ میں سعد بن عبادہ سردار قبیلۂ خزرج،
اور منذر بن عمرو، حارث بن خزرج میں سعد بن ربیع خارجہ بن زید اور عبداللہ بن رواحہ، عدی
بن نجار میں سلیط بن قیس، اور ابو سلیط اسیرہ بن ابی خارجہ نے آپ کا خیر مقدم کیا اور اپنے اپنے
گھروں میں قیام کی خواہش ظاہر کی، لیکن کارکنانِ قضا و قدر نے اس شرف کے لئے
جس گھر کو تاکا تھا وہ حضرت ابو ایوب کا کاشانہ تھا، اس لئے جس شخص نے آپ سے اس
کی خواہش کی جواب ملا خلوا سبیلها فانها مامورة اس کو چھوڑ دو، یہ حکم کی پابند ہے
آخر ناقۂ وحی نے سفر کی منزل متعین کی اور ناقۂ قصوا نے خانۂ ابو ایوب کے سامنے دم لیا،
اب بنو نجار میں قیام کا مسئلہ پیش ہوا اور امیدوار ہر طرف سے ہجوم کر آئے، لیکن اسی اثنا
میں حضرت ابو ایوب انصاری نے آکر کہا "میرا مکان یہ ہے اور یہ اس کا دروازہ ہے"، آپ نے
اجازت دی تو انھوں نے مہبط وحی و رسالت کو اپنے گھر میں اتار لیا،[۹۱]

مبارک منزلے کان خانہ را ماہے چنین باشد
ہمایون کشورے کان عرصہ را شاہے چنین باشد

یہاں پہونچتے ہی اشاعت اسلام کا کام نہایت تیزی سے شروع ہو گیا، جس وقت آپ
شہر آرہے تھے، ایک گھر کی بیوی آپ کی منتظر تھیں، مکان کے سامنے گذر ہوا تو انھوں نے
اپنے تمام گھر والوں کے ساتھ اسلام قبول کیا،[۹۲]

حضرت عبداللہ بن سلام یہود کے ایک بڑے عالم تھے، وہ بھی اب تک اسلام سے

---

[۹۱] صحیح بخاری ص ۵۵۵ و ۵۶۰ ج ۱، طبقات ابن سعد ص ۱۵۷ و ۱۶۰ ج ۱، ابن ہشام ص ۲۷۰ تا ۲۷۵ ج ۱، [۹۲] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹

محروم تھے، خانۂ ابوایوبؓ میں جب آنحضرتؐ مقیم ہوگئے تو اُنھوں نے بھی آ کر کلمۂ شہادت پڑھا[1]،

تعمیر مسجد نبوی

چونکہ بنو نجار میں اب تک مستقل طور سے کوئی مسجد نہیں بنی تھی، اس لئے آنحضرت جہاں موجود ہوتے وہیں نماز ادا فرما لیتے تھے، چند روز کے بعد ایک مسجد کی تعمیر کا خیال پیدا ہوا، جس جگہ اس وقت مسجد نبوی ہے، یہ انصار کے چھوہارے پھیلانے کی جگہ تھی، اور حضرت اسعد بن زرارہ نے مسلمان ہو کر نماز باجماعت کا یہیں انتظام کیا تھا، اس لئے آپ کو مسجد کا خیال پیدا ہوا تو اسی مقام کو منتخب فرمایا جہاں کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی چند مقدس نفوس کے ہاتھوں گویا ایک مسجد کی بنیاد پڑ چکی تھی،

یہ زمین سہل ا[و]ر سہیل نامی دو یتیموں کی ملک تھی جو حضرت اسعد بن زرارہؓ کی آغوش تربیت میں پرورش پاتے تھے، آپ نے اُن سے قیمت پوچھی تو بولے کہ ہم یہ زمین آپ کے لئے ہبہ کرتے ہیں، لیکن آپ نے اس کو ناپسند کیا اور اُس کی قیمت ادا فرمائی، اس امر میں اختلاف ہے کہ زمین کا روپیہ کس نے دیا تھا، صحیح بخاری میں کوئی نص صریح نہیں، واقدی نے زہری کے سلسلہ سے لکھا ہے کہ اس کے دام حضرت ابوبکرؓ کے روپیے سے دئے گئے تھے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہؓ نے اس زمین کے معاوضہ میں ان کو بنو بیاضہ میں ایک باغ دیا تھا[2]، اور عجب نہیں کہ یہ صحیح بھی ہو کیونکہ صحیح بخاری میں یہ بالتصریح مذکور ہے کہ وہ لڑکے انھیں کے زیر تربیت تھے، زبیر اور ابو معشر کے نزدیک اس کی قیمت حضرت ابوایوبؓ نے ادا کی تھی[3]،

غرض زمین کا معاملہ طے ہونے پر اس کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا، لیکن جانتے ہو کہ اس مقدس مسجد کے کون لوگ معمار تھے؟ یہ مسجد خدا کی تھی اس لئے اس کے مزدور وہ تھے جو خدا کے محبوب اور اس کے محبوب کے پیارے تھے، یعنی انصار کرام اور مہاجرین اولین! (رضوان اللہ علیہم) اور پھر اس کا سب سے

(۱) صحیح بخاری ص ۵۵۶ ج ۱، (۲) زرقانی ص ۳۲۲، (۳) فتح الباری ص ۱۹۳ ج ۷،

بڑا معمار وہ تھا جس نے قصر نبوت میں آخری اینٹ لگائی تھی، اور جس کی غلامی پر جبریل امین بھی ناز کیا کرتے تھے، وہ اپنے باپ (حضرت ابراہیم) کی طرح خدائے قدوس کی عبادت کے لئے عرب کے ظلمتکدہ میں ایک گھر تیار کر رہا تھا، اور عبداللہ بن رواحہؓ انصاری کا یہ شعر پڑھ رہا تھا،

اللھم ان الاجر اجر الآخرۃ فارحم الانصار والمھاجرہ [1]

خدایا اجر تو بس آخرت کا اجر ہے پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما

مسجد نبوی کے ساتھ آپ کی سکونت کے لئے چند مکانات بھی بنائے گئے، اور جب یہ عمارتیں تیار ہوگئیں تو آپ حضرت ابوایوبؓ انصاری کے مکان سے اپنے مکان میں منتقل ہوگئے [2]

یہود سے معاہدہ

اس کے بعد یہود اور مسلمانوں میں ایک معاہدہ لکھا گیا جس میں یہود کو ان کے مذہب پر قائم رہنے اور ان کے جان و مال کی حفاظت کرنے کی اجازت دی گئی اور یہ شرط کی گئی کہ اگر مسلمان کسی قبیلہ سے جنگ کریں تو یہود پر ان کی اعانت لازمی ہوگی، یہود کے ساتھ خود انصار و مہاجرین کے باہمی تعلقات کا بھی اس میں تذکرہ کیا گیا تھا [3]

مواخاۃ

ہجرت مقدسہ کے وجود پر جو آسمانی برکتیں موقوف تھیں ان میں سے ایک نعمت عظمیٰ مواخاۃ بھی ہے، مواخاۃ مذہب اسلام اور آنحضرت صلعم کی زندگی کا وہ عظیم الشان واقعہ ہے جس کی نظیر اخلاق اور تمدن دونوں کی تاریخ یکسر خالی ہے، اہل عرب عموماً اور اہل یثرب خصوصاً باہمی معرکہ آرائیوں کی بدولت حسد، دشمنی، بغض اور کینہ توزی کے اسقدر عادی ہوگئے تھے کہ غیر تو غیر خود اپنوں پر بھی کسی کو اعتماد نہ ہوتا تھا، اوس و خزرج بھائی بھائی تھے لیکن باہم خانہ جنگیوں نے وہ دن دکھایا تھا کہ ایک دوسرے کی صورت سے بھی نفرت کرتے تھے، واقعات شاہد ہیں کہ جب حضرت مصعب بن عمیرؓ داعی اسلام بن کر مدینہ آئے تو انصار نے ان کو صرف اس وجہ سے امام بنایا تھا کہ وہ اپنے کسی ہم قبیلہ کے پیچھے

[1] صحیح بخاری ص ۵۵۵ ج ۱، [2] ابن ہشام ص ۷۵ ج ۱، [3] ایضاً ص ۲۷۸،

نماز نہین پڑھنا چاہتے تھے،[1] لیکن اسلام کی برکات اور آن حضرت صلعم کے فیض صحبت سے یہ حالت بہت جلد بدل گئی، اور وہ دن آگیا کہ انصار باہمی بغض و عناد کو چھوڑ کر مہاجرین اور اجنبی مسلمانوں کے ساتھ وہ کرین جو دنیا خود اپنے بڑے سے بڑے عزیز کے ساتھ نہین کر سکتی، ہجرت کے ۵ ماہ بعد[2] آن حضرت صلعم نے حضرت انس رض کے مکان مین انصار و مہاجرین کا ایک مجمع طلب کیا[3] اور اُن میں برادری قائم کی، کہتے ہین کہ اُن بزرگون کی تعداد ۹۰ تھی جن مین نصف مہاجرین اور نصف انصار تھے، ابن سعد نے واقدی سے یہی روایت کی ہے، بعض کا خیال ہے کہ دونون فریق ۵۰۔ ۵۰ تھے، اس لحاظ سے یہ تعداد ۹۰ کے بجائے ۱۰۰ ہو جاتی ہے، ان بزرگون میں سے بعض کے نام ہم کو معلوم ہو سکے ہیں اور وہ یہ ہین،

	مہاجرین	انصار
۱	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم	حضرت علی رض } یہ دونون مہاجر تھے،
۲	حضرت حمزہ رض	زید بن حارثہ رض } یہ دونون مہاجر تھے،
۳	جعفر طیار رض	معاذ بن جبل رض
۴	ابوبکر صدیق رض	خارجہ بن زہیر رض
۵	عمر بن خطاب رض	عتبان بن مالک رض
۶	ابو عبیدہ رض	سعد بن معاذ رض
۷	عبد الرحمن بن عوف رض	سعد بن ربیع رض
۸	زبیر بن عوام رض	سلمہ بن سلامۃ بن وقش رض
۹	عثمان بن عفان رض	اوس بن ثابت بن منذر رض
۱۰	طلحہ بن عبید اللہ رض	کعب بن مالک رض

---

[1] اسد الغابہ ص ۲۶۹ ج ۴، [2] زرقانی ص ۳۴۴ ج ۱، [3] صحیح بخاری ص ۳۰۶ ج ۱،

۱۱-	سعید بن زید رض	ابی بن کعب رض
۱۲-	مصعب بن عمیر رض	ابو ایوب خالد بن زید رض
۱۳-	ابو حذیفہ بن عتبہ رض	عباد بن بشر بن وقش رض
۱۴-	ابوذر غفاری رض	منذر بن عمرو رض
۱۵-	عمار بن یاسر رض	حذیفہ بن یمان رض
۱۶-	حاطب بن ابی بلتعہ رض	عویم بن ساعدہ رض
۱۷	سلمان فارسی رض	ابو الدرداء رض
۱۸	بلال حبشی رض	ابو رویحہ خثعمی رض[۱]

اس مواخاۃ کا کیا اثر ہوا، اس کا جواب ذیل کے واقعات میں ملتا ہے،

مہاجرین جس وقت مکہ سے مدینہ آئے ہیں تو ان کے پاس کچھ نہ تھا، انصار نے اپنی جائداد ان کے لئے علیحدہ کردیں، لیکن آنحضرت رض نے انکار کیا تو انصار نے کہا کہ مہاجرین ان کی زمینیں جوتیں بوئیں اور اس محنت کے معاوضہ میں نصف پھل لے لیا کریں[۲]، آنحضرت ص اور مہاجرین نے اس رائے کو پسند کیا،

انصار کی وراثت بجائے ان کے اعزہ کے مہاجرین کو ملتی تھی، جب یہ آیت (ولکل جعلنا موالی) نازل ہوئی تو وراثت کا یہ طریقہ منسوخ ہوگیا[۳]

عام انصار کے ساتھ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے مواخاۃ کا عجیب و غریب منظر پیش کیا، حضرت عبدالرحمان بن عوف رض ان کے اسلامی بھائی بنائے گئے تو انھوں نے درخواست کی کہ میرا آدھا مال لے لیں اور دو بیویوں میں ایک بیوی بھی منتخب کرلیں (حضرت سعد کے دو بیویاں تھیں) حضرت

---

[۱] سیرت ابن ہشام ص ۱۸۱ و ۱۸۲ ج ۱، [۲] صحیح مسلم ص ۸۰ ج ۲، [۳] صحیح بخاری ص ۳۰۶ ج ۱،

عبدالرحمن نے یہ الفاظ سُنے تو اُن کے لئے خیر و برکت کی دُعا کی[1]

آں حضرت صلعم نے انصار کو بحرین میں زمین دینا چاہی، تو انھون نے صرف اِس بنا پر لینے سے انکار کیا کہ قریش کو بھی اِسی قدر مِلنا چاہئے[2]

غزوۂ موتہ میں اُمرائے لشکر کی شہادت کے بعد کوئی امیر نہ تھا، ایک انصاری نے جھنڈا اٹھا کر حضرت خالدؓ کو دیا، انھون نے ہر چند چاہا کہ انصاری امیر بن جائیں لیکن وہ برابر انکار کرتے رہے اور بولے کہ مین اِس کو صرف تمھارے لئے لایا ہون[3]

اِن واقعات سے معلوم ہوا کہ مواخاۃ کی بدولت انصار مین ایثار کا عجیب و غریب مادّہ پیدا ہو گیا تھا، نفسانیت بالکل فنا ہو گئی تھی، اور جاہلیت کی تمام ادعائی آوازین پست ہو گئی تھین،

اذان | آن حضرتؐ کی مکّی زندگی کچھ ایسی پُر پیچ اور مشکلات مین گھری ہوئی گذری تھی کہ نماز کے علاوہ اور کوئی شے مُسلمانون پر فرض نہین ہو سکی تھی، مدینہ آکر جب کسی قدر امن و سکون میسّر ہوا تو فرائض کی حدبندی ہوئی اور احکامات مین اضافہ شروع ہوا، چنانچہ زکواۃ فرض ہوئی، روزے مقرر کئے گئے، حدود قائم ہوئے اور حرام و حلال کی تشریح کی گئی، اِس وقت تک آن حضرتؐ نماز کے لئے جو جماعت قائم کرتے تھے، اُس کی صرف یہ صورت ہوتی تھی کہ لوگ نماز کے اوقات مین آکر جمع ہو جاتے تھے اور نماز ہو جاتی تھی، لیکن اُس کی اطّلاع کا مُسلمانون کے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا، ظاہر ہے کہ یہ بالکل غیر منتظم حالت تھی اِسی بنا پر آن حضرتؐ کا ارادہ ہوا کہ نماز کے وقت یہود کی طرح بوق بجایا جائے، پھر ناقوس کا خیال ہوا، اِسی اثنا مین انصار کے ایک شخص حضرت عبداللہ بن زید بن سعد ربہ نے خواب دیکھا اور اُس مین اذان کے کلمات سنے، بیدار ہو کر آن حضرتؐ سے بیان کیا تو ارشاد ہوا کہ تمھارا خواب سچا ہے، اِس کے بعد حکم ہوا کہ بلال کو سکھا دو، حضرت بلالؓ اذان دے ہی رہے تھے کہ حضرت عمرؓ نے اپنا خواب آکر بیان کیا اور کہا مین نے بھی یہی کلمات خواب مین سُنے ہین، آن حضرتؐ یہ سُنکر بہت

---

[1] صحیح بخاری ص ۱۷۱ ح ۱، [2] ایضاً ص ۴۴۸ ح ۱، [3] طبقات ابن سعد ص ۹۴ ح ۲ قسم ۱،

خوش ہوئے اور دو مسلمانون کے اِس اتفاق پر خدا کا شکر ادا کیا،[1]

اِس مقام پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ اذان جو درحقیقت نماز کا دیباچہ اور اسلام کا شعار اعظم ہے ایک انصاری کی رائے سے قائم ہوئی، اور یہ وہ شرف ہے جو انصار کے ناصیۂ کمال پر ہمیشہ غرۂ عظمت بن کر نمایان رہے گا،

حضرت ابو ایوب انصاریؓ

نام و نسب اور ابتدائی حالات | خالد نام، ابو ایوب کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد عوف خزرجی، خاندان نجار گو قبائل مدینہ میں خود بھی ممتاز تھا، تاہم اِس شرف نے کہ حامل نبوت کی وہان ننہالی قرابت تھی، اُس کو مدینہ کے اور قبائل سے ممتاز تر کر دیا تھا، ابو ایوبؓ اِس خاندان کے رئیس تھے،

اسلام | حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی اُن منتخب بزرگان مدینہ میں ہین، جنھون نے عقبہ کی گھاٹی مین جا کر آنحضرت صلعم کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی تھی،

حضرت ابو ایوبؓ مکہ سے دولت ایمان لے کر پلٹے تو اُن کی فیاض طبعی نے گوارا نہ کیا کہ اِس نعمت کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھین، اِس لئے اپنے اہل و عیال، اعزہ و اقارب، اور دوست و احباب کو ایمان کی تلقین کی، اور اپنی بیوی کو حلقۂ توحید مین داخل کیا،

حامل نبوت کی میزبانی | خدا نے اہل مدینہ کے قبول دعوت سے اسلام کو ایک مامن عطا کر دیا، اور مسلمان مہاجرین مکہ اور اطراف سے آ آ کر مدینہ مین پناہ گزین ہوئے، لیکن جو وجود مقدس قریش کی ستمگاریون کا حقیقی نشانہ تھا وہ اب تک ستمگارون کے حلقہ مین تھا، آخر ماہ ربیع الاول مین نبوت کے تیرہوین سال وہ بھی عازم

---

[1] سیرت ابن ہشام ص ۳۰۳ ج ۱، و جامع ترمذی ص ۳۲،

مدینہ ہوا، اہل مدینہ بڑی بیتابی سے آن حضرت صلعم کی آمد آمد کا انتظار کر رہے تھے، انصار کا ایک گروہ جس مین
حضرت ابو ایوبؓ بھی تھے روزانہ حرہ تک جو مدینہ سے ۳-۴ میل ہے، صبح اٹھ کر جاتا تھا اور دوپہر تک حضورؐ
کا انتظار کر کے نامراد واپس آتا تھا، ایک روز اسی طرح یہ لوگ بے نیل مرام واپس ہو رہے تھے کہ ایک یہودی
نے دور سے آنحضرت صلعم کو قرینہ سے پہچان کر انصار کو تشریف آوری کا مژدہ سنایا، انصار جن مین بنو نجار
سب سے پیش پیش تھے ہتھیار سج سج کر خیر مقدم کے لئے آگے بڑھے،

مدینہ سے متصل قبا نام ایک آبادی تھی، آنحضرت صلعم کچھ دنون قبا مین رونق افروز رہے اس کے
بعد مدینہ کا عزم فرمایا، اللہ اکبر! مدینے کی تاریخ مین یہ عجیب مبارک دن تھا، بنو نجار اور تمام انصار ہتھیارون
سے آراستہ دو رویہ صف بستہ تھے، رؤسا اپنے اپنے محلّون مین قرینے سے ایستادہ تھے، پردہ نشین خواتین
گھر سے باہر نکل آئی تھین، مدینہ کے حبشی غلام جوشِ مسرت مین اپنے اپنے فوجی کرتب دکھا رہے تھے
درخاندان نجار کی لڑکیان دف بجا بجا کر "طلع البدر" کا ترانہ خیر مقدم گا رہی تھین، غرض اس شان
دشکوہ سے آن حضرت صلعم کا شہر مین داخلہ ہوا کہ وداع کی گھاٹیان مسرت کے ترانون سے گونج اٹھین
اور مدینہ کے روزنہائے دیوار نے اپنی آنکھون سے وہ دیکھا جو کبھی نہ دیکھا تھا،

اب ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھئے میزبانِ دو عالم کی مہمانی کا شرف کس کو حاصل ہو، جدھر سے آپ
کا گذر ہوتا لوگ اھلاً وسھلاً مرحبا کہتے ہوئے آگے بڑھتے اور عرض کرتے، کہ حضور یہ گھر حاضر ہے
لیکن کارکنان قضا و قدر نے اس شرف کے لئے جس گھر کو تاکا تھا وہ ابو ایوبؓ کا کاشانہ تھا، آنحضرت
صلعم نے لوگون سے فرمایا "خلوا سبیلھا فانھا مامورۃ"! امام مالک کا قول ہے کہ اس وقت
آن حضرتؐ پر وحی کی حالت طاری تھی، اور آپ اپنے قیام گاہ کی تجویز مین حکم الٰہی کے منتظر تھے، آخر
ندائے وحی نے تسکین کا سرمایہ بہم پہونچایا اور ناقۂ قصوا نے خانۂ ابو ایوبؓ کے سامنے سفر کی منزل
ختم کی، حضرت ابو ایوبؓ سامنے آئے اور درخواست کی کہ میرا گھر قریب ہے، اجازت ہو تو اسباب

اُتارلوں، اُمیدواروں کا ہجوم اب بھی باقی تھا اور لوگوں کا اصرار، اجازت سے مانع تھا، آخر لوگوں نے قرعہ ڈالا، ابوایوبؓ کا نام نکلا، حضرت ابوایوبؓ کو اِس فخرلازوال کے حصول سے جو مسرّت ہوئی ہو گی اُس کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟

آں حضرت صلعم ابوایوبؓ کے گھر میں تقریباً ۷ مہینے تک فروکش رہے، اس عرصہ میں حضرت ابوایوبؓ نے نہایت عقیدت کے ساتھ آپ کی میزبانی کی، اُن کے مکان کے اوپر نیچے دو حصے تھے، اُنھوں نے اُوپر کا حصہ آں حضرت صلعم کے لئے مخصوص کیا، لیکن آپ نے اپنی اور زائرین کی آسانی کی خاطر نیچے کا حصہ پسند فرمایا، ایک دفعہ اتفاق سے کوٹھے پر پانی کا جو گھڑا تھا وہ ٹوٹ گیا چھت معمولی تھی ڈر تھا کہ پانی نیچے ٹپکے اور آں حضرت صلعم کو تکلیف ہو، گھر میں میاں بیوی کے اوڑھنے کے لئے صرف ایک ہی لحاف تھا، دونوں نے لحاف پانی پر ڈال دیا کہ پانی جذب ہوکر رہ جائے، بااین ہمہ یہ تکلیف اِن میزبانوں کے لئے کوئی بڑی زحمت نہ تھی، کہ اسلام کی خاطر اُس سے بھی بڑی بڑی اور شدید تکلیفوں کے تحمل کا وہ عزم کرچکے تھے، تاہم یہ خیال کہ وہ اُوپر اور خود حامل وحی نیچے ہے ایک سوہانِ روح تھا جس نے ابوایوبؓ اور ام ایوبؓ کو ایک دفعہ شب بھر بیدار رکھا، اور دونوں میاں بیوی نے اس سوءِ ادب کے خوف سے چھت کے کونوں میں بیٹھ کر رات بسر کی، صبح ابوایوبؓ آں حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور رات کا واقعہ عرض کیا، اور درخواست کی، کہ حضور اوپر اقامت فرمائیں، جاں نثار نیچے رہیں گے، چنانچہ آنحضرت صلعم نے درخواست منظور فرمائی، اور بالاخانہ پر تشریف لے گئے،[۱]

آں حضرت صلعم جب تک اُن کے مکان میں تشریف فرما رہے، عموماً انصار یا خود ابوایوبؓ، آں حضرت صلعم کی خدمت میں روزانہ کھانا بھیجا کرتے تھے، کھانے سے جو کچھ بچ جاتا، آپ ابوایوبؓ کے پاس بھیج دیتے تھے، ابوایوبؓ آنحضرت صلعم کی انگلیوں کے نشان دیکھتے، اور جس طرف سے آں حضرت نے

---

[۱] صحیح مسلم ص ۱۹۷ ج ۲

نوش فرمایا ہوتا، وہیں انگلی رکھتے اور کھاتے، ایک دفعہ کھانا واپس آیا تو معلوم ہوا کہ حضور نے تناول نہیں فرمایا، مضطربانہ خدمت اقدس میں پہنچے، اور نہ کھانیکا سبب دریافت کیا، ارشاد ہوا کہ کھانے میں لہسن تھا، اور میں لہسن پسند نہیں کرتا، ابوایوبؓ نے کہا اِنی اکرہ ما تکرہ جو آپ کو ناپسند ہو یا رسول اللہ میں بھی اس کو ناپسند کروں گا،[1]

مواخاۃ — ہجرت کے بعد آنحضرتؐ نے مہاجرین وانصار کو باہم بھائی بھائی بنا دیا، آپ نے حضرت انسؓ کے مکان میں مہاجرین وانصار کو جمع کیا اور اتحاد مذاق اور رتبہ اور درجہ کے لحاظ سے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کا بھائی بنایا، اس موقع پر حضرت ابوایوبؓ انصاری کو جس مہاجر کا بھائی قرار دیا وہ یثرب کے اولین داعی اسلام حضرت مصعبؓ بن عمیر قریشی تھے، مصعبؓ بن عمیر وہ پرجوش صحابی ہیں جنھوں نے اسلام کی خاطر بڑی بڑی سختیاں جھیلی تھیں، اور ہجرت نبوی سے پہلے اسلام کے سب سے اول داعی بنا کر آنحضرت صلعم نے ان کو مدینہ بھیجا تھا، ابوایوبؓ کی ان سے مواخاۃ یہ معنی رکھتی ہے کہ یہ بھی اپنے اندر اسی قسم کا جوش اور ولولہ رکھتے ہیں، اور آخر ان کی زندگی کے واقعات نے اس کو سچ کر دیا،

غزوات اور عام حالات — ابوایوبؓ، آنحضرت صلعم کے ساتھ تمام غزوات میں دیگر اکابر صحابہ کی طرح برابر کے شریک رہے، اور اس التزام سے شریک رہے، کہ ایک غزوہ کے شرف شرکت سے بھی محروم نہیں رہے، آنحضرتؐ کے مشہور غزوات میں پہلا غزوہ بدر ہے، حضرت ابوایوبؓ اس میں شریک تھے بدر کے بعد وہ احد، خندق، بیعت الرضوان، وغیرہ اور تمام غزوات میں بھی آنحضرتؐ صلعم کے ہمرکاب رہے،

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد بھی ان کی زندگی کا بیشتر حصہ جہاد میں صرف ہوا، حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں جو لڑائیاں پیش آئیں، ان میں سے جنگ خوارج میں وہ شریک تھے اور جناب امیرؓ کی بیعت میں مدائن تشریف لے گئے،

---

[1] صحیح مسلم ص ۱۹۸ ج ۲

جناب امیر کو آپ کی ذات پر جو اعتماد اور آپ کی قابلیت و حسن تدبیر کا جو اعتراف تھا وہ اس سے ظاہر ہوگا کہ جب اُنھوں نے کوفہ کو دار الخلافہ قرار دیا تو مدینہ مین حضرت ابو ایوبؓ کو اپنا جانشین چھوڑ گئے، اور وہ اپنے عہد مین امیر مدینہ رہے،

آن حضرت صلعم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اُن کی سابقہ حسن خدمت کی بنا پر بارگاہ خلافت سے حسب ترتیب ماہانہ وظائف ملتے تھے، حضرت ابو ایوبؓ کا وظیفہ پہلے ۴ ہزار درہم تھا حضرت علیؓ نے اپنے زمانۂ خلافت مین بیس ہزار کر دیا، پہلے ۸ غلام اُن کی زمین کی کاشت کے لئے مقرر تھے جناب امیرؓ نے ۴ غلام مرحمت فرمائے،

آل و اولاد

حضرت ابو ایوبؓ کی زوجہ کا نام حضرت ام ایوب انصاریہؓ ہے، اور وہ مشہور صحابیہ ہین اُن کی اولاد کی صحیح تعداد معلوم نہیں، اس قدر معلوم ہے کہ ست، خالد، محمد تین بیٹے اور عمرہ لڑکی اُن کے بطن سے تولد ہوئی،

اس حسن خدمت اور محبت کی یادگار مین جو آپ کو آن حضرت صلعم کی ذات سے تھی، تمام اصحابؓ اور اہل بیتؓ آپ سے بہ محبت و عظمت پیش آتے تھے، حضرت ابن عباسؓ، حضرت علیؓ کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے، اسی زمانہ مین آپ حضرت ابن عباسؓ کی ملاقات کو بصرہ تشریف لے گئے، ابن عباسؓ نے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ جس طرح آپ نے آن حضرت صلعم کی اقامت کے لئے اپنا گھر خالی کر دیا تھا مین بھی آپ کے لئے اپنا گھر خالی کر دون، یہ کہکر اپنے تمام اہل و عیال کو دوسرے مکان مین منتقل کر دیا، اور مکان مع اُس تمام ساز و سامان کے جو گھر مین موجود تھا آپ کی نذر کر دیا،

مصر کا سفر

حضرت علیؓ کے بعد امیر معاویہ کی حکومت کا زمانہ آیا، عقبہ بن عامر جہنی اُن کی طرف سے مصر کے گورنر تھے، حضرت عقبہؓ کے عہد امارت مین حضرت ابو ایوبؓ کو دو مرتبہ سفر مصر کا اتفاق ہوا، پہلا سفر طلب حدیث کے لئے تھا، اُنھین معلوم ہوا تھا کہ حضرت عقبہ کسی خاص حدیث کی روایت کرتے ہین،

صرف سماع حدیث کے لئے اور صرف ایک حدیث کے لئے حضرت ابوایوبؓ نے عالم پیری مین سفر مصر کی زحمت گوارا کی، مصر پہونچکر پہلے مسلمہ بن مخلد کے مکان پر گئے، حضرت مسلمہ نے خبر پائی تو جلدی سے گھر سے باہر نکل آئے اور معانقہ کیا پھر پوچھا کہ کیسے تشریف لانا ہوا؟ حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا کہ مجکو عقبہ کا مکان بتا دیجئے مسلمہ سے رخصت ہوکر عقبہ کے مکان پر پہونچے اِن سے ستر المسلم کی حدیث دریافت فرمائی اور کہا کہ اِس وقت آپ کے سوا اُس حدیث کا جاننے والا کوئی نہین، حدیث سُنکر اونٹ پر سوار ہوئے اور سیدھے مدینہ منورہ واپس چلے آئے[۱]

عزوۂ روم کی شرکت | دوسری بار غزوہ روم کی شرکت کے ارادہ سے مصر تشریف لائے، فتح قسطنطنیہ کی آنحضرت صلعم بشارت دے گئے تھے، امرائے اسلام منتظر تھے کہ دیکھئے یہ پیشگوئی کس جانباز کے ہاتھ سے پوری ہو، شام کے دارالحکومت ہونے کے سبب سے حضرت معاویہ کو اِس کا سب سے زیادہ موقع حاصل تھا، چنانچہ سنہ ۵۲ھ مین امیر معاویہ نے روم پر فوج کشی کی، یزید بن معاویہ اُس لشکر کا سپہ سالار تھا، دیگر اصحاب کبار کی طرح حضرت ابوایوبؓ بھی اُس پرجوش فوج کے ایک سپاہی تھے مصر و شام وغیرہ ممالک اسلام کے الگ الگ دستے تھے، مصری فوج کے سرعسکر گورنر مصر مشہور صحابی عقبہ بن عامر جہنی تھے، ایک دستہ فضالہ بن عبید کے ماتحت تھا، ایک جماعت عبدالرحمن بن خالد بن ولید کے زیر قیادت تھی، رومی بڑے سر و سامان سے لڑائی کے لئے تیار ہوئے اور ایک فوج گران مسلمانون کے مقابلہ کے لئے بھیجی، مسلمانون نے بھی مقابلہ کی تیاریان کین، ان کی تعداد بھی دشمنون سے کم نہ تھی، جوش کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک مسلمان رومیون کی پوری پوری صف سے معرکہ آرا تھا، ایک صاحب کے جوش کی یہ کیفیت تھی کہ رومیون کی صفون کو چیر کر تنہا اندر گھس گئے، اِس تہور کو دیکھ کر عام مسلمانون نے بیک آواز کہا کہ صریح آیت قرآنی لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (اپنے آپ کو ہلاکت مین نہ ڈالو) کے خلاف ہے، ابوایوبؓ انصاری آگے

(۱) مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۳،

بڑھے اور روح کو مخاطب کر کے فرمایا، لوگو! تم نے اِس آیۂ شریفہ کے یہ معنی سمجھے، حالانکہ اُس کا تعلق انصار کے ارادۂ تجارت سے ہے، اسلام کے امن و فراخی کے بعد انصار نے یہ ارادہ کیا کہ گذشتہ سالہائے جہاد و مشغولیت میں جو نقصانات اُٹھانے پڑے ہین اُن کی تلافی کیجائے،

پس ہلاکت جہاد مین نہیں، بلکہ ترک جہاد اور فراہمی مال مین ہے،

وفات | اسی سفر جہاد مین عام وبا پھیلی اور مجاہدین کی بڑی تعداد اُس کے نذر ہوگئی، حضرت ابو ایوب بھی اُس وبا مین بیمار ہوئے، یزید عیادت کے لئے گیا اور پوچھا کہ کوئی وصیت کرنی ہو تو فرمائیے تعمیل کی جائے، آپ نے فرمایا، تم دشمن کی سرزمین مین جہان تک جا سکو میرا جنازہ لیجا کر دفن کرو، چنانچہ وفات کے بعد اس کی تعمیل کی گئی، تمام فوج نے ہتھیار سجکر رات کو لاش قسطنطنیہ کی دیوارون کے نیچے دفن کی، نماز مین جسقدر مسلمان فوج مین تھے سب شامل تھے، دفن کرنے کے بعد یزید نے کفار کی بے ادبی کے خوف سے مزار کو زمین کے برابر کرادیا، صبح کو رومیون نے مسلمانون سے پوچھا کہ رات آپ لوگ کچھ مصروف سے نظر آتے تھے، بات کیا تھی مسلمانون نے کہا کہ ہمارے پیغمبر کے ایک بڑے جلیل القدر دوست نے وفات پائی، اُن کے دفن مین مشغول تھے، لیکن جہان ہم نے دفن کیا ہے تمھین معلوم ہے، اگر مزار اقدس کیساتھ کوئی گستاخی تمھاری طرف سے روا رکھی گئی، تو یاد رکھو اسلام کی وسیع الحدود حکومت مین کہین ناقوس نہ بج سکے گا،

حضرت ابو ایوبؓ کا مزار دیوار قسطنطنیہ کے قریب ہے اور اب تک زیارت گاہ خلائق ہے، رومی قحط کے زمانہ مین مزار اقدس پر جمع ہوتے تھے، اُس کے وسیلے سے باران رحمت مانگتے تھے اور خدا کے لطف و کرم کا تماشا دیکھتے تھے،

فضل وکمال | حضرت ابو ایوبؓ کا فضل وکمال اس قدر مسلّم تھا کہ خود صحابہ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے، حضرت ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، براء بن عازبؓ، انسؓ بن مالک، ابو امامہ، زیدؓ بن خالد جہنی، مقدام بن

معدی کرب، جابرؓ بن سمرہ، عبداللہؓ بن یزید خطمی کہ سب آنحضرت صلعم کے تربیت یافتہ تھے، با این ہمہ ابوایوبؓ کے فیض سے بے نیاز نہین تھے، تابعین مین سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، سالم بن عبداللہ، عطا بن یسار، عطاء بن یزید لیثی، ابوسلمہ، عبدالرحمن بن ابی لیلی، بڑے پایہ کے لوگ ہین تاہم وہ حضرت ابوایوبؓ کے عام ارادتمندون مین داخل تھے،

حضرت ابوایوبؓ کو فضل وکمال مین مرجعیت عامہ حاصل تھی، صحابہ کرام جب کسی مسئلہ مین اختلاف کرتے ان کی طرف رجوع کرتے تھے، ابن عباس اور مسور بن مخرمہ مین اختلاف ہوا کہ محرم حالت جنابت مین غسل کرتے وقت سر ہاتھ سے مل سکتا ہے یا نہین، ابن عباسؓ کا خیال تھا کہ سر دھو سکتا ہے مگر مسورؓ کہتے تھے کہ سر دھونا جائز نہین، دونون بزرگون نے عبداللہؓ بن حنین کو حضرت ابوایوبؓ کی خدمت مین بھیجا، حسن اتفاق یہ کہ وہ اس وقت غسل ہی کر رہے تھے، عبداللہ نے مسئلہ پوچھا تو انھون نے اپنا سر باہر نکال کر ملنا شروع کیا، اور فرمایا کہ دیکھو آنحضرت صلعم اسی طرح غسل کرتے تھے[1]،

عاصم بن سفیان ثقفی غزوۂ سلاسل مین شرکت کی غرض سے گھر سے نکلے تھے، ابھی منزل مقصود سے دور تھے، کہ اختتام جنگ کی خبر آئی، انھین نہایت افسوس ہوا، امیر معاویہ کے دربار مین آئے تو اس وقت ابوایوبؓ اور عقبہؓ بن عامر بھی موجود تھے، ان کی موجودگی مین عاصم نے حضرت ابوایوبؓ سے مسئلہ دریافت کیا اور ان دونون بزرگون سے نہین پوچھا حضرت ابوایوبؓ کو یہ گوارا نہ ہوا، مسئلہ کا جواب دیکر عقبہ سے تصدیق کرائی کہ ان کو کسی قسم کا خیال نہ پیدا ہو،

ابن اسحٰقؒ (مولی بنی ہاشم) اور بہت سے بزرگون مین یہ بحث درپیش تھی کہ نبیذ کس کس برتن مین بنا سکتے ہین؟ اور فرع مابہ النزاع تھا حضرت ابوایوبؓ انصاری کا ادھر سے گذر ہوا تو لوگون نے ایک آدمی کو تحقیق مسئلہ کے لئے روانہ کیا حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے مزفت مین نبیذ بنانے کی ممانعت

[1] صحیح بخاری ص ۲۴۸ ج ۱، (۲) مسند احمد ص ۴۲۳ ج ۵، و نسائی، باب فضل الوضوء،

کی ہے، اُس شخص نے قرع کا لفظ دہرایا مگر حضرت ابو ایوبؓ نے پھر یہی جواب دیا۔[۱]

حضرت ابو ایوبؓ کے حب علم اور نشر معارف کی انتہا یہ ہے کہ بستر مرگ پر بھی اُن کی زبان اشاعت حدیث کا مقدس فرض ادا کر رہی تھی، وفات سے قبل اُنھوں نے آنحضرت صلعم سے دو حدیثیں روایت کیں، جو پہلے کبھی اُنھوں نے بیان نہیں کی تھیں، اِن کی رحلت کے بعد عام اعلان کے ذریعہ سے وہ لوگوں تک پہونچائی گئیں۔[۲]

اخلاق حضرت ابو ایوبؓ کے مجموعۂ اخلاق میں تین چیزیں سب سے زیادہ نمایاں تھیں، حب رسول، جوشِ ایمان، اور حق گوئی۔ آنحضرت صلعم کے ساتھ ابو ایوبؓ کو جو محبت تھی، اور حضرت رسالت پناہ کے ساتھ جو آداب وہ ملحوظ رکھتے تھے، میزبانی کے ذکر میں وہ واقعات گذر چکے ہیں

وفات نبوی کے بعد جان نثاروں کے لئے روضۂ اقدس کے سوا اور کیا شے مایۂ تسلی ہوسکتی تھی؟ ایک دفعہ حضرت ابو ایوبؓ آنحضرتؐ کے روضۂ اطہر کے پاس تشریف رکھتے تھے، اور اپنا چہرہ ضریح اقدس سے مس کر رہے تھے، اُس زمانہ میں مروان مدینہ کا گورنر تھا، وہ آگیا اس کو بظاہر یہ فعل خلاف سنت نظر آیا، لیکن ابو ایوبؓ سے زیادہ مروان واقف رموز نہ تھا، اصل اعتراض کو سمجھ کر آپ نے فرمایا میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، اینٹ اور پتھر کے پاس نہیں آیا۔[۳]

جوشِ ایمان کا تماشا تم اوپر دیکھ چکے ہو، غزوات نبوی میں سے کسی غزوہ کی شرکت سے وہ محروم نہ تھے، اَسّی برس کی عمر میں بھی وہ مصر کی راہ سے بحرِ روم کو عبور کر کے قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے اعلاء کلمۃ اللہ میں مصروف تھے،

حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ حکومت اور امارت کا دبدبہ و شان بھی اُس سے باز نہیں رکھ سکتا تھا! ایک دفعہ مصر کے گورنر عقبہ بن عامر جہنی نے جو خود صحابی تھے، کسی سبب سے مغرب کی نماز میں دیر کردی، حضرت ابو ایوبؓ

---

[۱] مسند احمد ص ۴۱۴ ج ۵، [۲] ایضاً ص ۴۱۴ و ص ۴۲۳ ج ۵ مسند احمد، [۳] ایضاً ص ۴۲۲ ج ۵ مسند احمد۔

نے اُٹھ کر پوچھا ما ھذہ الصلوٰۃ یا عقبہ، عقبہ! یہ کیسی نماز ہے؟ حضرت عقبہؓ نے کہا ایک کام کی وجہ سے دیر ہو گئی، آپ نے کہا تم صاحب رسول اللہ ہو، تمہارے اس فعل سے لوگوں کو گمان ہو گا کہ شاید آں حضرت صلعم اسی وقت نماز پڑھتے تھے، حالانکہ آں حضرتؐ نے مغرب کے وقت تعجیل کی تاکید فرمائی ہے،[۹۱]

حضرت خالد بن ولید کے صاحب زادے عبد الرحمٰن نے کسی جنگ میں چار قیدیوں کو ہاتھ پاؤں بندھوا کر قتل کرا دیا، حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو خبر ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ اس قسم کے وحشیانہ قتل سے آنحضرتؐ نے ممانعت فرمائی ہے، اور میں تو اس طرح مرغی کا مارنا بھی پسند نہیں کرتا![۹۲]

غزوۂ روم کے زمانہ میں جہاز میں بہت سے قیدی افسر تقسیمات کی زیر نگرانی تھے، حضرت ابو ایوبؓ ادھر سے گذرے تو دیکھا قیدیوں میں ایک عورت بھی ہے جو زار و زار رو رہی ہے، حضرت ابو ایوبؓ نے سبب پوچھا لوگوں نے کہا کہ اس کا بچہ اس سے چھین کر الگ کر دیا گیا ہے، حضرت ابو ایوبؓ نے لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر عورت کے ہاتھ میں دیدیا، افسر نے امیر سے اس کی شکایت کی، امیر نے باز پرس کی تو بولے، رسول اللہؐ نے اس طریقۂ ستم کی ممانعت کی ہے، اور بس![۹۳]

حضرت ابو ایوبؓ کی حریت ضمیر کا یہ فطری تقاضا تھا کہ جو بات اسلام کے خلاف دیکھیں اس پر لوگوں کو متنبہ کریں، چنانچہ جب وہ شام اور مصر تشریف لے گئے، اور وہاں پاخانے قبلہ رخ بنے ہوئے دیکھے، تو بار بار کہا، کیا کہوں؟ یہاں پاخانے قبلہ رخ بنے ہیں، حالانکہ آں حضرت صلعم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے[۹۴]

حضرت ابو ایوبؓ کی حیا کا یہ حال تھا کہ کنوئیں پر نہاتے تو چاروں طرف سے کپڑا تان لیتے تھے[۹۵]

---

[۹۱] مسند احمد ص ۱۴۷ ج ۵، [۹۲] ایضاً ص ۴۲۲ ج ۵، [۹۳] ایضاً ص ۴۱۳ ج ۵، [۹۴] ایضاً ص ۴۱۵ ج ۵، [۹۵] صحیح بخاری ص ۲۴۹ ج ۱

حضرت انس بن نضرؓ

نام ونسب وخاندان | انس نام، خاندان نجار سے ہین سلسلۂ نسب یہ ہے انس بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام حضرت انس بن مالکؓ کے چچا ہین، سلمٰی بنت عمرو جو عبد المطلب (جد رسول اللہ صلعم) کی والدہ تھین، اسی خاندان سے تھین اور رشتہ مین حضرت انس بن نضر کی پھوپھی ہوتی تھین، حضرت انسؓ اپنے خاندان کے رئیس تھے،

اسلام | عقبۂ ثانیہ مین مشرف بہ اسلام ہوئے،

غزوات اور وفات | غزوۂ بدر مین کسی سبب سے شریک نہ ہوسکے تو آنحضرت سے کہا یا رسول اللہ! افسوس ہے کہ آپکے پہلے غزوہ مین مین موجود نہ تھا لیکن اگر زندگی باقی ہے تو لوگ آیندہ دیکھ لین گے کہ مین کیا کرتا ہون!

شوال ۳ھ مین غزوۂ احد ہوا، لڑائی کی شدت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے جانبازون کے قدم اکھڑ گئے تھے، صرف چند آدمی آنحضرتؐ کے ساتھ باقی تھے، حضرت انسؓ نے میدان خالی دیکھا تو خود بڑھے، سعد بن معاذ سے ملاقات ہوئی تو کہا کہان جاتے ہو؟ جنت وہ ہے!! خدا کی قسم مین احد کی طرف سے جنت کی خوشبو محسوس کرتا ہون!! یہ کہکر نہایت جوش مین میدان کا قصد کیا، اور نہایت جوان مردی سے لڑکر جان دی، انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت انس کا بدن زخمون سے بالکل چھلنی تھا، شمار کیا گیا تو اسّی سے اوپر زخم نکلے، کفار نے نعش کو مثلہ کر دیا تھا اس لئے شناخت نہ ہوسکی، ربیع بنت نضر نے کہ حضرت انسؓ کی بہن تھین، انگلی سے اپنے بھائی کو پہچانا،

اخلاق | جوش ایمان کا شاہد خود ان کی شہادت کا واقعہ ہے، غزوۂ احد کے متعلق جو آیتین نازل ہوئین

اُن میں حضرت انسؓ جیسے بزرگوں کی نہایت مدح کی گئی ہے، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے چچا انس بن نضرؓ کے متعلق نازل ہوئی من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ، فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر الآیہ، یعنی مسلمانوں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اپنے وعدہ میں بالکل سچے ہیں، ان میں سے بعض اپنی قرار داد کو انجام تک پہنچا چکے ہیں اور بعض وقت کا انتظار کر رہے ہیں،

توکل کا اندازہ اس واقعہ سے کرنا چاہئے، اِن کی بہن ربیع بنت نضر نے انصار کی ایک لڑکی کا دانت توڑ دیا تھا اس کی قوم قصاص کی طالب ہوئی، آنحضرتؐ نے قصاص کا فیصلہ کیا تو انس بن نضر نے آکر کہا یا رسول اللہ! خدا کی قسم! ربیع کا دانت نہ توڑا جائیگا! ارشاد ہوا خدا کا یہی حکم ہے،

حضرت انسؓ نے جس ذات پر اعتماد کرکے قسم کھائی تھی اس نے یہ صورت نکالی کہ لڑکی کے ورثہ دیت لینے پر راضی ہو گئے، اب ربیع قصاص سے بچ گئیں، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خدا کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ جب قسم کھاتے ہیں تو خدا ان کی قسم پوری کرتا ہے[1]

حضرت انس بن مالک

نام ونسب اور ابتدائی حالات! انس نام، ابوحمزہ کنیت، خادم رسول اللہ لقب، قبیلۂ نجار سے ہیں، جو انصار مدینہ کا معزز ترین خاندان تھا نسب نامہ یہ ہے، انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار، والدہ ماجدہ کا نام حضرت ام سلیم سہلہ بنت ملحان انصاریہ ہے جن کا سلسلۂ نسب تین واسطوں سے حضرت انس کے آبائی سلسلہ میں مل جاتا ہے، اور رشتہ میں وہ

[1] بخاری ج ۲ ص ۶۴

آن حضرت صلعم کی خالہ ہوتی تھین،

حضرت انسؓ، ہجرت نبوی صلعم سے دس سال پیشتر شہر یثرب مین ۱۲۳۶ء مین پیدا ہوئے، ۸-۹ سال کا سن تھا کہ ماں باپ مین کسی بات پر نزاع ہوئی اور باپ ناراض ہو کر شام چلے گئے اور وہین انتقال کیا، ماں نے دوسرا نکاح ابوطلحہ سے کیا، جن کا شمار قبیلۂ خزرج کے متمول اشخاص مین تھا اور اپنے ساتھ حضرت انسؓ کو ابوطلحہ کے گھر لائین، حضرت انسؓ نے انہی کے گھر مین پرورش پائی،

قبل اسلام، عربون کی جہالت کا مرقع دیکھنا ہو تو اس تصویر کو بھی دیکھو، باپ (ابوطلحہ) کی صحبت مین جب بادہ و جام کا دور چلتا، تو بیٹا (انسؓ) ساقی گری کرتا، وہ پہلے دوسرون کو پلاتے اور بعد مین خود پیتے تھے،[1] عرب کا ذوق شراب نوشی دیکھنا ہو تو یہ منظر دیکھو، ۸- ۹ برس کا خورد سال بچہ کس رغبت اور شوق سے شراب پلاتا ہے، اور کوئی اُس کو روکنے ٹوکنے والا نہین،

حضرت انس کا نام اِن کے چچا انس بن نضر کے نام پر رکھا گیا تھا، کنیت نہ تھی، وہ آن حضرت صلعم نے تجویز فرمائی، اور بڑی مناسبت سے تجویز فرمائی، انس ایک خاص قسم کی سبزی جس کا نام حمزہ تھا چنا کرتے تھے، آن حضرت صلعم اسی مناسبت سے ان کی کنیت ابوحمزہ پسند فرمائی،

اسلام | حضرت انسؓ کا سن ۸- ۹ سال کا تھا کہ مدینہ مین اسلام کی صدا بلند ہوئی، بنو نجار نے قبول اسلام مین جو پیشدستی کی تھی اُس کا اثر یہ تھا کہ اُس قبیلہ کے اکثر افراد آنحضرت صلعم کی تشریف آوری یثرب سے قبل توحید و رسالت کے علمبردار ہو چکے تھے، حضرت انسؓ کی والدہ (ام سلیم) نے عقبۂ ثانیہ سے پیشتر دین اسلام اختیار کر لیا تھا، والد بت پرست تھے مگر اپنی زوجہ (ام سلیم) سے اِن کے قبول اسلام پر غصہ ہو کر شام چلے گئے تھے، ادھر ام سلیم نے ابوطلحہ سے اِس شرط پر نکاح کیا تھا کہ مذہب اسلام قبول کرین، وہ مسلمان ہو چکے تھے، اور عقبۂ ثانیہ میں آنحضرتؐ کے دست حق پرست پر مکہ جا کر بیعت کی تھی، اس بنا پر حضرت

[1] مسند احمد ج ۳، ص ۱۸۱

انسؓ کا گھر نورِ ایمان کا ایک چراغ تھا، انکی جنتی ماں (ام سلیمؓ) شمع اسلام کی پروانہ تھی اور ان کا محترم باپ (ابو طلحہؓ) دین حنیف کا ایک پُر جوش فدائی تھا، بیٹے نے انھیں والدین کی آغوشِ محبت مین تربیت پائی، اور مسلمان ہوا،

حدمتِ رسول ۱۰ سال کی عمر ہوگی کہ وہ یوم مسعود آیا جس کے انتظار مین اہل یثرب نے مہینون راتین کاٹی تھین یعنی رسول اللہ صلعم یثرب تشریف لائے، اور شہر یثرب کو مدینۃ النبی ہونے کا شرف عطا فرمایا حضرت انسؓ اسوقت گو صغیر السن تھے لیکن پُرجوش تھے جس ساعتِ سعد مین مدینۂ طیبہ کا افق آفتابِ نبوت کی نورانی شعاعوں سے منور ہو رہا تھا حضرت انسؓ اور بہت سے کم سن لڑکے "جاء رسول اللہ، جاء رسول اللہ" کا مژدۂ جان بخش اہل یثرب کو سنا رہے تھے، اور نہایت جوش مین خوشی خوشی شہر کا گشت لگا رہے تھے، جب "جاء محمدؐ" کی آواز کان مین آتی مڑکر دیکھتے کہ شاید کاروانِ قدس منزلِ مقصود پر خیمہ زن ہوا ہے، لیکن گرد کاروان کے سوا کچھ نظر نہ آتا، اتنے مین گرد ہٹی اور نہایت شوکت و شان سے کوکبۂ نبوتؐ نمودار ہوا حضرت انسؓ کی عقیدت مند نگاہ رُخِ انور پر پڑی، اور تصدیق قلبی اور اقرار لسانی نے صحابیت کا ممتاز شرف بارگاہ نبوت سے حاصل کیا،

آنحضرتؐ نے مدینہ مین اقامت فرمائی تو حضرت ابو طلحہؓ حضرت انسؓ کو لیکر حضور مین حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ انس کو اپنی غلامی مین لے لیجئے، آنحضرتؐ نے منظور فرمایا اور حضرت انسؓ خادمانِ خاص کے زمرہ مین داخل ہوگئے،

حضرت انسؓ نے آنحضرتؐ کی وفات تک اپنے فرض کو نہایت خوبی سے انجام دیا، وہ کم و بیش دس برس حاملِ نبوتؐ کی خدمت کرتے رہے، اور ہمیشہ اس شرف پر ان کو ناز رہا، معمول تھا کہ فجر کی نماز سے پیشتر در اقدس پر حاضر ہوتے اور دوپہر کو اپنے گھر واپس آتے، دوسرے وقت پھر حاضر ہوتے اور عصر تک ساتھ رہتے

لہٰ مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۲

نماز عصر پڑھ کر اپنے گھر کا رخ کرتے تھے، محلہ میں ایک مسجد تھی وہاں لوگ ان کا انتظار کرتے سب جب پہنچتے اس وقت وہاں نماز ہوتی تھی[۱]،

ان اوقات کے ماسوا بھی وہ آنحضرتؐ کے احکام کی تعمیل کے لئے حاضر رہتے تھے ایک مرتبہ حضرت انسؓ، آن حضرتؐ کے کاموں سے فارغ ہو کر گھر روانہ ہوئے، دوپہر کا وقت تھا اور لڑکے کھیل رہے تھے حضرت انسؓ بھی کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگے، اتنے میں آن حضرتؐ ادھر تشریف لائے، لڑکوں نے دور سے دیکھ کر انسؓ سے کہا کہ رسول اللہ آرہے ہیں، آن حضرتؐ نے انسؓ کا ہاتھ پکڑا اور کسی کام سے روانہ کیا اور خود ایک دیوار کے سایہ میں تشریف فرما رہے، حضرت انسؓ واپس ہوئے تو حضورؐ مکان کی طرف مراجعت فرمائی، کام میں حضرت انسؓ کو دیر ہو گئی تھی، گھر گئے تو ام سلیمؓ نے پوچھا آج دیر کہاں لگائی؟ انہوں کہا کہ رسول اللہ کے ایک کام سے گیا تھا، وہ بہانہ سمجھیں اور پوچھا کام کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ایک پوشیدہ بات تھی، حضرت ام سلیمؓ نے کہا کہ اس کو کسی سے نہ کہنا چنانچہ حضرت انسؓ نے کسی پر ظاہر نہیں کیا،

ایک مرتبہ ثابت سے کہ تلامذۂ خاص میں تھے فرمایا کہ اگر میں کسی شخص کو اس راز سے آگاہ کرتا تو وہ تم تھے لیکن میں بیان نہ کرونگا[۲]،،

حضرت انسؓ ہمیشہ آنحضرتؐ کے ساتھ رہتے تھے، سفر و حضر کی اس میں تخصیص نہ تھی اور خلوت وجلوت کا ان کے لئے ایک حکم تھا، نزول حجاب سے پہلے وہ آنحضرتؐ کے گھر میں آتے جاتے تھے،

ایک دن نماز فجر سے قبل آن حضرت (صلعم) نے فرمایا کہ روزہ کا ارادہ کرتا ہوں، مجھے کچھ کھلاد حضرت انسؓ جلدی سے اُٹھے اور کچھ خرمے اور پانی لیکر حاضر ہوئے، آنحضرتؐ نے سحری کھائی اور پھر نماز فجر کے لئے تیار ہوئے[۳]،

داخلۂ خیبر کے وقت جبکہ نبوت کا جاہ وجلال، فاتح کی شان وشوکت رکھتا تھا، حضرت انسؓ

---

[۱] مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۳، [۲] مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۹ و ۱۹۵، [۳] مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷،

انسؓ کے قدم آنحضرت صلعم کے قدم کو چھو گئے جس سے ازار مبارک کھسک گیا تھا اور آنحضرتؐ کے زانوئے مقدس کی سفیدی لوگوں کو نظر آئی، حضور نے کچھ خیال نہ فرمایا اور حضرت انسؓ کی اس خطا سے درگذر کی[۵۱]

حضرت انسؓ، آنحضرتؐ کے تمام کام نہایت مستعدی اور تندہی سے بجالاتے اور اپنی فرمان برداری سے حضور کو خوش رکھتے تھے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دس برس آنحضرتؐ کی خدمت کی لیکن کبھی آپ خفا نہ ہوئے، اور کبھی کسی کام کی نسبت نہ فرمایا کہ اب تک کیوں نہ ہوا، آنحضرتؐ کو بھی اُن سے خاص محبت ہوگئی تھی، اُن کو "بیٹا"، اور کبھی کبھی پیار میں "انیس" کہکر مخاطب فرماتے تھے، اُس کے علاوہ اُن کے گھر اکثر تشریف لیجاتے، چھوہارے نوش فرماتے، کھانا موجود ہوتا تو کھانا تناول فرماتے، دوپہر کا وقت ہوتا تو آرام کرتے، نماز پڑھتے اور حضرت انسؓ کے لئے دعا مانگتے،

پہلے گذر چکا ہے، حضرت انسؓ کی ماں حضرت ام سلیمؓ آنحضرت صلعم کی رشتہ میں خالہ ہوتی تھیں، وہ آنحضرتؐ سے بہت محبت کرتی تھیں، اور آنحضرتؐ کو بھی اُن کا حد درجہ خیال تھا، غزوۂ خیبر میں صفیہؓ اسیر ہوکر آئیں اور آنحضرتؐ نے نکاح کا خیال ظاہر فرمایا، تو حضرت ام سلیمؓ کے پاس بھیجدیا، ام سلیمؓ نے شادی کا سامان کیا، اور حضرت صفیہؓ کو دلہن بنا کر شب کو آنحضرتؐ کے خیمۂ اطہر میں پہنچایا[۵۲]

اسی طرح جب آنحضرت صلعم نے حضرت زینبؓ سے عقد کیا، تو ام سلیمؓ نے ایک لگن میں مالدہ بنا کر آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا، آپ نے صحابہؓ کو طلب فرمایا اور ایک مختصر سا جلسۂ دعوت ترتیب دیا[۵۳]

غرض اُن مختلف خصوصیتوں نے حضرت انسؓ کو خاندان نبوت کا ایک ممبر بنا دیا تھا، آنحضرتؐ کبھی کبھی خوش طبعی میں اُن سے مزاح فرماتے تھے، ابوحمزہ اُن کی کنیت اسی مزاح کا نتیجہ تھی، ایک مرتبہ مزاح میں ارشاد فرمایا، "یاذالاذنین"، یعنی اے دو کان والے،

عام حالات | بارگاہ اقدس میں حضرت انسؓ کو جو قرب و اختصاص تھا، وہ تم اُوپر پڑھ چکے ہو، تم نے دیکھا

---

۵۱ مسند احمد ص ۱۰۲ ج ۳، ۵۲ مسند احمد ج ۳، ۵۳ مسند احمد ج ۳،

ہوگا کہ سفر و حضر اور خلوت و جلوت میں وہ کس استقلال سے آنحضرت کے شریک صحبت رہتے تھے، یہی جوش محبت تھا جس نے میدان جنگ میں بھی آقا سے علٰحدہ نہ ہونے دیا، غزوۂ بدر میں دیکھو تو تھے یعنی صرف ۱۲-برس کا سن تھا، لیکن مجاہدین اسلام کے پہلو بہ پہلو میدان جنگ میں موجود تھے اور آن حضرت صلعم کی خدمت گذاری کا فرض بجالا رہے تھے، ان کی اسی کم سنی سے لوگوں کو شرکت بدر میں اشتباہ ہوتا تھا، چنانچہ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ بدر میں موجود تھے، حضرت انسؓ نے فرمایا میں بدر سے کہاں غائب ہوسکتا تھا؟

واقعۂ بدر سے ایک سال بعد غزوۂ احد واقع ہوا اس میں بھی حضرت انسؓ بہت کم عمر تھے، ذی قعدہ ۶ھ میں حدیبیہ اور بیعت الرضوان پیش آئی، یہ وقت حضرت انسؓ کے شباب کا تھا یعنی ۱۶ برس کا سن تھا اور اب وہ میدان جنگ میں نبرد آزمائی کے قابل ہوگئے تھے، ۷ھ میں آن حضرت نے عمرۃ القضا کیا، اس میں حضرت انسؓ تمام جان نثاروں کی طرح آن حضرت کے ہمرکاب تھے، اسی سنہ میں خیبر پر فوج کشی ہوئی، اس غزوہ میں حضرت انسؓ، ابو طلحہؓ کے ردیف تھے اور آن حضرت صلعم سے اس قدر قریب تھے کہ ان کا قدم آن حضرت کے قدم سے مس کر رہا تھا، ۸ھ میں مکہ، اور طائف میں معرکوں کا بازار گرم ہوا، اور ۱۰ھ میں آن حضرت صلعم نے حجۃ الوداع یعنی آخری حج کیا، ان سب واقعات میں حضرت انسؓ نے شرکت کی، اور سعادت دنیوی و اخروی سے بہرہ اندوز ہوئے،

آنحضرت کے غزوات کی تعداد اگرچہ ۲۶-۲۷ تک پہونچتی ہے، لیکن جن مقاموں میں قتال کی نوبت آئی ہے، وہ صرف ۹ ہیں، بدر، احد، خندق، قریظہ، مصطلق، خیبر، مکہ، حنین، طائف، حضرت انسؓ ان سب میں موجود تھے، موسیٰ ابن انسؓ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ کے پدر بزرگوار، آنحضرت کے کتنے معرکوں میں شریک تھے، ۹، انھوں نے کہا ۸ میں، غالباً انھوں نے بدر کو شامل نہیں کیا، جس کا سبب یہ ہے کہ بدر میں حضرت انسؓ، اس عمر تک نہیں پہونچے تھے، جو جہاد کی شرکت کے لئے ضروری قرار دی گئی ہے،

آنحضرت صلعم کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے، انھوں نے حضرت انسؓ کو بحرین میں صدقات کا افسر بنانا چاہا، پہلے حضرت عمرؓ سے مشورہ کیا، حضرت عمرؓ نے کہا کہ انسؓ بہت ہوشیار شخص ہیں، آپ نے جو خدمت ان کے لئے تجویز کی ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں، چنانچہ حضرت انسؓ کو بارگاہ خلافت میں طلب فرمایا، اور بحرین کا عامل بنا کر بھیجا،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت انسؓ کو تعلیم فقہ کے لئے، ایک جماعت کے ساتھ بصرہ روانہ کیا، اس جماعت میں تقریباً ۱۰۔ اشخاص تھے، حضرت انسؓ نے مستقل طور سے بصرہ میں سکونت اختیار کی، اور زندگی کا بقیہ حصہ یہیں بسر کیا،

ان مشاغل کے ماسوا جو غزوات اس عہد سے تعلق رکھتے ہیں، حضرت انسؓ نے ان میں خصوصیت سے حصہ لیا ہے، فتوح عجم میں واقعۂ تستر خاص اہمیت رکھتا ہے، حضرت انسؓ اس معرکہ میں پیدل فوج کے افسر اعلیٰ تھے، شہر فتح ہونے کے بعد سپہ سالار عساکر عجم جس کا نام ہرمزان تھا، اور ایران کے خاندان شاہی سے تعلق رکھتا تھا، معہ اپنے اہل وعیال کے اسیر ہو کر اسلامی سپہ سالار اعظم حضرت ابوموسیٰؓ اشعری کے روبرو حاضر کیا گیا، حضرت ابوموسیٰؓ نے ہرمزان کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بارگاہ خلافت میں روانہ کیا، اور ۳۰۰ سپاہیوں کا ایک دستہ ہرمزان کی حفاظت کے لئے حضرت انسؓ کی ماتحتی میں دیا، حضرت انسؓ مدینہ منورہ پہونچے اور اپنے مقدس وطن کی زیارت سے محبت کی آنکھیں روشن کیں،

کچھ دنوں مدینہ منورہ میں ٹھہر کر بصرہ واپس ہوئے، ذوالحجہ ۲۳ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہادت حاصل کی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے، ان کا ابتدائی خلافت کا زمانہ نہایت پرامن تھا، یہاں تک کہ لوگ ان کو فاروق اعظم پر ترجیح دیتے تھے، لیکن کچھ دنوں کے بعد حالات نے نہایت خوفناک صورت اختیار کر لی، اور فتنوں کا دروازہ دفعۃً کھل گیا، آفاق عالم سے مفسدین اٹھ کھڑے ہوئے، جابجا باغیانہ تحریکیں نشوونما پانے لگیں، ملک کے ہر ہر گوشہ میں فتنہ وفساد

کی آگ مشتعل ہوئی، اور شورہ پشتوں کے فوجی سیلاب نے دار الخلافت مدینہ منورہ کا رُخ کیا،

لیکن اِس جور و استبداد کے وسطیع الاکناف میں بہت سی ایسی شخصیتیں بھی تھیں جن کو تعدّی و جور مرعوب نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ جب امام مظلوم کی صدائے حق دار الخلافۃ کے ایک مقدّس گوشہ سے بلند ہوئی تو سب سے پہلے اِن حاملانِ صداقت نے اسے سُنا، اور حمایتِ حق پر کمرِ ہمت باندھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے،

سلطنتِ اسلامیہ کے ہر حصہ میں اِن بزرگوں کا وجود تھا، بصرہ بھی جو عراقِ عرب کا صدر مقام تھا، اِن بزرگوں سے خالی نہ تھا، چنانچہ جب بصرہ میں اِن ہولناک واقعات کی خبر پہونچی، تو حضرت انس رضؓ ابن مالک، عمران بن حصین اور دیگر بزرگوار نصرتِ دین اور تائید اسلام کے لئے مستعد ہو گئے، اور اپنی پُرجوش تقریروں سے تمام شہر میں آگ لگا دی، لیکن یہ امداد پہونچنے بھی نہ پائی تھی کہ خلیفۂ اسلام شہید ہو چکا تھا،

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے مسندِ خلافت کو اپنے جلوس سے زینت بخشی، خلافت کو چھ ماہ بھی نہ گذرے تھے، کہ ایک عظیم الشان فتنہ نے بصرہ سے سر اُٹھایا، بصرہ حضرت انس کا مستقل قرارگاہ تھا، اور وہاں اِن کا خاص اثر تھا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اِس فتنہ سے اُن کا دامن بالکل آلودہ نہ ہوا، وہ دیگر صحابہ کبار کی طرح گوشہ نشین رہے، اور اُس وقت تک نہ نکلے جب تک آتشِ فساد سرد نہ ہو گئی،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد وہ عرصہ تک زندہ رہے، اور انقلابِ زمانہ کے عجیب و غریب مناظر دیکھتے رہے، لیکن اُنھوں نے گوشۂ خلوت کو مقدم جانا اور شہرت کی گوناگوں دلفریبیوں پر اپنے نفس کو مائل نہ کیا،

بایں ہمہ وہ عمّالِ حکومت کے دستِ ستم سے محفوظ نہ رہ سکے، عبد الملک ابن مروان کے زمانہ

خلافت مین حجاج بن یوسف ثقفی، سلطنت امویہ کے مشرقی ممالک کا گورنر تھا، اور ظلم وجور مین اپنا نظیر نہ رکھتا تھا، بصرہ آیا تو حضرت انسؓ کو بلا کر نہایت شدت سے تنبیہ کی اور لوگون مین ذلیل کرنے کی غرض سے گردن پر مہر لگوا دی،

حجاج کا خیال تھا کہ حضرت انسؓ ہوا کے رُخ پر چلتے ہین چنانچہ ان کو دیکھ کر کہا انسؓ ایچال باز! کبھی مختار کا ساتھ دیتے ہو اور کبھی ابن اشعث کا، مین نے تمھارے لئے بڑی سخت سزا تجویز کی ہے، حضرت انسؓ نے نہایت تحمل سے کام لے کر پوچھا خدا امیر کو صلاحیت دے کس کے لئے سزا تجویز ہوئی ہے، حجاج نے کہا "تمھارے لئے"، حضرت انسؓ خاموش ہو کر اپنے مکان واپس تشریف لائے اور خلیفہ عبد الملک کے پاس ایک خط جس مین حجاج کی شکایت لکھی تھی روانہ کیا، عبد الملک نے خط پڑھا تو غصہ سے بے تاب ہو گیا اور حجاج کو ایک تہدید آمیز خط لکھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے و راُن کے مکان پر جا کر معافی مانگو ورنہ تمھارے ساتھ بہت سخت برتاؤ کیا جائیگا، حجاج معہ درباریون کے خدمت اقدس مین حاضر ہوا اور معافی مانگی اور درخواست کی کہ خوشنودی کا ایک خط خلیفہ کے پاس بھیج دیجئے، چنانچہ حضرت انسؓ نے اس کی عرضداشت منظور کی اور دمشق ایک خط روانہ کیا،

وفات عمر شریف اس وقت سو سے متجاوز ہو چکی تھی ۹۳ھ سنہ مین پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا، کچھ زمانہ تک بیمار رہے، شاگردون اور عقیدت مندون کا ہجوم رہتا تھا، اور دور دور سے لوگ ان کی عیادت کو آتے تھے جب وفات کا وقت قریب ہوا ثابت بنانی سے کہ تلامذۂ خاص مین تھے فرمایا کہ میری زبان کے نیچے آن حضرت صلعم کا موئے مبارک رکھ دو، ثابت نے حکم کی تعمیل کی، اسی حالت مین روح مطہر نے داعی اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وفات کے وقت حضرت انسؓ عمر کے ۱۰۳ مرحلے طے کر چکے تھے، بصرہ مین سوائے ان کے اور کوئی صحابی زندہ نہ تھا، اور عموماً عالم اسلامی (بجز ابو الطفیل) صحابۂ کرام کے وجود سے خالی ہو چکا

تھا، نمازِ جنازہ مین اہل وعیال، تلامذہ اور احباب خاص کی معتدبہ تعداد موجود تھی، قطن بن مدرک کلابی نے نمازِ جنازہ پڑھائی، اور اپنے محل کے قریب موضع طف مین دفن کئے گئے،

حضرت انسؓ کی وفات سے لوگون کو سخت صدمہ ہوا، اور واقعی رنج والم کا مقام تھا، تربیت یافتگانِ نبوت ایک ایک کرکے اُٹھ گئے تھے، صرف دو شخص باقی تھے جن کی آنکھین تمتعِ نبوت کے دیدار سے روشن ہوئی تھین، اب اُن مین سے بھی ایک نے دُنیائے فانی سے قطع تعلق کرلیا تھا،

حضرت انسؓ کا انتقال ہوا تو مورق بولے افسوس! آج نصف علم جاتا رہا، لوگون نے کہا یہ کیون کر؟ کہا کہ میرے پاس ایک بدعتی آیا کرتا تھا، وہ جب حدیث کی مخالفت کرتا مین اسے حضرت انسؓ کے پاس حاضر کرتا تھا، حضرت انسؓ حدیث سناکر اُس کی تشفی کرتے تھے، اب کون صحابی ہے جس کے پاس جاؤن گا،

آل واولاد اور خانگی حالات حضرت انسؓ کثرتِ اولاد مین تمام انصار پر فوقیت رکھتے تھے، اور یہ آن حضرت صلعم کی دعا کا اثر تھا، ایک مرتبہ آن حضرتؐ اِن کے مکان پر تشریف لائے، ام سلیمؓ نے عرض کیا کہ انسؓ کے لئے دعا فرمائیے، چنانچہ آن حضرتؐ نے دیر تک دعا کی اور آخیر میں یہ فقرہ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا،

اللھم اکثر مالہ وولدہ وادخلہ الجنۃ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ " دو باتین پوری ہوئین اور تیسری کا منتظر ہون "، مال کی یہ حالت تھی کہ انصار مین کوئی شخص اُن کے برابر متمول نہ تھا، اولاد کی اتنی زیادتی تھی کہ خاص حضرت انسؓ کے ۸۰ لڑکے اور دو لڑکیان (لڑکیون کے نام حفصہ اور ام عمرو تھا) تولد ہوئیں، اور پوتون کی تعداد اس پر مستزاد تھی، مختصر یہ کہ وفات کے وقت بیٹون اور پوتون کا ایک پورا کنبہ چھوڑا تھا جن کا شمار ۱۰۰ سے اوپر تھا، حضرت انسؓ کے مشہور بیٹون اور بیٹیون کے نام یہ ہین، عبد اللہ، عبید اللہ، زید، یحییٰ، خالد، موسیٰ، نضر، ابوبکر، براء، علاء، عمر، رملہ، امینہ، ام حرام

در تتمۃ الابرار فی الاسامی وصاحب الاخبار تالیف وجیہ الدین ابو الفضائل عمر بن عبد المحسن بن ابی بکر ثعلبی، حضرت انسؓ کو اپنی اولاد سے بہت محبت تھی، وہ اکثر اپنے مکان پر رہتے تھے اور ازدیاد الفت کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا، اپنے لڑکون کو خود تعلیم دیتے تھے، لڑکیون کو بھی حلقۂ درس مین بیٹھنے کی اجازت تھی، ان کے کئی لڑکے فن حدیث مین شیخ اور امام کا منصب رکھتے تھے، اور طبقۂ تابعین مین خاص عظمت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور یہ حضرت انسؓ کی تعلیم کا اثر تھا،

تعلیم کے ماسوا حضرت انسؓ بہت بڑے تیرانداز تھے، اپنے لڑکون کو تیراندازی کی بھی مشق کراتے تھے پہلے لڑکے نشانہ لگاتے، جس مین بسا اوقات غلطی ہو جاتی، پھر حضرت انسؓ ایسا تیر جوڑ کر مارتے کہ نشانہ خالی نہ جاتا تھا، لڑکون کو تیراندازی کی مشق کرانا، انصار مین ایام جاہلیت سے رائج تھا، مورخ طبری نے کہ بڑے پایہ کے محدث بھی تھے، تاریخ کبیر مین اس کی تصریح کی ہے،

عام حالات حلیہ اور لباس

حضرت انسؓ کا مفصل حلیہ معلوم نہین، اس قدر معلوم ہے کہ خوبصورت اور موزون اندام تھے مہندی کا خضاب لگاتے تھے، ہاتھون مین خلوف (ایک قسم کی خوشبو تھی) ملتے تھے، جس کی زردی سے چمک پیدا ہوتی تھی، انگوٹھی پہنتے تھے، صاحب اسد الغابہ نے روایت کی ہے کہ انگوٹھی کے نگینہ پر شیر کی صورت کندہ تھی، ایام پیری مین دانت ہلنے لگے تو سونے کے تارون سے بندھوائے تھے، بچپن مین ان کے گیسو تھے آنحضرت صلعم ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے تو ان بالون کو بھی ہاتھ سے مس فرمایا تھا، ایک دفعہ حضرت انسؓ نے گیسو کٹوانا چاہا تو ام سلیمؓ نے کہا کہ آنحضرتؐ نے ان بالون کو چھوا ہے، ان کو نہ کاٹو، حضرت انسؓ کے مزاج مین نفاست اور پاکیزگی تھی، اور چونکہ دنیا نے بھی ساتھ دیا تھا یعنی امیر کبیر تھے، اس لئے زندگی بہت خوش اسلوبی سے گذارتے تھے، کپڑے قیمتی پہنتے تھے، خز کا لباس اس زمانہ مین اکثر امرا پہنا کرتے تھے، حضرت انسؓ بھی خز کے کپڑے زیب تن کرتے اور اسی کا عمامہ باندھتے تھے، خوشبودار چیزون کو پسند کرتے، مزاج مین تکلف تھا، ایک باغ نہایت اہتمام سے لگایا تھا جو سال مین دو مرتبہ پھلتا تھا، اس مین ایک پھول

تھا جو مشک کی طرح مہکتا تھا،

حضرت انسؓ نے بصرہ سے دو فرسخ باہر مقام طف میں ایک محل بنایا تھا، اور وہیں اقامت پذیر تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہر کے اندر رہنے سے باہر بود و باش رکھنا زیادہ پسند کرتے تھے،

کھانا اچھا کھاتے تھے، دسترخوان پر اکثر چپاتی اور شوربہ ہوتا تھا، کبھی کبھی ترکاری بھی ڈالی جاتی تھی، لوکی کی فصل میں اکثر لوکی پڑتی تھی، جو ان کو محبت رسول کی وجہ سے بہت محبوب تھی طبیعت فیاض و سیرچشم واقع ہوئی تھی، کھانے کے وقت شاگرد جو موجود ہوتے تو ان کو بھی شریک کر لیتے تھے،

صبح کو ناشتہ کرتے، اور ۳ یا ۵ یا اس سے زیادہ چھوہارے نوش فرماتے، پانی پیتے تو تین مرتبہ میں ختم کرتے،

گفتگو بہت صاف کرتے اور ہر فقرہ کو ۳ مرتبہ بولتے، کسی کے مکان پر تشریف لیجاتے تو ۳ مرتبہ اندر جانے کی اجازت طلب کرتے تھے[۱]،

باایں ہمہ علو مرتبت سادگی کو بالطبع پسند فرماتے تھے، لوگوں سے نہایت بے تکلفانہ ملتے تھے، شاگردوں سے بھی چنداں تکلف نہ تھا، اکثر فرماتے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں ہم لوگ بیٹھے ہوتے اور حضور تشریف لاتے لیکن ہم میں سے کوئی تعظیم کے لئے نہ اٹھتا، حالانکہ رسول اللہؐ سے زیادہ ہم کو کون محبوب ہو سکتا تھا، اور اس کا سبب یہ تھا کہ آنحضرتؐ ان تکلفات کو ناپسند فرماتے تھے،

تحمل اور بردباری بھی ان میں انتہا درجہ تک موجود تھی، وہ جس رتبہ کے شخص تھے اسلام میں ان کا جو اعزاز تھا، آنحضرتؐ نے ان کے جو مناقب بیان فرمائے تھے، حامل نبوت کی بارگاہ میں ان کو جو تقرب حاصل تھا، ان باتوں کا یہ اثر تھا کہ ہر شخص ان کو محبت اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتا تھا، لیکن حکومت امویہ کے چند حکام و عمال ایسے متکبر اور بانخوت تھے کہ اپنے جبروت اور سطوت کے سامنے کسی کی عظمت و بزرگی کو خاطر میں نہ لاتے تھے، حجاج ابن یوسف ان تمام متمردوں کا سرگروہ

[۱] مسند جلد ۳ ص ۱۲۲، ۱۱۸، ۲۲۱، ۲۳۲

تھا، اس نے حضرت انسؓ کو جن الفاظ میں مخاطب کیا تھا، اور حضرت انسؓ نے حسنِ بے نظیر حلم سے کام لیا تھا، اس کا حال اوپر گذر چکا ہے، اگر حضرت انسؓ کے بجائے کسی دوسرے شخص کے ساتھ یہ واقعہ پیش آتا تو ملک میں ایک قیامت برپا ہو جاتی،

اس تحمّل کے ساتھ عظمت و جلالت کا یہ عالم تھا کہ ان کے صرف ایک خط پر خلیفہ عبد الملک اموی نے حجاج بن یوسف ثقفی جیسے با اختیار امیر کو جو محض سلطنت کا رعب و دبدبہ قائم کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا، ایسا عتاب آمیز خط لکھا کہ خواص تو کجا ایک عام آدمی بھی اپنے لئے وہ الفاظ سننا گوارا نہ کریگا، اور جس کا یہ انجام ہوا کہ حجاج کو حضرت انسؓ سے معذرت کرنی پڑی،

شجاعت و بسالت کا کافی حصہ پایا تھا، بچپن میں اس قدر سریع السیر تھے کہ ایک مرتبہ مرالظہران میں خرگوش کو دوڑ کر پکڑ لیا تھا، حالانکہ ان کے تمام ہمعمر ناکام واپس آئے تھے، بڑے ہوئے تو فنونِ سپہگری میں کمال حاصل کیا، وہ بہت بڑے شہسوار تھے، تیر اندازی میں ان کو خاص ملکہ تھا، اور گھوڑ دوڑ میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔

علم و فضل

صحابہ میں ارباب روایت تو سیکڑوں ہیں، لیکن ان میں ایک مخصوص جماعت اُن لوگوں کی ہے جو روایات میں صاحب اُصول تھے، حضرت انسؓ بھی انھیں لوگوں میں تھے چنانچہ ان کے روایات کے استقصا سے حسب ذیل اُصول مستنبط ہوتے ہیں،

(۱) روایات کے بیان کرنے میں نہایت احتیاط کی، مسند احمد بن حنبل میں ہے

کان انس بن مالک الخ

(۲) جن حدیثوں کے سمجھنے میں غلطی ہو سکتی تھی اُن کو نہیں بیان کیا، اُن کا خود قول ہے

لولا ان اخشی الخ

(۳) جو حدیث صحابہ سے سنی تھی اور وہ جو آنحضرتؐ سے بلا واسطہ سنی تھی، اس میں امتیاز قائم کیا

"وکان انس بن مالک اذا حدث عن رسول اللہ صلعم حدیثا ففرغ منہ قال او کما قال رسول اللہ
صلعم"، یعنی حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے وقت گھبرا جاتے تھے اور اخیر مین کہتے تھے کہ اس طرح یا
جیسا آن حضرتؐ نے فرمایا تھا،

حضرت انسؓ نے علم حدیث کی کیا خدمت کی، کیونکر تعلیم حاصل کی وشاگردون تک کس طرح اس
فن شریف کو پہونچایا؟ اور ان کی مجموعی روایات کی تعداد کیا ہے؟

کسی علم کی سب سے بڑی خدمت اس کی اشاعت اور تعمیم ہوتی ہے، حضرت انسؓ اس باب
مین اکثر صحابہؓ سے پیش پیش ہین، انھون نے اس مستعدی اور اہتمام سے نشر حدیث کی خدمت ادا کی ہے کہ
اس سے زیادہ مشکل ہے، اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ انھون نے تمام عمر اس دائرہ سے قدم باہر نہ
نکالا جس زمانہ مین تمام صحابہ میدان جنگ مین مصروف جہاد تھے، رسول اللہ کا خاص خادم جامع بصرہ مین
دنیا سے الگ ہو کر قال رسول اللہ کا نغمہ خلائق کو سنا رہا تھا،

توسیع علم کا حال شاگردون کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے، حضرت انسؓ کے حلقۂ درس مین مکۂ معظمہ،
مدینہ منورہ، بصرہ، کوفہ، اور شام کے طلبا شامل تھے، خلیفۂ وقت کے حدود حکومت مین اگر دنیا کے ظاہری حصے
داخل تھے تو حضرت انسؓ کے زیر نگین دنیائے علم کا کل روحانی علاقہ تھا، وہ جس طرح ظاہری اور صلبی اولاد
کی کثرت مین دنیا کے لئے ایک معجزہ تھے، اسی طرح معنوی اولاد کی بہتات مین ان کا پلہ بہت بھاری تھا،

حضرت انسؓ مکثرین صحابہ مین ہین یعنی ان کی روایات کا شمار ہزارون تک ہے، صحیح بخاری مین
ان سے ۸۰ حدیثین منقول ہین، صحیح مسلم مین ۷۰ اور متفق علیہ روایات کی تعداد (۱۲۸) ہے،

حضرت انسؓ نے ابتداءً خود حامل وحی سے اکتساب علم کیا، بعد مین جن صحابہ کرام کے دامن فیض سے
وابستہ رہے ان کے نام نامی یہ ہین، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، فاطمہ زہراؓ، ابی بن کعب، عبد الرحمن بن عوف
ابن مسعودؓ، ابوذرؓ، ابوطلحہ، معاذ بن جبلؓ، عبادہ بن صامت، عبد اللہ بن رواحہ، ثابت بن قیس بن شماس

مالک بن صعصعہ، ام سلیم، (والدہ حضرت انسؓ) ام حرام، (خالہ حضرت انسؓ) ام الفضل، (زوجہ حضرت عباس) (رضی اللہ عنہم اجمعین)

حضرت انسؓ کے دائرۂ تلمذ مین اگرچہ ایک جہان داخل تھا، لیکن وہ بزرگ جو امام فن ہوکر نکلے اور آسمان حدیث کے مہروماہ ثابت ہوئے، اُن کے نام نامی درج ذیل ہیں،

حسن بصری، سلیمان تیمی، ابو قلابہ، اسحاق بن ابی طلحہ، ابوبکر بن عبداللہ مزنی، قتادہ، ثابت بنانی، حمید الطویل، ثمامہ بن عبداللہ (حضرت انسؓ کے پوتے ہیں) جعد ابو عثمان، محمد بن سیرین انصاری، انس بن سیرین، زہری، یحییٰ بن سعید انصاری، ربیعہ الرائے، سعید بن جبیر، سلمہ بن وردان، (رحمہم اللہ تعالےٰ)

فقہ علم حدیث کی طرح علم فقہ مین بھی حضرت انسؓ کو کمال حاصل تھا فقہائے صحابہ کے تین طبقے ہیں، حضرت انسؓ کا شمار دوسرے طبقہ مین ہے جن کے اجتہادات وفتاویٰ اگر ترتیب دئے جائین تو ایک مستقل رسالہ تیار ہو سکتا ہے،

ہم اُوپر لکھ آئے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت انسؓ کو ایک جماعت کے ساتھ فقہ سکھانے کے لیے بصرہ روانہ کیا تھا، اس سے زیادہ ان کی فقہ دانی کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے،

صحابہ کے زمانہ مین تعلیم کا طریقہ عموماً حلقۂ درس تک محدود تھا حضرت انسؓ بھی باقاعدہ تعلیم دیتے تھے اثنائے درس مین کوئی شخص سوال کرتا اُس کو جواب سے سرفراز فرماتے تھے، اس قسم کے سوال وجواب کا ایک مجموعہ ہے جس کا استقصاء طوالت سے خالی نہیں، یہان چند مسائل درج کئے جاتے ہین جن سے حضرت انسؓ کے طرز اجتہاد، جودت فہم، دقت نظر، اور اصابت رائے کا اندازہ ہوگا،

باب الاشربہ، علم فقہ کا ایک اہم ترین باب ہے، جس مین نبیذ کا ذکر آجانے سے خاص لطافت پیدا ہوگئی ہے، یہ مسئلہ کہ نبیذ چند مخصوص برتنون مین پینا مکروہ ہے، صحابہ مین عموماً متفق علیہ تھا حضرت انسؓ نے اس کو جس قدر وضاحت اور صفائی سے بیان کیا ہے وہ انھین کا حصہ ہے، اس مین انھون نے ان وجوہ

واسباب کی طرف اشارہ کیا ہے جن کے سبب سے ان برتنوں میں نبیذ پینے کی ممانعت آئی ہے،

قتادہ نے دریافت کیا کہ گھڑے میں نبیذ بنا سکتے ہیں؟ حضرت انسؓ نے کہا کہ اگرچہ آن حضرتؐ نے اس کے متعلق کوئی رائے ظاہر نہیں فرمائی، تاہم میں مکروہ سمجھتا ہوں، یہ استدلال اس بنا پر ہے کہ جس چیز کی حلت وحرمت میں اشتباہ ہو، اس میں حرمت کا پہلو غالب ہوگا،

باب الاشربہ

ایک مرتبہ مختار بن فلفل نے پوچھا کہ کن ظروف میں نبیذ پینا چاہئے؟ کہا مزفتہ میں، کیونکہ ہر مسکر چیز حرام ہے مختار نے کہا کہ شیشہ یا رانگے کے برتنوں میں پی سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں، پھر پوچھا کہ لوگ تو مکروہ سمجھتے ہیں، فرمایا کہ جس چیز میں شک ہو اسے چھوڑ دو، پھر استفسار کیا کہ نشہ لانے والی چیز حرام تو ہے لیکن ایک دو گھونٹ پینے میں کیا حرج ہے؟ حضرت انسؓ نے کہا جس کا زیادہ حصہ موجب سکر ہو اس کا قلیل حصہ بھی حرام ہے، دیکھو! انگور، خرمے، گیہوں، جو، وغیرہ سے شراب تیار ہوتی ہے، ان میں سے جس چیز میں نشہ پیدا ہو جائے، وہ شراب ہو جاتی ہے؟

حضرت انسؓ نے اس مسئلہ کو اگرچہ نہایت خوبی سے بیان کیا ہے، لیکن اس کی مزید تشریح کی ضرورت ہے، شارع علیہ السلام نے کتاب الاشربہ کے متعلق جو احکام ارشاد فرمائے ہیں اور جو اس باب کے قواعد واصول کہے جا سکتے ہیں، یہ ہیں، (۱) کل شراب اسکر فھو حرام (صحیحین عن عائشہؓ) (۲) کل مسکر خمر وکل خمر حرام (صحیح مسلم عن ابن عمرؓ) ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام (سنن عن ابن عمرؓ) ان میں سے پہلے کا مفہوم یہ ہے کہ جس پینے والی چیز میں نشہ آجائے، حرام ہے، دوسرے میں یہ بیان ہے کہ ہر منشی چیز شراب ہوتی ہے اور ہر قسم کی شراب حرام ہے، جس کا نتیجہ یہ متفرع ہوتا ہے کہ ہر منشی چیز حرام ہے، تیسرے کلیہ کا یہ منشا ہے کہ جو زیادہ پینے کی صورت میں نشہ پیدا کرے اس کا خفیف حصہ بھی پینا حرام ہے، حضرت انسؓ نے انہیں باتوں کا اپنے جواب میں ذکر کیا ہے، یہ اور بات ہے کہ سوالات کی بے ترتیبی سے جواب غیر مرتب ہو گیا ہے،

اب رہا یہ سوال کہ چند مخصوص برتنوں میں نبیذ پینے کی کیوں ممانعت آئی ہے، اس کی حقیقت یہ ہے

کہ عرب میں شراب رکھنے یا بنانے کے لئے وہ نفیس اور خوبصورت شیشے کے برتن جو آج یورپ نے ایجاد کیے ہیں موجود نہ تھے، وہاں عام طور پر کدو کی تُنبی صراحی وسبو کا کام دیتی تھی یا اور اسی نوع کے چند برتن تھے، جو قدرتی پھلوں کو خشک اور صاف کرکے بادہ نوشی کے لئے مخصوص کر لئے جاتے تھے، ظاہر ہے کہ ان چیزوں میں شراب رکھنے سے اس کا اثر برتن میں پہونچتا ہوگا اور دھونے کے بعد بھی زائل نہ ہوتا ہوگا، یہی راز ہے کہ اوائل اسلام میں جب شراب حرام ہوئی تو ان برتنوں کا استعمال بھی ناجائز کر دیا گیا اگو بعد میں اس قسم کے برتنوں کا جنمیں شراب نہ رکھی گئی ہو استعمال جائز قرار دیا جاسکتا تھا لیکن پہلی صدی ہجری کا پرجوش مسلمان یہ گوارا نہیں کرسکتا تھا کہ ان برتنوں کے استعمال سے شراب نوشی کی یاد کو عہد اسلام میں از سر نو تازہ کرے،

کتاب الصلوۃ

ایک شخص نے سوال کیا کہ آنحضرتؐ جوتے پہنکر نماز پڑھتے تھے، فرمایا ہاں! (جوتہ پہنکر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ پاک ہو اور نجاست آلودہ نہ ہو، اگر کوئی شخص نیا جوتہ پہنکر نماز پڑھے تو کچھ حرج نہیں)

یحیٰؒ بن یزید ہنائی نے دریافت کیا کہ نماز میں قصر کب کرنا چاہیئے، فرمایا کہ میں جب کوفہ جاتا تھا قصر کرتا تھا اور آنحضرتؐ نے ۳ میل یا ۳ فرسخ کا راستہ طے کرکے قصر کیا تھا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ۳ میل سفر کرنے سے قصر جائز ہو جاتا ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ مکہ معظمہ کے ارادہ سے تشریف لے گئے تھے، راستہ میں جس مقام پر سب سے پہلے نزول اجلال ہوا وہ ذوالحلیفہ تھا، جو صحیح روایت کی بنا پر مدینہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اور چونکہ حدود سفر میں داخل تھا، اس لئے آنحضرتؐ نے قصر نماز پڑھی)

مختارؒ بن فلفل نے پوچھا کہ مریض کس طرح نماز پڑھے، حضرت انسؓ نے کہا بیٹھ کر پڑھے،

عبدالرحمٰنؒ بن وردان مع دیگر اہالیان مدینہ، حضرت انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت انسؓ نے پوچھا، نماز (عصر) پڑھ چکے؟ کہا جی ہاں، پھر لوگوں نے استفسار کیا کہ آنحضرت صلعم عصر کی نماز کس وقت پڑھتے تھے؟ فرمایا کہ آفتاب خوب روشن اور بلند رہتا تھا،

حضرت انسؓ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی، جنازہ مرد کا تھا اس لئے میت کے سرہانے کھڑے ہوئے

اس کے بعد دوسرا جنازہ عورت کا لایا گیا حضرت انسؓ نے کمر کے سیدھ کھڑے ہو کر اس کی نماز پڑھائی، علاء بن زیاد عدوی بھی نماز میں شریک تھے، اس اختلافِ قیام کا حضرت انسؓ سے سبب پوچھا حضرت انسؓ نے کہا کہ آنحضرتؐ ایسا ہی کرتے تھے، علاء مجمع کی جانب مخاطب ہوئے اور کہا کہ اس کو یاد رکھنا!

ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ حضرت عمرؓ نے رکوع کرنے کے بعد قنوت پڑھا ہے؟ فرمایا ہاں، اور خود رسول اللہؐ نے پڑھا ہے، لیکن یہ حضرت انسؓ کا ذاتی اجتہاد ہے، ورنہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، کہ آنحضرتؐ اور عموماً صحابہؓ کرام وتر میں رکوع کرنے کے قبل قنوت پڑھا کرتے تھے، امام شافعیؒ اس مسئلہ میں حضرت انسؓ کے پیرو ہیں، اور انھوں نے اس کے ثبوت میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت علیؓ بھی رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے لیکن یہ حدیث قطع نظر اس کے کہ منقطع ہے یعنی امام شافعی نے حکایۃً بیان کی ہے اور اپنی سند ہشیم تک چھوڑ دی ہے، سنداً بھی ضعیف ہے (اس کے راویوں میں ہشیم اور عطاء کا نام بھی شامل ہے، اور ان دونوں کی ائمہ فن حدیث نے تضعیف کی ہے)

(اس کے علاوہ ابن منذر نے الاشراف میں لکھا ہے کہ حضرت انسؓ اور فلاں فلاں صحابہ سے جو روایتیں پہونچی ہیں، سب میں رکوع سے قبل قنوت پڑھنے کا تذکرہ ہے اور یہی صحیح بھی ہے، کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے جو روایت آئی ہے اس میں اس کی صاف تصریح ہے، عاصم نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ قنوت قبل رکوع پڑھنا چاہئے یا بعد رکوع؟ انھوں نے کہا کہ قبل رکوع، عاصم نے کہا کہ لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ آنحضرتؐ بعد رکوع پڑھتے تھے، حضرت انسؓ نے کہا کہ وہ ایک وقتی واقعہ تھا، چند قبائل نے مرتد ہو کر بہت سے صحابہ کو قتل کر دیا تھا اس لئے آنحضرتؐ نے ایک مہینہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑھ کر ان کے لئے بددعا کی تھی؎

تم نے دیکھا کہ ان مسائل میں حضرت انسؓ کس قدر صائب الرائے ہیں، ان کے اجتہادی مسائل کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اکثر صحابہؓ کے اجتہاد کے موافق ہیں، اور اس لئے قطعاً صحیح ہیں،

اخلاق | حضرت انسؓ کے گلدستۂ اخلاق میں چار پھول ایسے نازک، لطیف اور شگفتہ ہیں جن پر گلدستہ کی

؎ ان بحثوں کے لئے دیکھو مسند احمد ج ۳ صفحات ۱۱۲ و ۱۱۸ و ۱۲۶ و ۱۲۹ و ۲۰۴ و ۲۰۹ و ۲۷۷، وعمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص ۱۹ و ۴۲ ج ۳،

خوبصورتی کا تمام تر انحصار ہے، حبِ رسول، اتباعِ سنت، امر بالمعروف، حق گوئی، یہ حضرت انسؓ کے
خاص اوصاف ہیں، حبِ رسول کا نقشہ تم اور دیکھ چکے ہو، جس زمانہ میں وہ دس برس کے نابالغ اور ناسمجھ بچے
تھے، جوشِ محبت کا یہ عالم تھا کہ صبح اُٹھ کر کاشانۂ نبوت کی زیارت سے آنکھوں کو مشرف کرتے تھے، صبح کاذب
کی تاریکی میں ام سلیم کا کمسن بچہ بسترِ راحت سے اٹھتا تھا اور آں حضرتؐ کا سامانِ وضوء مہیا کرنے کے لئے مسجد نبوی کا
راستہ لیتا تھا، ایامِ شباب میں اِن کی محبت کی کوئی حد نہ تھی، وہ شمعِ نبوت پر پروانہ وار شیفتہ تھے، آں حضرتؐ
کی ایک نگاہِ کرم حضرت انسؓ کے لئے باعثِ صد طمانیت و تسلی تھی، اور آقائے نامدار کی ایک آواز اُن کے
قالبِ عقیدت میں نئی روح پھونکنے کا سبب بنتی تھی، رسول اللہؐ کے وصال کے بعد اگرچہ ظاہری آنکھیں
دیدارِ محبوب کو ترس گئی تھیں، لیکن محبت کی معنوی آنکھوں پر بابِ فیض اب تک بند نہ ہوا تھا، چنانچہ کشتۂ عشقِ نبوتؐ
اکثر خواب میں رسول اللہؐ کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا، اور صبح کو واقعات شبینہ کی یاد تازہ کر کے گریہ وزاری کا
ایک طوفاں بپا کرتا تھا، عاشقِ صادق کے تڑپانے اور بلبلانے کے لئے محبوب کی ایک ایک چیز نشتر کا کام کرتی ہے،
حضرت انسؓ بن مالک کا بعینہٖ یہی حال تھا، وہ تاجدارِ مدینہ کا ذکر کیا کرتے تھے اور فرطِ محبت سے بیقرار ہو جاتے تھے
ایک دن آں حضرتؐ کا حلیۂ مبارک بیان کر رہے تھے، رسول اللہؐ کا ایک ایک خال و خط زبان مدح میں
نبات محبت گھول رہا تھا، الفاظ جو ادا ہو رہے تھے، اِسی عالم میں شوقِ زیارت کا زبردست جذبہ ظہور پذیر ہوا،
حرماں نصیبی اور برگشتہ بختی نے وہ ایام سعید یاد دلائے جب ہادیٔ برحق، عالمِ مادی کے گلی کوچوں میں پھرا کرتا،
اور حضرت انسؓ اس کے شرفِ غلامی پر ناز کیا کرتے تھے، دفعۃً حالت میں ایک تغیر پیدا ہوا اور زبان سے
بے اختیارانہ یہ جملہ نکلا، کہ قیامت میں رسول اللہؐ کا سامنا ہوگا تو عرض کروں گا کہ حضور کا ادنیٰ غلام انس حاضر ہے

حضرت انسؓ کی ہر مجلس آں حضرتؐ کے ذکرِ خیر سے لبریز ہوتی تھی، وہ عہدِ نبوت کے واقعات اپنے
تلامذہ کے گوش گذار کیا کرتے تھے، اثنائے ذکر میں دل میں ایک ٹیس اُٹھتی [illegible] سے حضرت انسؓ بےچین ہو جاتے
تھے، لیکن یہ وہ درد تھا جس کا علاج طبیبوں کے اختیار سے باہر تھا، ناچار ہو کر گھر میں تشریف لیجاتے اور

آن حضرتؐ کے ترکات نکال لاتے، ان ظاہری یادگاروں کو دیکھ کر دل کو تسکین دیتے، اور جمعیتِ خاطر کا سامان بہم پہونچاتے،

حضرت انسؓ کا جوش محبت اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ اس سے تمام مجلس متاثر تھی، ان کے تلامذہ کو رسول اللہؐ سے جو خاص محبت پیدا ہو گئی تھی، یہ بھی حضرت انسؓ کے ولولۂ محبت کا کرشمہ تھا، ثابتؒ حضرت انسؓ کے شاگرد رشید تھے، وہ بالکل اپنے اُستاذ کے رنگ میں رنگین تھے، ہمیشہ عہد نبوت کی نسبت سوالات کرتے اور ایک دن حضرت انسؓ سے پوچھا کہ آپ نے کبھی آن حضرتؐ کا ہاتھ چھوا تھا؟ حضرت انسؓ نے کہا ہاں، ثابتؒ کے دل میں سوز محبت نے بیقراری پیدا کی، حضرت انسؓ سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے، میں چوموں گا،

اتباع سنت

حب رسول کے بعد اتباع سنت کا درجہ ہے جو اسی پر متفرع ہے، کیونکہ محب صادق کی یہ شناخت ہوتی ہے کہ جو چیز اس کے محبوب کے مرغوب خاطر ہو، خود بھی اس کو پسند کرے، حضرت انسؓ کو آن حضرتؐ کی ذات ستودہ صفات سے جو عشق تھا، اس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ وہ آن حضرتؐ کے اقوال و افعال کی پوری طور سے تقلید کریں، چنانچہ حضرت انسؓ کی زندگی مطہر کے متعدد واقعات اس پر روشنی ڈالتے ہیں،

اسلام کا سب سے بڑا رکن کلمۂ توحید کے بعد نماز ہے، آن حضرتؐ جس خضوع و خشوع اور جس آداب کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے، صحابہؓ کوشش کرتے تھے کہ خود بھی اسی طریقہ پر کاربند ہوں، چنانچہ متعدد صحابہؓ آن حضرتؐ کی نماز سے ملتی ہوئی نماز پڑھتے تھے، لیکن حضرت انسؓ نے حامل وحی کے طرز و طریقہ سے جو بہت شناخت اختیار کی تھی وہ اک چراغ ہدایت تھا جو نبوت کے قلب منور سے حضرت انسؓ کے قلب مصفا میں روشن ہوا تھا، حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت انسؓ کو نماز پڑھتے دیکھا تو کہا کہ میں نے ابن ام سلیم (انسؓ) سے بڑھ کر کسی کو آن حضرتؐ کے مشابہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا،

نماز کے ماسوا آن حضرتؐ کا ہر قول اور ہر فعل صحابہ کی نگاہ میں تھا، حضرت انسؓ نے دس سال تک ناطق وحی کی خدمت انجام دی ہے، اور ہمیشہ ساتھ رہے ہیں، ایسی حالت میں رسول اللہؐ کا

کوئی عمل ایسا نہ تھا حضرت انسؓ سے مخفی رہ سکے۔ آں حضرتؐ جو کچھ ارشاد فرماتے یا اپنے طریقِ عمل سے کسی امر کو ثابت کرتے، حضرت انسؓ اس کو اپنے حافظہ کے سپرد کر دیتے تھے، جب اس قسم کی کوئی صورت پیش آتی، تو اپنے حافظہ سے یہی امانت طلب کرتے، اور اس پر اس کو منطبق کرتے تھے، خلیفۂ دمشق نے حضرت انسؓ کو شام میں طلب کیا تھا وہاں سے واپسی کے وقت عین التمر میں قیام کرنا چاہا شاگردوں اور ہواخواہوں کو آمد آمد کی خبر پہلے سے معلوم ہو چکی تھی، اور وہ لوگ عین التمر میں موجود تھے، آبادی سے باہر ایک میدان پڑا ہے حضرت انسؓ کا اونٹ اسی طرف سے آرہا تھا، نماز کا وقت تھا، اور حضرت انسؓ، چوپایہ کے پیٹھ پر خالقِ دو جہان کی حمد و ستائش کر رہے تھے، لیکن اونٹ قبلہ رخ نہ تھا، تلامذہ نے یہ حالت دیکھی تو استعجاب کے لہجہ میں پوچھا کہ کس طرح آپ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت انسؓ نے فرمایا کہ اگر میں نے آں حضرتؐ کو اس طرح نماز پڑھتے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی نہ پڑھتا،

ابراہیم بن ربیعہ، حضرت انسؓ کے حضور میں آئے نماز کا وقت تھا، حضرت انسؓ ایک کپڑا باندھے اور اسی کو اوڑھے یادِ الٰہی میں مصروف ہے، اور ایک چادر پاس رکھی ہوئی تھی، نماز سے فارغ ہوئے تو ابراہیم نے پوچھا کہ آپ ایک کپڑے سے نماز پڑھتے ہیں؟ حضرت انسؓ نے فرمایا ہاں، میں نے اس طرح آں حضرتؐ کو نماز پڑھتے دیکھا تھا، (آں حضرت صلعم نے اپنی حیاتِ اقدس میں سب سے اخیر نماز جو حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے پڑھی تھی، ایک کپڑے سے ادا فرمائی تھی، دیکھو مسند احمد ج ۳ صفحہ ۱۵۹)،

آنحضرتؐ کی حیاتِ طیبہ کا ہر نقش حضرت انسؓ کے لئے چراغِ ہدایت تھا، حضرت انسؓ اسی کی روشنی میں شاہراہِ عمل پر قدم رکھتے تھے، فرائض سے اتر کر واجبات وسنن تک اس کا اثر محسوس ہوتا تھا، قربانی ہر صاحبِ استطاعت پر ضروری ہے، حضرت انسؓ رئیسِ اعظم تھے، جس قدر جانور چاہتے ذبح کر سکتے تھے، لیکن خیر القرون میں متابعتِ رسول کا درجہ، نام و نمود سے بالاتر تھا، وہاں قربانی شہرت کے لئے نہیں بلکہ ثواب کے لئے ہوتی تھی آں حضرتؐ نے دو جانور قربانی کئے تھے، حضرت انسؓ پر اس کا اس قدر اثر تھا کہ وہ بھی دو ہی کرتے تھے،

حضرت انسؓ کے ایام صبا میں آں حضرت صلعم کا گذر لڑکوں کی طرف ہوا تھا، تو آپ نے السلام علیکم فرمایا تھا

حضرت انسؓ نے ماسبق کہ اس وقت صغیر السن تھے، اس واقعہ کو یاد رکھا اور زندگی کے زمانۂ مستقبل میں یہ سنت ادا کرکے، اپنے مناقب واعمال میں ایک اسوۂ حسنہ کا بیش بہا اضافہ فرمایا،

اظہار حق گوئی اور حق پسندی حضرت انسؓ کے اوصاف میں بہت نمایاں ہیں، آنحضرت صلعم، خلافت شیخین کے بعد جو والیان دیار وامصار مقرر ہوئے نہایت حدیث النبی اور اسلامی تعلیم سے بالکل بیگانے تھے، اس لئے بیشتر اوقات ان سے ایسے افعال سرزد ہوتے تھے، جو قرآن وحدیث کے بالکل خلاف تھے، اصحاب رسول اللہ جنھوں نے اپنی جان بیچکر اسلام کا سودا کیا تھا، اس طرز کو کیونکر پسند کرسکتے تھے، ایسی صورت میں ان کے جوش ایمانی میں ایک ہیجان پیدا ہوتا تھا جس سے وہ بلا لومۃ لائم اظہار حق پر آمادہ ہوجاتے تھے، حضرت انسؓ، آنحضرت صلعم کے بعد زمانۂ دراز تک بقید حیات رہے، بڑے بڑے جبار اور قہار العرائشے ان کو سابقہ پڑا، یہ ظالم بالاعلان احکام شریعت کی خلاف ورزی کرتے تھے، سنت نبویؐ کو پامال دیکھکر وہ آپے سے باہر ہوجاتے تھے، اور مجمع عام میں ایسے امراء کو متنبہ کرتے تھے،

عبید اللہ بن زیاد نے کہ مجسمۂ کبر ونخوت تھا اور یزید کی طرف سے عراق کا گورنر تھا، حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو طشت میں رکھوا کر اپنے سامنے منگایا، وہ ملعون ہاتھ میں ایک چھڑی لئے تھا آنکھ پر مارتا اور آپ کے حسن کی نسبت نا ملائم الفاظ زبان سے نکالتا تھا، حضرت انسؓ مجبور تھے، اس کا کیا کرسکتے تھے، آخر نہ دیکھا گیا، غصہ سے بیتاب ہوگئے زبان کو حرکت دی اور کہا، کہ "یہ چہرہ آنحضرتؐ کے چہرے سے مشابہ ہے"

حجاج بن یوسف ثقفی کہ سطوت وجبروت کا دیوتا تھا، اپنے بیٹے کو بصرہ کا قاضی بنانا چاہتا تھا، حدیث شریف میں قضا یا امارت کی خواہش کرنے کی ممانعت آئی ہے، حضرت انسؓ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے اس کو منع کیا ہے، !

حکم بن ایوب، حکومت امویہ کا ایک امیر تھا، اس کی سفاکی انسانوں سے متجاوز ہوکر حیوانوں

تک پہونچی تھی، ایک دفعہ حضرت انسؓ اس کے مکان پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک مرغی کے پاؤن باندھ کر لوگ نشانہ لگا رہے ہین، جب تیر لگتا ہے تو بے اختیار پھڑپھڑاتی ہے، حضرت انسؓ یہ دیکھ کر برہم ہوئے اور لوگون کو اِس حرکت پر تنبیہ کی۔[1]

عمر بن عبد العزیز ایام شاہزادگی مین، دولت اُمیہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے، اور چونکہ خاندان شاہی مین پرورش پائی تھی، اس لئے موزونیت مین درجہ نہ تھا، تاہم رواج زمانہ کے موافق نماز خود پڑھاتے تھے، اور اُس مین بہت سی بے عنوانیان ہوتی تھین، حضرت انسؓ ہمیشہ ان کو ٹوکتے تھے، بار بار ٹوکنے پر اُنھون نے حضرت انسؓ سے کہا کہ آپ میری کیون مخالفت کرتے ہین؟ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو جس طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے، اگر آپ اسی طرح پڑھائین تو میری عین خوشی ہے، اور اگر وہ صورت نہ اختیار کی گئی، تو آپ کے ساتھ نماز نہ پڑھون گا، عمر بن عبد العزیز کی طبیعت صلاحیت پذیر واقع ہوئی تھی، ان جملون نے خاص اثر کیا، اور اسرار دین سیکھنے کی طرف توجہ صرف کی، حضرت انسؓ سے زیادہ اس کام کے لئے اور کون موزون ہو سکتا تھا، کچھ دنون کی صحبت مین ایسی معتدل نماز پڑھانے لگے کہ حضرت انسؓ کو بھی اپنا خیال تبدیل کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی، قعدہ و قیام کی موزونیت دیکھ کر حضرت انسؓ کے منہ سے بے ساختہ نکلا، کہ اس لڑکے سے زیادہ کسی شخص کی نماز آنحضرتؐ کی نماز سے مشابہ نہین ہے!

صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۵۸

حضرت انسؓ جس جرأت سے امراء کے دربار مین کام لیتے تھے، اسی تندہی سے عوام اور تلامذۂ خاص کو بھی متنبہ کرتے تھے، اظہار حق کے باب مین اُمرا اور غرباء دونون کا درجہ مساوی ہوتا تھا، خلیفہ عبد الملک اموی نے حضرت انسؓ اور بعض انصار کو جن کی تعداد ۴۰ کے قریب تھی، دمشق بلایا تھا، وہان سے واپسی کے وقت فج الناقہ پہونچکر عصر کا وقت آیا، چونکہ راہ سفر ابھی ختم نہ ہوئی تھی، حضرت انسؓ نے دو رکعت نماز پڑھائی اور اپنے خیمہ مین تشریف لے گئے، باقی تمام آدمیون نے دو اور بڑھا کر چار رکعتین پوری کین، حضرت انسؓ کو معلوم ہوا تو نہایت برہم ہوئے، اور فرمایا کہ جب خدا نے اس کی اجازت دی ہے تو لوگ اس رعایت سے

کیون فائدہ نہین اُٹھاتے، مین نے آنحضرت صلعم سے سُنا ہے کہ ایک زمانہ مین لوگ دین مین بال کی کھال نکالین گے، اور تعمیق سے کام لین گے، لیکن حقیقت مین وہ بالکل کورے رہین گے،

ایک اور دفعہ کچھ لوگ نماز ظہر پڑھ کر حضرت انسؓ کی ملاقات کو آئے، اُنھون نے کنیز سے وضوء کے لئے پانی مانگا، لوگون نے کہا کہ کس وقت کی نماز کی تیاری ہے؟ فرمایا عصر کی، حاضرین مین سے ایک شخص بولا کہ ہم تو ابھی ظہر پڑھ کر آرہے ہین امرا کی سہل انگاری اور عوام کی غفلت دینی دیکھ کر حضرت انسؓ کو سخت غصہ آیا، اور سب سے خطاب کر کے کہا کہ وہ منافق کی نماز ہوتی ہے، ایک بیکار بیٹھا رہتا ہے اور نماز کے لئے نہین اُٹھتا، جب آفتاب غروب ہونے کے قریب آتا ہے جلدی سے اُٹھ کر مرغ کی طرح چار چونچین مارتا ہے جس مین یاد الٰہی کا بہت تھوڑا حصہ شامل ہوتا ہے،

امر بالمعروف

حق گوئی کے بعد مگر اس سے متصل امر بالمعروف کا رتبہ ہے، قرآن مجید مین جہان پیروان دین حنیف کی مدح سرائی کی گئی ہے، امر بالمعروف کو امت اسلامیہ کے خیر الامم ہونے پر سب سے پہلے بطور استشہاد پیش کیا ہے، حضرت انسؓ مین یہ وصف خاص طور پر پایا جاتا ہے،

عبید اللہ بن زیاد کی مجلس مین ایک مرتبہ حوض کوثر کا ذکر آیا، اس نے حوض کوثر کے وجود کی نسبت شک ظاہر کیا، حضرت انسؓ کو اس کی خبر ہوئی، ان کا ولولہ امر بالمعروف کب چین لینے دیتا تھا، لوگون سے کہا کہ اسے مین جا کر سمجھاؤنگا، عبید اللہ کے ایوان امارت مین پہونچے اور فرمایا کہ آپ کے ہان حوض کوثر کا ذکر ہوا تھا؟ اس نے کہا جی ہان! کیا آنحضرتؐ نے اس کے متعلق کچھ فرمایا ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث پڑھی اور مکان واپس تشریف لائے،

ایک انصاری سردار کے متعلق مصعب بن زبیر کو کچھ اطلاع ملی، (غالباً سازش کی خبر مراد ہے) اس نے انصاری کو اس جرم مین ماخوذ کرنا چاہا، لوگون نے حضرت انسؓ کو خبر کی، وہ سیدھے دار الامارة کی طرف روانہ ہوئے، امیر تخت پر بیٹھا تھا حضرت انسؓ نے سامنے ہو کر حدیث پڑھی کہ آنحضرتؐ نے انصار کے

امراء کو یہ وصیت کی ہے، کہ ان کے ساتھ خاص رعایت کی جائے، ان کے اچھوں سے سلوک کا اور بروں سے درگذر کا برتاؤ کرنا چاہیے، حدیث نبوی کا مضمون پر اس قدر اثر ہوا کہ تخت سے ہٹ گیا اور فرش پر اپنا رخسار رکھکر کہا کہ آن حضرتؐ کا فرمان سر آنکھوں پر اب انکو چھوڑتا ہوں،

حضرت اُبی بن کعبؓ

نام ونسب وابتدائی حالات	ابی نام، ابو المنذر و ابو الطفیل کنیت، سید القراء، سید الانصار، سید المسلمین اور الملیٰ لقب، قبیلہ نجار (خزرج) کے خاندان معاویہ سے ہیں، جو بنی حدیلہ کے نام سے مشہور تھا،

(حدیلہ معاویہ کی ماں کا نام تھا جو جشم بن خزرج کی اولاد میں تھی) سلسلہ نسب یہ ہے،

ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجارؓ، والدہ کا نام صہیلہ تھا جو عدی بن نجار کے سلسلہ سے تعلق رکھتی تھیں اور حضرت ابو طلحہؓ کی حقیقی پھوپھی تھیں، اس بنا پر حضرت ابو طلحہ اور حضرت ابی پھوپھی زاد بھائی تھے،

جیسا کہ اوپر گذر چکا حضرت ابیؓ کی، دو کنیتیں تھیں ابو المنذر اور ابو الطفیل، پہلی کنیت ان کی آنحضرت صلعم نے رکھی تھی، اور دوسری حضرت عمرؓ نے، ان کے ایک بیٹے طفیل کے نام کی مناسبت سے پسند فرمائی

حضرت ابیؓ کے ابتدائی حالات بہت کم معلوم ہیں، حضرت انسؓ بن مالک کی زبانی اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے ہی نوشی، ابی بن کعبؓ کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی، اور حضرت ابو طلحہ نے نیمون کا جو حلقہ قائم کیا تھا حضرت ابی بن کعبؓ اس کے ایک ضروری رکن تھے،

اسلام	مدینہ میں یہود کا کافی مذہبی اقتدار تھا، غالباً وہ اسلام سے پہلے توراۃ پڑھ چکے تھے، اسی مذہبی

(۱) مسند احمد ص ۱۱۳ ج ۵،

واقفیت نے اُن کو اسلام کی آواز کی طرف متوجہ کیا ہوگا، چنانچہ مدینہ کے جن انصار نے دوسری دفعہ جاکر آنحضرت کے دست مبارک پر عقبہ میں بیعت کی تھی، اُن میں حضرت ابی بھی تھے، اور یہی ان کے اسلام کی تاریخ ہے،

مواخاۃ

ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار میں جو برادری و مواخاۃ قائم ہوئی تھی، اس میں اُن کی سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے کہ عشرہ مبشرہ میں تھے، مواخاۃ ہوئی،

غزوات اور عام حالات

حضرت ابی عہد نبوت کے غزوات میں بدر سے لیکر طائف تک کے تمام معرکوں میں شریک رہے، غزوۂ احد میں ایک تیر ہفت اندام میں لگا تھا، آنحضرت صلعم نے ایک طبیب بھیجا، جس نے رگ کاٹ دی، پھر اس رگ کو اپنے ہاتھ سے داغ دیا، حضرت ابی نے عہد رسالت سے لیکر خلافت عثمانی تک اہم مذہبی اور ملکی خدمات انجام دیں، ۹ھ میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی، اور آنحضرت نے تحصیل صدقات کے لئے سب کے صوبجات میں عمّال روانہ فرمائے، تو حضرت ابی بھی خاندان ہائے بلی، عذرہ، اور بنی سعد میں عامل صدقہ مقرر ہوکر گئے اور نہایت تدین کے ساتھ یہ خدمت انجام دی، چنانچہ ایک دفعہ ایک گاؤں میں گئے تو ایک شخص نے حسب معمول تمام جانور سامنے لاکر کھڑے کردئے، کہ ان میں سے جس کو چاہیں انتخاب کرلیں، حضرت ابی نے اونٹ سے ایک دو برس کے بچہ کو چھانٹا، جس کو اُس نے کہا اس کے لینے سے کیا فائدہ؟ نہ دودھ دیتی ہے اور نہ سواری کے قابل ہے، اگر آپ کو لینا ہے تو یہ اونٹنی حاضر ہے، موٹی تازی بھی ہے اور جوان بھی، حضرت ابی نے کہا یہ کبھی نہ ہوگا، رسول اللہ صلعم کی ہدایت کے خلاف میں نہیں کرسکتا، اس سے یہ بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ چلے چلو، مدینہ یہاں سے کچھ دور نہیں، آنحضرت صلعم جو ارشاد فرمائیں اس کی تعمیل کرنا، وہ اس بات پر راضی ہوگیا، اور حضرت ابی کے ساتھ اس اونٹنی کو لیکر مدینہ آیا، اور آنحضرت کے سامنے تمام قصہ دہرایا، آپ نے فرمایا کہ "اگر تمھاری مرضی یہی ہے تو اونٹنی دیدو، قبول کرلیجائیگی، اور خدا تم کو اس کا اجر دیگا، اوس نے منظور کیا، اور اونٹنی آپ کے حوالہ کرکے

---

[1] مسند جلد ۵ ص ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۱۵

اپنے مکان واپس آیا[۱]،

سلہ میں آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا، اور حضرت ابوبکرؓ خلافت کی مسند پر متمکن ہوئے اور ان کے اس عہد میں قرآن مجید کی ترتیب و تدوین کا اہم کام شروع ہوا، صحابہ کی جو جماعت اس خدمت پر مامور کی گئی تھی، حضرت ابیؓ اس کے سرگروہ تھے، وہ قرآن کے الفاظ بولتے تھے اور لوگ ان کو لکھتے جاتے تھے، یہ جماعت چونکہ ارباب علم پر مشتمل تھی، اس لئے جابجا کسی کسی آیت پر مذاکرہ و مباحثہ رہتا تھا، سورہ براۃ کی یہ آیت (ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبھم بانھم قوم لا یفقھون) لکھی گئی تو لوگوں نے کہا کہ یہ سب سے اخیر میں نازل ہوئی تھی، حضرت ابیؓ نے کہا نہیں اس کے بعد دو آیتیں مجھ کو رسول اللہؐ نے اور پڑھائی تھیں، سب سے اخیر آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم ہے[۲]،

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمرؓ ان کے جانشین ہوئے، حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں سیکڑوں مفید باتوں کا اضافہ فرمایا جس میں ایک مجلس شوریٰ کا قیام بھی ہے، یہ مجلس (کونسل) انصار و مہاجرین کے مقتدر اصحاب سے مرکب تھی، جن میں قبیلۂ خزرج کی طرف سے حضرت ابی بن کعب بھی ممبر تھے[۳]،

خلافت فاروقی میں حضرت ابیؓ مدینہ منورہ میں بالاستقلال مقیم رہے، زیادہ تر درس و تدریس سے کام رہتا تھا، جب مجالس شوریٰ منعقد ہوتیں یا کوئی مہم آپڑتی تو حضرت عمرؓ ان سے استصواب فرماتے تھے،

حضرت ابیؓ اگرچہ حضرت عمرؓ کے تمام عہد خلافت میں مسند افتا پر متمکن رہے لیکن اس کے سوا حکومت کا کوئی منصب ان کو نہیں ملا، ایک مرتبہ انہوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ آپ مجھے کسی جگہ کا عامل کیوں نہیں مقرر فرماتے بولے کہ میں آپ کے دین کو دنیا میں ملوث نہیں دیکھنا چاہتا[۴]،

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں نماز تراویح کو باجماعت کیا تو حضرت ابی بن کعب کو امامت

۱؎ مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۲، ۲؎ مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۴، ۳؎ کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۴، ۴؎ طبقات ابن سعد ق ۳ ج ۳،

کے لئے منتخب فرمایا[۱]،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سریر خلافت پر جلوس فرمایا، تو قرآن مجید میں لب ولہجہ کا اختلاف تمام ملک میں عام ہو گیا تھا، اس بنا پر حضرت عثمانؓ نے اس اختلاف کو مٹانا چاہا، اور خود اصحاب قرأت کو طلب فرما کر ہر شخص سے جدا جدا قرأت سنی، حضرت ابی بن کعب، عبد اللہ بن مسعود، اور معاذ بن جبل، سب نے قرآن پڑھا تو لہجہ و تلفظ میں اختلاف نظر آیا، حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میں تمام مسلمانوں کو ایک تلفظ کے قرآن پر جمع کرنا چاہتا ہوں،

قریش اور انصار میں ۱۲ شخص تھے جن کو قرآن پر پورا عبور تھا، حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو یہ کار اہم تفویض فرمایا، تو اب کی بھی حضرت ابی بن کعبؓ اس مجلس کے رئیس تھے، قرآن کے الفاظ حضرت ابیؓ ... اور زید لکھتے تھے، اس لحاظ سے ... ہمارے ... قرآن مجید کے جس قدر نسخے ہیں حضرت ابیؓ کی قرأت کے ... ہیں[۳]،

وفات: ۳۵ھ میں عمر طبعی کو پہونچکر حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں جمعہ کے دن وفات پائی، حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور مدینہ منورہ میں دفن کئے گئے،

آل و اولاد: حضرت ابیؓ کی اولاد کی صحیح تعداد اگرچہ نامعلوم ہے، لیکن جن کے نام معلوم ہیں وہ یہ ہیں، طفیل، محمد، عبد اللہ، ربیع، ام عمر، ان میں سے اول الذکر دو بزرگ عہد رسالت میں پیدا ہوئے تھے،

حضرت ابیؓ کی زوجہ کا نام ام الطفیل ہے، وہ صحابیہ ہیں اور روایات حدیث کی فہرست میں ان کا نام داخل ہے،

حلیہ: حضرت ابیؓ کا حلیہ یہ تھا، قد میانہ، رنگ گورا مائل بہ سرخی، بدن دبلا،

اخلاق و عادات: مزاج میں بےتکلف تھا، مکان میں گدون پر نشست رکھتے تھے، غالباً دیوار میں آئینہ لگا یا تھا،

[۱] صحیح بخاری کتاب صلوٰۃ التراویح، [۲] کنز العمال ج۱ ص ۲۸۳،۲۸۴، [۳] ح ۱، ... نزہۃ الابرار قلمی [۴] طبقات ص ۵۵

اور کنگھی کرتے وقت اسی طرف بیٹھتے تھے، ایام پیری میں اگرچہ سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے تاہم کنیز سر کے بال بناتی تھی،

مزاج تیز تھا، اور جب غصہ آجاتا تھا، تو اس میں، کسی کا خیال نہیں کرتے تھے،

انھوں نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھائی تھی، حضرت عمرؓ نے سنا، پوچھا، تم نے یہ کس سے سیکھا؟ اس نے حضرت ابیؓ کا نام لیا، حضرت عمرؓ اس کو ساتھ لیکر ان کے مکان تشریف لائے اور استفسار کیا، انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلعم کے منہ سے ایسا ہی سیکھا تھا، حضرت عمرؓ نے مزید تحقیق کے لئے پھر پوچھا کیا رسول اللہؐ کے منہ سے آپ نے سیکھا ہے؟ جواب دیا جی ہاں، حضرت عمرؓ نے اس جملہ کو پھر دہرایا، تیسری مرتبہ حضرت ابیؓ کو غصہ آگیا بولے "واللہ یہ آیت خدا نے جبریلؑ پر نازل کی تھی، اور جبریلؑ نے قلب محمدؐ پر نازل کی، اس میں خطاب اور اس کے بیٹے سے مشورہ نہیں لیا تھا، حضرت عمرؓ کانوں پر ہاتھ رکھ کر ان کے گھر سے تکبیر کہتے ہوئے نکل گئے[1]

اسی طرح ایک آیت کے متعلق اختلاف ہوا، حضرت عمرؓ نے کہا ابیؓ کو بلاؤ، وہ آئے تو وہ آیت پڑھوائی، انھوں نے پڑھ کر حضرت عمرؓ کی ناک کی طرف انگلی سے اشارہ کیا، حضرت عمرؓ نے اس کو دوسری طرح پڑھا، اور حضرت ابیؓ کی ناک کی طرف اشارہ کیا، حضرت ابیؓ نے کہا واللہ مجھکو رسول اللہؐ نے اسی طرح پڑھایا تھا، حضرت عمرؓ نے کہا اب ہم آپ کی متابعت کرتے ہیں[2]

حضرت ابو دردا، شامیوں کی ایک جماعت کو تعلیم قرآن کے لئے مدینہ لے آئے اور ان لوگوں نے حضرت ابیؓ سے قرآن پڑھا، ایک دن ان میں سے ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے سامنے کوئی آیت پڑھی، انھوں نے ٹوکا، اس نے کہا مجھے ابیؓ بن کعب نے پڑھایا ہے، حضرت عمرؓ نے اس کے ساتھ ایک آدمی کر دیا کہ ابیؓ کو بلا لاؤ، اس وقت حضرت ابیؓ اپنے ہاتھ سے اونٹ کو چارہ دے رہے تھے، یہ پہونچے اور کہا

---

[1] کنز العمال ج ۱ ص ۲۸۷، [2] ایضاً ص ۲۸۵ ج ۱

امیرالمؤمنین بلاتے ہیں، انھوں نے پوچھا کیا کام ہے، انھوں نے واقعہ بیان کیا حضرت اُبیؓ ان دونوں پر بگڑے اور کہا تم لوگ باز نہیں آتے غصہ زیادہ تھا، اُسی طرح دامن چڑھائے اور ہاتھ میں چارہ لئے ہوئے، حضرت عمرؓ کے پاس چلے آئے حضرت عمرؓ نے اون سے اور زید بن ثابت سے آیت پڑھوائی دونوں کی قرأت میں اختلاف تھا، حضرت عمرؓ نے زیدؓ کی تائید کی حضرت اُبیؓ برہم ہوئے اور کہا خدا کی قسم عمرؓ! تم خوب جانتے ہو کہ میں رسول اللہؐ کے پاس اندر ہوتا تھا اور تم لوگ باہر کھڑے رہتے تھے اب آج میرے ساتھ یہ برتاؤ کیا جاتا ہے، واللہ اگر آپ کہیں تو میں گھر میں بیٹھ رہوں، نہ کسی سے بولوں اور نہ درس قرآن دوں یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے، حضرت عمرؓ نے کہا نہیں، جب خدا نے آپ کو علم دیا ہے تو آپ شوق سے پڑھائے۔[1]

نہایت آزاد اور خوددار تھے، ابن عباسؓ مدینہ منورہ کے کسی کوچہ میں ایک آیت پڑھتے ہوئے جا رہے تھے پیچھے سے آواز آئی، ابن عباسؓ ٹھہرے رہو، مڑ کر دیکھا تو حضرت عمرؓ تھے، فرمایا کہ میرے غلام کو لیتے جاؤ اور اُبیؓ بن کعب سے پوچھنا کہ فلاں آیت آپ نے اس طرح پڑھی ہے، حضرت ابن عباسؓ، حضرت اُبیؓ کے مکان تک پہونچے تھے کہ حضرت عمرؓ بھی تشریف لائے، اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، اجازت ملی تو سب کے سب اندر پہونچے، حضرت اُبیؓ بال سنوار رہے تھے، اور دیوار کی طرف رخ تھا، حضرت عمرؓ کو گدے پر بٹھایا گیا حضرت اُبیؓ کی پشت حضرت عمرؓ کی طرف تھی، وہ اسی حالت میں بیٹھے رہے، اور متوجہ نہ ہوئے، حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ سے کہا دیکھو یہ ہم کو کچھ نہیں سمجھتے! تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمرؓ سے مخاطب ہوئے اور کہا مرحبا یا امیرالمؤمنین میری ملاقات کے لئے تشریف لائے یا کوئی اور غرض بھی، حضرت عمرؓ نے کہا کام سے آیا ہوں، حضرت عمرؓ نے ایک آیت پڑھی اور کہا یہ تو بہت سخت ہے، (یعنی لفظ میں) انھوں نے کہا میں نے قرآن اُس سے سیکھا جس نے جبریلؑ سے سیکھا تھا، وہ تو نہایت نرم اور تر ہے،

---

[1] کنز العمال ج ۱ ص ۲۸۵

حضرت عمرؓ نے کہا آپ احسان جتانا چاہتے ہیں لیکن مجھے جواب سے تشفی نہیں ہوئی

حضرت عمرؓ اور حضرت اُبیؓ میں ایک باغ کی بابت جھگڑا تھا، یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت عمرؓ امیر المؤمنین تھے حضرت اُبیؓ رونے لگے اور کہا آپ کے عہد حکومت میں یہ باتیں، حضرت عمرؓ نے کہا نہیں یہ میری نیّت نہ تھی، آپ کا جس مسلمان سے جی چاہے، فیصلہ کرالیں، میں راضی ہوں، انھوں نے کہا کہ زید بن ثابتؓ کے ہاں مقدمہ پیش ہو، حضرت عمرؓ نے کہا بہتر حضرت اُبیؓ نے حضرت عمرؓ پر مقدمہ دائر کیا، حضرت عمرؓ خلیفہ اسلام تھے، اور تمام ملک ان کے زیر نگین تھا، تاہم ایک فریق کی حیثیت سے زید بن ثابت کے اجلاس میں حاضر ہوئے، حضرت اُبیؓ نے دعوی کیا، حضرت عمرؓ کو انکار تھا، انھوں نے مدعی سے کہا آپ بھولتے ہیں، یاد کیجئے، حضرت اُبیؓ کچھ دیر سوچتے رہے پھر کہا کہ اب مجھے کچھ یاد نہیں آتا، ان کا بیان ختم ہوا تو حضرت عمرؓ نے واقعہ کی صورت بیان کی، زیدؓ نے حضرت اُبیؓ سے کہا کہ آپ کے پاس ثبوت کیا ہے، انھوں نے کہا کچھ نہیں، بولے تو آپ امیر المؤمنین سے قسم نہ لیجئے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر مجھ پر قسم ضروری ہے تو لو،[۱]

طبیعت غیور پائی تھی، ایک شخص آن حضرت صلعم کی خدمت میں آیا اور کہا فلاں آدمی اسے باپ کی عورت (یعنی سوتیلی ماں ہوگی) سے ہم بستر ہوتا ہے، حضرت اُبیؓ موجود تھے، بولے کہ میں تو اس شخص کی گردن مار دیتا! آن حضرت نے تبسم فرمایا اور کہا اُبیؓ کس قدر غیرت مند ہیں لیکن میں اس سے زیادہ غیور ہوں، اور خدا مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے،

بڑے مہمان نواز تھے، ایک بار زر بن مالکؓ ملاقات کو آئے تو بولے کیا کھاؤ گے؟ انھوں نے کہا ستو اور چھوہارے، اندر جا کر ستو لائے اور خوب پیٹ بھر کر کھلایا، زر بن مالک آن حضرت صلعم کے پاس گئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا یہ تو بڑی عمدہ بات ہے،[۲]

---

[۱] کنز العمال ص ۱۴۲ ج ۳
[۲] کنز العمال ص ۶۵ ج ۷

علم و فضل

حضرت اُبی بن کعب کی حیات مقدسہ کا ایک ایک لمحہ علم کے لئے وقف تھا، یہی اُس وقت جب مدینہ میں مہاجرین اور انصار سے تجارت اور زراعت کا بازار گرم تھا، حضرت اُبیؓ عہد نبوی میں نبوت کے علمی جواہر سے اپنے علوم و فنون کی دوکان سجاتے تھے، اور اس پر ان کو فخر تھا، انصار میں ان سے بڑا کوئی عالم نہ تھا، اور قرآن سمجھنے، حفظ و قرأت میں مہاجرین و انصار دونوں میں ان کی فوقیت تھی یہانتک کہ خود رسول اللہ صلعم ان سے قرآن مجید پڑھوا کر سنتے تھے،

جلالت علمی

علوم اسلامیہ کے علاوہ کتب قدیمہ سے بھی واقفیت تامہ رکھتے تھے، تورات انجیل کی رموز دانی میں حبر کا درجہ حاصل کیا تھا، آنحضرت صلعم کے متعلق ان کتابوں میں جو بشارتیں مذکور ہیں وہ ان کو خاص طور پر معلوم تھیں، اس علمی جلالت شان کی بنا پر حضرت فاروق اعظمؓ ان کی تعظیم کرتے، ان سے ڈرتے اور خود ان کے گھر پر مسائل پوچھنے جاتے تھے،

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ جو اسلام کی تاریخ میں حبر کے لقب سے مشہور ہیں، اُبی بن کعبؓ کی درسگاہ میں حاضری کو اپنا فخر سمجھتے تھے،

حضرت اُبیؓ کا فضل و کمال صرف خرمن نبوت کا خوشہ چین تھا، انھوں نے حامل وحی سے اس قدر سیکھ لیا تھا کہ پھر کسی کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی، صحابۂ کرام میں (حضرت ابوبکرؓ کے سوا) کوئی شخص نہ تھا، جو آنحضرت صلعم کے بعد کسب علم سے بے نیاز رہا ہو، ایک حضرت اُبیؓ بن کعب کی علمی شخصیت تھی جو اس سے مستغنی تھی،

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اگرچہ مختلف علوم کے جامع تھے، لیکن وہ خاص فن جن میں ان کو امامت اور استناد کا منصب حاصل تھا، یہ ہیں، قرآن، تفسیر، شان نزول، ناسخ و منسوخ، حدیث، فقہ، اور ہم انھیں علوم میں اپنی بساط کے موافق ان کے کمالات دکھائیں گے،

قرآن مجید

سب سے پہلے ہم قرآن مجید کا ذکر کرتے ہیں، اور یہ دکھاتے ہیں کہ حضرت اُبیؓ اس کو کس نظر سے

دیکھئے، حضرت اُبیؓ مجتہد تھے، وہ قرآن مجید پر مجتہدانہ انداز سے غور کرتے تھے، کہ درحقیقت یہی چیز تھی جس نے ان کو اجتہاد کی مسند پر بٹھایا تھا، ایک دن رسول اللہ صلعم نے ان سے دریافت فرمایا کہ قرآن میں کون سی نہایت معظم آیت ہے، حضرت اُبیؓ نے کہا آیۃ الکرسی، آنحضرتؐ نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا! اُبیؓ تمھیں یہ علم مسرور کرے!!

اس واقعہ سے تم نے اندازہ کیا ہوگا کہ وہ قرآن کی آیتوں میں کیسا غور و خوض کرتے تھے، اب خود انکی زبان سے قرآن کی حقیقت سنو، ایک شخص نے ان سے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجئے، فرمایا قرآن کو دلیل راہ بناؤ، اس کے فیصلوں اور حکموں پر راضی رہو، رسول اللہ صلعم نے یہی چیز تمھارے لئے چھوڑی ہے اس میں تمھارا اور تمھارے قبل والوں کا اور جو کچھ زمانہ مابعد میں ہوگا، سب حال درج ہے،

حضرت اُبیؓ نے اس رائے میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے،

(۱) قرآن مجید اسلام کا مکمل قانون ہے،

(۲) مسلمانوں کا بہترین دستور العمل ہے،

(۳) اس کے قصص و حکایات نتیجہ خیز ہیں، جو عمل اور عبرت کے لئے ہیں، گرمی محفل کیلئے نہیں،

(۴) اس میں تمام توموں کے حالات کا کافی تذکرہ ہے،

غور کرو! جو شخص ان حیثیتوں سے قرآن کریم کو دیکھتا ہوگا، اس کی وسعت معلومات اور دقت نظر میں کیا کلام ہوسکتا ہے،

حضرت اُبیؓ نے ابتدا ہی سے قرآن مجید کے ساتھ غیر معمولی شغف ظاہر کیا تھا، چنانچہ جب رسول اللہ مدینہ میں ورود فرما ہوئے، تو سب سے پہلے جس نے وحی لکھنے کا شرف حاصل کیا وہ حضرت اُبیؓ تھے،

قرآن مجید حفظ کرنے کا خیال بھی اسی زمانہ سے پیدا ہوا، جس قدر آیتیں نازل ہوتیں، وہ حفظ کرلیتے تھے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلعم کی زندگی میں پورا قرآن یاد کرلیا، صحابہ میں وہ بزرگ تھے جنھوں نے

آنحضرت صلعم کے عہد مقدس میں پورا قرآن یاد کیا تھا لیکن حضرت ابیؓ ان سب میں ممتاز تھے، اس سے زیادہ کیا ہوسکتا ہے کہ خود آنحضرت صلعم اس باب میں ان کی مدح کرتے تھے،

حضرت ابیؓ نے قرآن کا ایک ایک حرف رسول اللہ صلعم کے منہ سے یاد کیا تھا، آنحضرت بھی ان کے شوق کو دیکھ کر ان کی تعلیم کی طرف خاص توجہ مبذول فرماتے تھے، نبوت کا رعب بڑے بڑے صحابہ کو سوال کرنے سے مانع ہوتا تھا لیکن حضرت ابیؓ بے روک ٹوک جو چاہتے تھے سوال کرتے تھے، اس کے ساتھ ہی بعض اوقات آنحضرتؐ خود ابتدا فرماتے تھے، یعنی بغیر پوچھے بتاتے تھے، ایک مرتبہ حضرت ابیؓ سے فرمایا کہ میں تمھیں ایک ایسی سورہ بتاتا ہوں جس کی نظیر توراۃ وانجیل میں ہے، اور نہ قرآن میں، یہ کہکر باتوں میں مصروف ہوگئے حضرت ابیؓ کہتے ہیں میرا خیال تھا کہ رسول اللہ بیان فرمائیں گے، گھر جانے کے لئے اٹھے تو میں بھی ساتھ ہولیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر باتیں شروع کردیں، اور گھر کے دروازہ تک اسی طرح چلے آئے، میں نے کہا ہاں وہ سورہ بتا دیجئے آپ نے بتا دی[1] چنانچہ ایک بار آنحضرتؐ نے نماز فجر پڑھائی، اس میں ایک آیت پڑھنا بھول گئے، حضرت ابیؓ نماز میں شروع سے شریک نہ تھے بیچ سے شریک ہوئے تھے، نماز ختم کرکے آنحضرتؐ نے لوگوں سے پوچھا کہ کسی نے میری قرأت پر خیال کیا تھا، تمام لوگ خاموش رہے تو پوچھا، ابیؓ بن کعب ہیں؟ حضرت ابیؓ نماز ختم کر چکے تھے، بولے کہ آپ نے فلاں آیت نہیں پڑھی، کیا منسوخ ہوگئی یا آپ پڑھنا بھول گئے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں میں پڑھنا بھول گیا، اس کے بعد فرمایا میں جانتا تھا کہ تمھارے سوا اور کسی کو ادھر خیال نہیں ہوا ہوگا"[2]

ان باتوں کا یہ اثر تھا کہ جب کوئی مسئلہ حضرت ابیؓ کے سمجھ میں نہ آتا، تو وہ اور صحابہ کی طرح خاموش نہیں رہتے تھے، وہ آنحضرتؐ سے دیر تک مذاکرہ جاری رکھتے، اور جب سمجھ میں آجاتا تب اٹھتے مسجد نبوی میں عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایک آیت پڑھی اور چونکہ وہ قبیلۂ ہذیل سے تھے، ان کی قرأت علیحدہ تھی

[1] مسند احمد ص ۱۱۴ ج ۵ [2] مسند احمد ص ۱۲۳ و ۱۴۲ ج ۵

ابی بن کعبؓ نے سنا تو کہا، آپ نے یہ آیت کس سے پڑھی ہے؟ بیٹے تو رسول اللہؐ سے اس طرح پڑھی ہے، انھوں نے کہا مجھکو بھی رسول اللہؐ نے
پڑھایا ہے حضرت ابیؓ کہتے ہین کہ اس وقت میرے دل مین خیالات فاسدہ کا غلبہ ہوا، اور عجیب عجیب باتین ذہن مین
آئین مین ابن مسعود کو لیکر آنحضرتؐ کی خدمت مین آیا اور کہا کہ میرے اور ان کے درمیان قرأت مین اختلاف
ہو گیا ہے، آن حضرت صلعم نے مجھ سے آیت پڑھوائی اور فرمایا تم ٹھیک پڑھتے ہو، پھر ابن مسعود سے پڑھوائی
اور فرمایا تم بھی ٹھیک پڑھتے ہو، مین نے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا یا رسول اللہ! دونون ٹھیک پڑھتے ہین
کیونکر؟ آن حضرت صلعم سے اسقدر کدوکاوش پر حضرت ابیؓ پسینہ پسینہ ہو گئے تھے، لیکن طلب علم کے شوق سے مجبور تھے
آن حضرتؐ نے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو ان کے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھا اور کہا الہی! ابیؓ کا شک دور کر!
دست مقدس کی تاثیر تسلی بن کر قلب مین اتر گئی اور ان کو کامل تشفی ہو گئی،

حضرت ابیؓ کا خاص فن، قرأت ہے، اس فن مین ان کو یہ کمال تھا کہ خود آن حضرت صلعم نے
ان کی تعریف و توصیف کی تھی، صحابہ مین چند بزرگ تھے جن کے کمالات کی حامل وحی نے تعیین کر دی
تھی، ان مین حضرت ابیؓ بن کعب کی نسبت آن حضرتؐ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا، واقرأهم ابی بن کعب
یعنی صحابہ مین سب سے بڑے قاری ابیؓ ہین!

رسول اللہؐ کے بعد حضرت عمرؓ نے اس جملہ کی یاد کوئی مرتبہ تازہ کیا، ایک مرتبہ مسجد نبوی کے منبر پر
کہا کہ سب سے بڑے قاری ابیؓ ہین" بشام گئے اور جابیہ مین اپنا مشہور و معروف خطبہ دیا تو کہا، من اراد
القرآن فلیأت ابیا یعنی جس کو قرآن کا ذوق ہو وہ ابیؓ کے پاس آئے[1]،

فن قرأت مین حضرت ابیؓ کو جو دخل تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود حامل نبوتؐ
ان سے قرآن کا دورہ کرتا تھا، چنانچہ جس سال آپ نے وفات فرمائی حضرت ابیؓ کو قرآن سنایا اور فرمایا مجھ سے
جبریلؑ نے کہا تھا کہ ابیؓ کو قرآن سنا دیجئے۔

---

[1] کنز العمال ص ۱۴۳ ج ۲

رسول اللہ پر جو سورۃ نازل ہوتی حضرت ابیؓ کو سناتے اور یاد کراتے تھے، سورۂ لم یکن، نازل ہوئی تو فرمایا، کہ خدا نے تمکو قرآن سنانے کا مجھے حکم دیا ہے، انھوں نے کہا کیا خدا نے میرا نام لیا، رسول اللہؐ نے فرمایا ہاں، حضرت ابیؓ یہ سنکر فرط خوشی مین بے اختیار رو پڑے،

عبد الرحمن بن ابی ابزی، حضرت ابی بن کعب کے شاگرد تھے، ان کو استاد کا یہ واقعہ معلوم ہوا تو پوچھا یا ابا المنذر! (حضرت ابیؓ کی کنیت ہے) اس وقت آپ کو خاص مسرت ہوئی ہوگی، فرمایا کون نہین، خداوند تعالی خود فرماتا ہے، قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون[1]!

قراۃ ابی

اسی قرأت دانی کا نتیجہ تھا کہ ان کے نام کیطرف ایک قرأت خاص طور پر منسوب ہوئی جس کا نام قرأت ابیؓ ابن کعب تھا، اہل دمشق اسی قرأت مین قرآن مجید پڑھتے تھے،

حضرت ابیؓ کی قرأت، ان کے مرتبہ کے لحاظ سے اگرچہ عالمگیر ہونا چاہئے تھی، لیکن اس وقت تک کثرت سے رواج نہ پاسکی، اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ بہت سی آیتیں جو منسوخ ہو چکی تھین اس مین موجود تھین، حضرت عمرؓ نے بار بار کہا کہ ابیؓ ہم مین سب سے زیادہ قرآن کے جاننے والے ہین، لیکن ہمکو بعض مواقع پر ان سے اختلاف کرنا پڑتا ہے، ان کو یہ اصرار ہے کہ انھون نے جو کچھ سیکھا، رسول اللہ سے سیکھا ہے، اور یہ سچ ہے لیکن جب بہت سی آیتین منسوخ ہو چکی ہین، اور ان کو اس کا علم نہین ہوا تو پھر ہم ان کی قرأت پر کیونکر قائم رہ سکتے ہین[2]،

لیکن بعد مین اس کی اصلاح ہو گئی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک مین جب قرآن مجید کو جمع کیا تو اس مین منسوخ شدہ آیتون کا خاص خیال رکھا، اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت جلد کنکی قرأت نے قبول عام کی سند حاصل کر لی، اور تمام ممالک اسلامیہ جن کی وسعت مغرب سے مشرق تک تھی، حضرت ابیؓ کی قرأت پر مجتمع ہو گئے،

(۱) مسند احمد ص ۱۲۳ ج ۵، (۲) ایضاً ص ۱۳۱ ج ۵

حضرت اُبیؓ نے انتقال فرمایا تو اس فن مین اپنے دو جانشین چھوڑے جو اپنے عہد مین مرجع انام بنے رہے، حضرت ابوہریرہؓ، اور حضرت عبداللہؓ بن عباس،

قراء سبعہ مین سے نافع بن عبدالرحمٰن ابورویم مدنی، حضرت ابوہریرہؓ کے سلسلہ سے اور عبداللہ ابن کثیر مکی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے واسطہ سے، حضرت اُبی بن کعبؓ کے سلسلہ مین داخل ہوتے ہین

درس وتدریس | حضرت ابی بن کعبؓ کا مدرسۂ قرأت، دنیائے اسلام مین مرکزی حیثیت رکھتا تھا، عرب و عجم، روم وشام اور دیگر صوبہ جات اسلامیہ سے طلبہ مدینہ منورہ کا رخ کرتے اور ان کے درسگاہ قرأت سے فیضیاب ہوتے تھے،

طلبہ کے علاوہ بعض اکابر صحابہ دور دراز مقامات سے شائقین کو لیکر مدینہ منورہ تشریف لاتے اور حضرت اُبیؓ سے استفادہ کرتے تھے، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین حضرت ابودرداء انصاریؓ شام مین تعلیم قرآن کے لئے بھیجے گئے تھے، وہ اس درجہ کے شخص تھے کہ آن حضرتؐ کے زمانہ مین جن ۵ بزرگون نے پورا قرآن حفظ کیا تھا، ان مین انکا بھی شمار تھا، لیکن بااین ہمہ وہ حضرت اُبیؓ کی قرأت سے مستغنی نہ تھے، حضرت عمرؓ کے عہد مقدس مین شامیون کا ایک مجمع ساتھ لیکر حضرت اُبیؓ کی خدمت مین آئے، خود قرآن پڑھا، اور دوسرے لوگون کو بھی پڑھوایا،

حضرت اُبیؓ اگرچہ تلامذہ کی تعلیم سے خاص دلچسپی لیتے تھے لیکن چونکہ مزاج تیز تھا اس لئے بہت جلد ان کا حلم وتحمل، غیظ وغضب سے بدل جاتا تھا، اس بنا پر تلامذہ خاص، کوئی سوال کرتے تو خوف لگا رہتا کہ کہین غصہ مین جھنجھلا نہ اٹھین، زر بن جیش، حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد رشید تھے، اور حضرت ابیؓ سے بھی تلمذ کا بھی شرف حاصل تھا، کوئی بات پوچھنا چاہتے تھے، مگر ہمت نہ پڑتی تھی، ایک دن ایک سوال کیا تو اس تمہید سے کہ مجھ پر نظر عنایت فرمائیے، مین آپ سے علم سیکھنا چاہتا ہون، حضرت اُبیؓ نے کہا ہان شاید یہ ارادہ ہوگا کہ قرآن مجید کی کوئی آیت پوچھنے سے باقی نہ رہجائے،

اسی وجہ سے اُن کی مجلس لایعنی سوالات سے پاک ہوتی تھی، وہ قبل از وقت باتون کا جواب نہین دیتے تھے بلکہ ناراض ہوتے تھے، مسروق نے ایک دن ایک سوال کیا، حضرت اُبیؓ نے کہا کہ ایسا ہوا بھی ہے؟ اُنھون نے کہا نہین، فرمایا ابھی ٹھہرئے جب ایسا واقعہ پیش آئیگا تو آپ کے لئے اجتہاد کی تکلیف کی جائے گی،

لیکن معقول سوالات سے خوش ہوتے تھے، اور جواب مرحمت فرماتے تھے، زیاد انصاری نے پوچھا کہ اگر آنحضرت صلعم کی تمام بیویان قضا کر جاتین تو آپ نکاح کر سکتے تھے یا نہین؟ اُنھون نے کہا کر سکتے تھے، زیاد نے کہا پھر اس آیت کے کیا معنی لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَاءُ مِن بَعْدُ، حضرت اُبیؓ نے کہا کہ آنحضرت صلعم کے لئے عورتون کی ایک قسم حلال تھی، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۲)

مجلس درس مین رعب وداب قائم ہونے کا یہ اثر تھا کہ ان کے تلامذہ ان کا خاص احترام کرتے تھے، حضرت اُبیؓ کے علاوہ اور صحابہ بھی ارباب حلقہ تھے، لیکن وہان اُستاد اور شاگرد مین یک گونہ مساوات تھی لیکن، حضرت اُبیؓ کے حلقۂ تعلیم مین اُستاد کا ہر پہلو تلامذہ سے علانیہ ممتاز نظر آتا تھا،

حضرت اُبیؓ مجلس یا گھر مین گدّے پر تشریف رکھتے تھے، تلامذہ کے لئے یہ بات حاصل نہ تھی، البتہ حضرت عمرؓ کے ساتھ یہ مراعات روا رکھی جاتی تھی، وہ ان کے ہان کوئی مسئلہ پوچھنے جاتے تو احترام خلافت کا اظہار اسی صورت مین ہوتا تھا، کہ وہ اُن کو اپنے برابر جگہ دیتے تھے،

نشست وبرخاست مین یہ تکلف تھا کہ تلامذہ ان کی تعظیم کے لئے سروقد کھڑے ہوتے تھے، اور اس زمانہ مین یہ دستور بالکل نیا تھا، سلیم بن حنظلہ حضرت اُبیؓ کی خدمت مین مسئلہ پوچھنے آئے، جب وہ اُٹھے تو شاگردون کا تمام مجمع پیچھے پیچھے ساتھ ہوا، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو اُن کو یہ روش ناپسند ہوئی اور حضرت اُبیؓ سے کہا کہ یہ آپ کے لئے فتنہ اور ان لوگون کے لئے ذلت ہے،

پیشتر تلامذہ سے تحائف وہدایا قبول کر لیتے تھے، اور اس مین کچھ مضائقہ نہ جانتے تھے، آنحضرتؐ

کے عہد مقدس میں اُنھوں نے طفیل بن عمرو دوسی کو قرآن پڑھایا تھا طفیل نے ایک کمان ہدیۃً پیش کی حضرت اُبیؓ اُس کو لگا کر رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے پوچھا یہ کہاں سے لائے اُنھوں نے کہا ایک شاگرد کا ہدیہ ہے، آپ نے فرمایا اُس کو واپس کردو، اور اب آیندہ ایسے ہدیہ سے پرہیز کرنا،

اسی طرح ایک شاگرد نے کپڑا ہدیہ میں پیش کیا اُس میں بھی ایسی ہی صورت پیش آئی،

بعد میں ان باتوں سے اجتناب کلی کرلیا، چنانچہ ملک شام کے لوگ قرآن مجید پڑھنے مدینہ آئے اور قرآن لکھوانا چاہا، وہ لوگ حضرت اُبیؓ سے قرآن پڑھتے اور مدینہ کے کاتبوں سے لکھواتے تھے، کتابت کا معاوضہ اس طرح ادا ہوتا تھا کہ شامی اپنے ساتھ کاتبوں کو کھانے میں شریک کرلیتے تھے، حضرت اُبیؓ نے ان لوگوں کو قرآن پڑھایا تھا لیکن ایک وقت بھی ان کی دعوت منظور نہ کی، حضرت عمرؓ اُبیؓ کی قدیم عادت سے واقف تھے، ایک روز دریافت کیا، کہ ملک شام کا کھانا کیسا ہوتا ہے، حضرت اُبیؓ نے کہا کہ میں اُن کے ہاں کھانا نہیں کھاتا،

قرأت پڑھاتے وقت حروف، مخارج سے ادا کرانے کی کوشش کرتے تھے، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے باشندوں کے ساتھ توچنداں دشواری پیش نہ آتی تھی، لیکن اعراب و بدوں یا دیگر ملکوں کے باشندے جن سے حروف صاف صاف ادا نہ ہوسکتے تھے، اُن کا پڑھانا نہایت مشکل کام تھا، لیکن حضرت اُبیؓ اس مشکل کو بھی آسان کرلیتے تھے،

آنحضرت صلعم کے زمانۂ مبارک میں حضرت اُبیؓ ایک فارسی کو قرآن پڑھاتے تھے، جب اُس کو یہ آیت پڑھائی (ان شجرۃ الزقوم طعام الاثیم) اُس سے اثیم نکلتا نہ تھا، وہ یتیم کہتا تھا حضرت اُبیؓ نہایت پریشان تھے، آنحضرت صلعم ادھر سے گذرے اور ان کی حیرانی دیکھی تو خود بھی ان کے شریک حال ہو گئے اُس سے کہا، کہو طعام الظالم، اس نے صاف کہا، آپ نے حضرت اُبیؓ سے فرمایا کہ اِس کی زبان درست

کراؤ اور اُس سے حروف نکلواؤ، خدا تم کو اُس کا اجر دیگا،

مصحف اُبَی بن کعب | حضرت اُبَیؓ نے جس محنت اور جانفشانی سے قرآن مجید پڑھا تھا، وہ تم اُوپر پڑھ چکے ہو، وہ آن حضرت صلعم سے قرآن پڑھتے تھے، اور پھر گھر پر اُس کو قلمبند کرتے جاتے تھے، یہی قرآن ہے جو تاریخ فن قرأت مین مُصحفِ اُبَیؓ کے نام سے مشہور رہے، یہ مصحف حضرت عثمانؓ کے عہد تک موجود تھا،

اس مصحف کی شہرت دور دور تھی، حضرت اُبَیؓ کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے کے پاس جن کا نام محمد تھا اور مدینہ ہی مین رہتے تھے، عراق سے کچھ لوگ آئے اور کہا کہ ہم لوگ مصحف کی زیارت کو آئے ہین، مہربانی کرکے اُٹھا لائیے، اُنھون نے کہا کہ وہ تو حضرت عثمانؓ نے لے لیا تھا،

تفسیر | حضرت اُبَیؓ مفسّرین صحابہ مین ہین، اور اُن سے اِس فن مین ایک بڑا نسخہ روایت کیا گیا ہی جس کے راوی امام ابو جعفر رازی ہین تین واسطون سے حضرت اُبَیؓ تک یہ سلسلہ منتہی ہوتا ہے،

فن تفسیر مین حضرت اُبَیؓ کے اگرچہ متعدد شاگرد تھے جن کی روایتین عموماً تفسیر کی کتابون مین مندرج ہین لیکن بڑا حصّہ ابو العالیہ کے ذریعہ سے ہم تک پہونچا ہے، ابو العالیہ کے تلمیذ ربیع بن انس تھے، جن پر امام رازی کے سلسلۂ روایات کا اختتام ہوتا ہے،

اس تفسیر کی روایتین ابن جریر، اور ابن ابی حاتم نے کثرت سے نقل کی ہین، حاکم نے مستدرک مین اور امام احمد نے اپنے مسند مین بھی بعض روایتون کو درج کیا ہے، حضرت اُبَیؓ سے اِس فن مین جو روایتین ہین، دو قسم کی ہین، پہلی قسم مین وہ سوالات داخل ہین جو اُنھون نے رسول اللہ صلعم سے کئے تھے، اور آن حضرت صلعم نے اُن کے جوابات عنایت فرمائے تھے، دوسری قسم مین وہ تفسیرین ہین جو خود حضرت اُبَیؓ کی طرف منسوب ہین،

حضرت اُبَیؓ کی تفسیر کا پہلا حصّہ جو آنحضرت صلعم سے روایت کیا گیا ہے، ظن و قیاس کے رتبہ سے بلند ہو کر یقین کے درجہ تک پہونچتا ہے، کیونکہ حاملِ وحی سے زیادہ قرآن کا مطلب کوئی نہین سمجھ سکتا

تھا، اسی وجہ سے اس حصہ میں حضرت اُبیؓ کی ذاتی رائے گم ہو گئی ہے،

دوسرا حصہ تمام تر رائے کا مجموعہ ہے، اور اس میں مختلف حیثیتیں پیش نظر رکھی گئی ہیں، بعض آیتوں میں تفسیر القرآن بالقرآن کا اصول مدنظر ہے، بعض میں خیالات عصبیہ کی جھلک ہے، کسی میں اسرائیلیات کا رنگ ہے، اور کہیں کہیں ان سب سے الگ ہو کر مجتہدانہ روش اختیار کی ہے اور یہی اُن کا علم تفسیر میں سب سے بڑا کارنامہ ہے،

شان نزول حضرت اُبیؓ سے شان نزول کی متعدد روایتیں ہیں، جو تفسیر کی کتابوں میں مندرج ہیں

حدیث صحابۂ کرام میں جو بزرگ علم حدیث کے ماہر خیال کئے جاتے تھے، اُن میں ایک حضرت اُبیؓ بن کعب بھی تھے، محدث ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں،

وکان احد من سمع الکثیر یعنی حضرت اُبیؓ اُن بزرگوں میں ہیں جنھوں نے آنحضرت صلعم سے احادیث کا بہت بڑا حصہ سنا تھا، یہی وجہ ہے کہ بہت سے علمائے صحابہ جو اپنے مجالس درس میں مسند روایت پر متمکن ہوتے تھے، حضرت اُبیؓ کے حلقۂ تعلیم میں شاگردی کا زانوئے ادب تہ کرتے تھے،

چنانچہ اُن کے حلقہ میں تابعین سے زیادہ صحابہ کا مجمع ہوتا تھا حضرت عمرؓ بن خطاب، ابو ایوبؓ انصاری عبادہؓ بن صامت، ابو ہریرہؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ، انسؓ بن مالک، عبداللہؓ بن عباس، سہل بن سعدؓ، سلیمانؓ بن صرد رضوان اللہ علیہم اجمعین، کہ تمام صحابہ میں انتخاب تھے، حضرت اُبیؓ سے علم حدیث میں استفادہ کرتے تھے،

حضرت اُبیؓ کے اوقات درس اگرچہ معین تھے، تاہم ان وقتوں کے علاوہ بھی باب فیض مسدود نہ ہوتا تھا، چنانچہ جب مسجد نبوی میں نماز کو تشریف لاتے اور اُس وقت بھی کسی کو تعلیم کی حاجت ہوتی، تو اس کی تشفی فرماتے تھے،

قیس بن عباد مدینہ میں صحابہ کے دیدار سے مشرف ہونے آئے تھے، ان کا بیان ہے کہ میں نے

اُبیؓ بن کعب سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا، نماز کا وقت تھا، لوگ جمع تھے اور حضرت عمرؓ بھی تشریف رکھتے تھے کسی چیز کے تعلیم دینے کی ضرورت تھی، نماز ختم ہوئی تو یہ محدث جلیل اُٹھا اور رسول اللہؐ کی حدیث لوگوں تک پہونچائی، ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ تمام لوگ ہمہ تن گوش تھے، قیس پر حضرت اُبیؓ کی اس شانِ عظمت کا بڑا اثر پڑا۔[1]

روایت حدیث میں حضرت اُبیؓ حزم و احتیاط سے کام لیتے تھے، وہ باوجود اس کے کہ دربار نبوت کے مقرب بارگاہ تھے، زندگی کا بیشتر وقت رسول اللہ کے حضور میں صرف کیا تھا لیکن باایں ہمہ روایت حدیث میں یہ شدت تھی کہ روایات کی مجموعی تعداد ۱۶۴ سے متجاوز نہیں ہے،

فقہ ۔ صحابہ میں کئی بزرگ تھے جو اجتہاد کا منصب رکھتے تھے، اور استنباط مسائل کرتے تھے، حضرت اُبیؓ کا بھی ان میں شمار تھا حضرت اُبیؓ حامل قرآن کی مقدس زندگی میں بساط افتا پر جلوہ فرما ہو چکے تھے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں بھی حضرت اُبیؓ اہل الرائے اور اہل فقہ میں شامل رہے، لوگ انھیں سے استفتا کیا کرتے تھے، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بھی یہ منصب عظیم ان کو حاصل رہا،

فتوے آفاق عالم سے آتے تھے، اور مستفتیوں میں صحابہ کا نام بھی داخل ہوتا تھا، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، وہ نماز میں تکبیر کہتے اور سورہ پڑھنے کے بعد ذرا توقف کرتے تھے، لوگوں نے ان پر اعتراض کیا، انھوں نے حضرت اُبیؓ کے پاس فتویٰ لکھ کر بھیجا، کہ مجھ پر حقیقت مجہول ہو گئی ہے، اس کے متعلق تحریر فرمائیے کہ واقعیت کیا ہے؟ حضرت اُبیؓ نے نہایت مختصر جواب تحریر کیا اور لکھا کہ آپ کا طریق عمل شرع شریف کے مطابق ہے، اور معترضین غلطی پر ہیں[2] استنباط مسائل کا یہ طریقہ تھا کہ بیشتر قرآن مجید میں غور و خوض کرتے تھے، پھر احادیث کی تلاش

[1] مسند احمد ص ۱۴۰ ج ۵، [2] کنز العمال ص ۱۵۱ ج ۴،

ہوتی تھی، اور جب ان دونوں میں کوئی صورت نہ ملتی تو قیاس کرتے تھے،

حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا شوہر مر گیا ہیں حاملہ تھی، اب وضع حمل ہو آئے لیکن عدت کے ایام ابھی پورے نہیں ہوئے، اس صورت میں آپ کیا فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے کہا کہ میعاد معین تک رکی رہو، وہ حضرت عمرؓ کے پاس سے حضرت اُبیؓ کے پاس آئی اور حضرت عمرؓ سے فتوی پوچھنے کا حال اور اُن کا جواب سب اُن کے گوش گذار کیا حضرت اُبیؓ نے کہا کہ جاؤ اور عمرؓ سے کہنا کہ اُبیؓ کہتے ہیں کہ عورت حلال ہو گئی، اور اگر مجھے پوچھیں تو یہیں بیٹھا ہوں، آکر بلا لیجانا، عورت حضرت عمرؓ کے پاس آئی اُنھوں نے کہا بلا لاؤ، حضرت اُبیؓ آئے، حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ نے یہ کہاں سے کہا؟ اُنھوں نے جواب دیا قرآن سے، اور یہ آیت پڑھی واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن اس کے بعد کہا کہ جو حاملہ بیوہ ہو گئی ہو وہ بھی اس میں داخل ہے، اور میں نے رسول اللہ صلعم سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے، حضرت عمرؓ نے عورت سے کہا کہ جو یہ کہہ رہے ہیں اس کو سنو[1]

حضرت عباسؓ عم رسول اللہ صلعم کا گھر مسجد نبوی سے متصل تھا حضرت عمرؓ نے مسجد کو وسیع کرنا چاہا تو اُن سے کہا کہ اپنا مکان فروخت کیجئے، میں مسجد میں شامل کروں گا حضرت عباسؓ نے کہا یہ تو نہ ہوگا، حضرت عمرؓ نے کہا اچھا تو ہبہ کر دیجئے، اُنھوں نے اس سے بھی انکار کیا، حضرت عمرؓ نے کہا تو آپ خود مسجد کو وسیع کر دیں، اور اپنا مکان اس میں داخل کر دیں، وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے، حضرت عمرؓ نے کہا ان تین باتوں میں سے کوئی بات آپ کو ماننا ہو گی، حضرت عباسؓ نے کہا میں ایک بات بھی نہ مانوں گا، آخر دونوں شخصوں نے حضرت اُبیؓ بن کعبؓ کو حکم مانا، حضرت اُبیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ بلا رضامندی آپکو اُن کی چیز لینے کا کیا حق ہے؟ حضرت عمرؓ نے اُن سے خطاب کیا کہ قرآن سے کوئی حکم نکالا ہے یا حدیث سے؟ اُبیؓ نے کہا حدیث سے، اور وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے جب بیت المقدس کی عمارت بنوائی

[1] کنز العمال ص ۱۶۶ ج ۵،

تو اُس کی ایک دیوار کسی دوسرے کی زمین پر بنوائی تھی، وہ گر پڑی، حضرت سلیمانؑ کے پاس وحی آئی کہ اُس سے اجازت لیکر بنائے، حضرت عمرؓ خاموش ہوگئے لیکن حضرت عباسؓ کی غیرت اس کو کب گوارا کر سکتی تھی اُنھون نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ مین اِس کو مسجد مین شامل کرتا ہون[1]،

سوید بن غفلہ، زید بن صوحان اور سلیمان بن ربیعہ کے ہمراہ غزوہ مین گئے تھے، مقام عذیب مین ایک کوڑا پڑا ہوا پایا، سوید نے اُٹھالیا، اُن لوگون نے کہا اسے پھینکدو، شاید کسی مسلمان کا ہو، اُنھون نے کہا واہ، مین ہرگز نہ پھینکونگا، پڑا رہے گا تو بھیڑیے کی غذا بنے گا، اُس سے تو بہتر ہے کہ مین اُس سے منتفع ہون، کچھ دنون کے بعد سوید حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے، راستہ مین مدینہ طیبہ پڑتا تھا، حضرت اُبیؓ کے پاس آئے، اور کوڑے والا واقعہ بیان کیا حضرت اُبیؓ نے کہا کہ اس قسم کا واقعہ مجھکو بھی پیش آچکا ہے، مین نے آنحضرت صلعم کے عہد مین ۱۰۰ دینار (۵۰۰ روپئے) پائے تھے، آنحضرتؐ نے یہ حکم دیا تھا، کہ سال بھر تک لوگون کو خبر کرتے رہو، سال گذر گیا تو فرمایا کہ روپئے کی تعداد تھیلی کا نشان وغیرہ یاد رکھنا اور ایک سال تک اور انتظار دیکھنا، اگر کوئی اِس نشان کے موافق طلب کرے تو اس کے حوالہ کرنا، ورنہ وہ تمھارا ہوچکا[2]،

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ حج تمتع سے لوگون کو روک دین، حضرت اُبیؓ نے کہا آپ کو اُس کا کوئی اختیار نہیں، پھر ارادہ کیا کہ حیرہ کے حلے پہننے سے منع کرین کیونکہ اُس کے رنگ مین پیشاب کی آمیزش ہوتی تھی، حضرت اُبیؓ نے کہا اس کے بھی آپ مجاز نہین، خود رسول اللہؐ نے اس کو پہنا ہے اور ہملوگون نے بھی پہنا ہے[3]، (یہ فتوی عموم بلوی کی بنا پر تھا،)

طرز استنباط معلوم کرنے کے بعد فقہ اُبیؓ کے چند مسائل بھی سُننا چاہئین،

کتاب الصلوۃ | حضرت اُبیؓ قرأت خلف الامام کے قائل تھے، مگر اس کی یہ صورت تھی کہ ظہر اور عصر کی

---

[1] کنز العمال ص ۱۲۹، ج ۴، [2] مسند احمد ص ۱۲۶، ۱۲۷، ج ۵ [3] ایضاً ص ۱۴۳، ج ۵

فرض نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے، عبداللہ بن ابی ہذیل نے پوچھا کہ آپ قرأت کرتے ہیں فرمایا ہاں[1]،

حضرت اُبیؓ کا یہ استدلال قرآن مجید کے ظاہری الفاظ کی بنا پر تھا، قرآن میں ہے، واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو، اور یہ ظاہر ہے کہ قرأت سری میں جو ظہر و عصر میں ہوتی ہے، قرآن کو کس طرح سنا جا سکتا ہے، اس لئے یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ قرأت سری میں مقتدی قرأت کرے اور جہری میں خاموش کھڑا رہے،

ایک شخص مسجد میں کسی گم شدہ چیز پر شور کر رہا تھا، حضرت اُبیؓ نے دیکھا تو غصہ ہوئے اس نے کہا کہ میں فحش نہیں بکتا، انھوں نے کہا یہ ٹھیک ہو مگر مسجد کے ادب کے یہ بات منافی ہے[2]،

آنحضرتؐ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، اور سورۂ برأت کی تلاوت فرمائی تھی، یہ سورہ ابو درداءؓ اور ابو ذرؓ کو معلوم نہ تھی، اثناء خطبہ میں حضرت اُبیؓ سے اشارہ سے پوچھا کہ یہ سورہ کب نازل ہوئی، ہم نے تو اب تک نہیں سنی تھی، حضرت اُبیؓ نے اشارہ سے کہا کہ خاموش رہو، نماز کے بعد جب اپنے اپنے گھر جانے کو اُٹھے، دونوں بزرگوں نے حضرت اُبیؓ سے کہا کہ تم نے ہمارے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا، انھوں نے کہا کہ آج تمھاری نماز بیکار گئی، اور وہ بھی محض ایک لغو حرکت کی وجہ سے یہ لوگ آنحضرت صلعم کے پاس پہونچے اور بیان کیا کہ اُبیؓ ایسا کہتے ہیں، آپ نے فرمایا سچ کہتے ہیں[3]،

کتاب الحدود حضرت اُبیؓ زنا کی سزا کے متعلق کہا کرتے تھے، کہ تین قسم کے لوگوں کے لئے تین قسم کے حکم ہیں، کچھ لوگ سزائے تازیانہ اور سنگساری دونوں کے مستحق ہیں، کچھ فقط سنگساری کے اور کچھ صرف تازیانہ کے[4] (اس کا یہ مطلب ہے کہ بیوی والے بوڑھے کو زنا کرنے کی صورت میں تازیانہ اور رجم دونوں، بیوی والے جوان کو محض رجم، اور بے بیوی والے جوان کو فقط کوڑے لگائے جائیں،

---

[1] کنز العمال ج ۴ ص ۲۵۴ [2] ج ۴ ص القصاص ۔ ۷ ج ۷ ص ۳۰ [3] ابن ماجہ ص ۱۷۸ [4] مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۳ [5] کنز العمال ج ۳ ص

ثیب کے متعلق حضرت اُبیؓ کا خیال تھا کہ قرآن مجید کے رو سے اُس کو کوڑے مارنے چاہئیں اور سنت کے لحاظ سے سنگسار کیا جائے حضرت علیؓ بھی اسی خیال کے مؤید تھے،

باب الاشربہ | نبیذ (چھوہارون کا شربت) کی حلت پر عموماً علمائے اسلام متفق ہیں، لیکن اُبیؓ سے اسکے متعلق ایک خاص اثر مروی ہے ایک شخص نے نبیذ نوشی کے متعلق استفسار کیا حضرت اُبیؓ نے کہا نبیذ میں رکھا کیا ہے، پانی پیو، ستو پیو، دودھ پیو، سائل نے کہا شاید آپ نبیذ نوشی کے موافق نہیں، اُنھون نے کہا کہ شراب نوشی کی کیسے موافقت کرسکتا ہون[2]؟

ان مسائل کو غور سے پڑھو تو معلوم ہوگا کہ فقہا صحابہ میں، اجتہاد مسائل، اور استنباط احکام کی حیثیت سے حضرت اُبیؓ کا رتبہ بھی نہایت بلند تھا،

لکھنا جانتے تھے | حضرت اُبیؓ لکھنا بھی جانتے تھے، اور یہ اُس زمانہ میں نعمت غیر مترقبہ تھی، چنانچہ وحی کی اکثر آیتین وہی لکھتے تھے، مدینہ منورہ میں جب آنحضرت صلعم تشریف لائے تو وحی لکھنے کا سب سے پہلے انھیں کو شرف حاصل ہوا

حضرت اُبیؓ نے کتابت میں ایک ایجاد بھی کی تھی، اُس زمانہ تک کتاب یا فرمان کے اخیر میں کاتب کا نام لکھنے کا دستور نہ تھا، حضرت اُبیؓ نے سب سے پہلے اپنا نام لکھا بعد میں اور بزرگون نے بھی اُس کی تقلید کی،

حب رسول | بدعات سے اجتناب، جرأتِ اظہار حق، یہ اوصاف حضرت اُبیؓ مین خاص طور پر موجود تھے عبادتِ الٰہی کا ذوق و شوق ایک مرتبہ اِس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ حضرت اُبیؓ تمام علائق ظاہری سے قطع تعلق کرکے جوارِ روحانیت مین معتکف ہوگئے تھے،

رات کی ہولناک تاریکی مین جبکہ تمام کائنات بستر راحت پر سرمست نشۂ خواب ہوتی تھی

---

[1] کنز العمال ص ۹۱ ج ۳ [2] ایضاً ص ۱۰۱

وہ اپنے گھر کے ایک گوشہ میں معبود برحق کی عظمت وجلال کے تصور سے سرتاپا عجز ونیاز ہوتے تھے زبان پر کلام الٰہی رواں ہوتا تھا، اور آنکھوں کی اشک باری، اُن کے کشتِ عبادت کو سیراب کرتی تھی

قرآن مجید آٹھ راتوں میں ختم کرتے تھے، رات کے ایک حصہ میں درود وسلام کا ورد کرتے تھے۔

محبتِ رسول کا یہ عالم تھا کہ استن حنانہ کو اپنے گھر میں محفوظ رکھا تھا، اور جب تک دیمک نے چاٹ کر اس کو راکھ نہ کر دیا حضرت اُبیؓ نے اس کو مکان سے علیحدہ نہ کیا[1]

بدعات سے اس قدر اجتناب تھا کہ جو باتیں رسول اللہؐ کے مقدس عہد میں نہ ہوئی تھیں، اُن کا ارتکاب نہایت قبیح سمجھتے تھے، حضرت عمرؓ اپنے خلافت کے زمانہ میں مسجد نبوی میں آئے، تراویح کا وقت تھا اور لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے چاہا کہ اس کو باجماعت کردیں، حضرت اُبیؓ سے کہا کہ آپ کو امام بناتا ہوں، آپ تراویح پڑھایا کیجئے، حضرت اُبیؓ نے کہا کہ جو بات پہلے نہیں ہوئی، میں اُس کو کیسے کرسکتا ہوں؟ حضرت عمرؓ نے کہا میں یہ جانتا ہوں، لیکن یہ کوئی بری بات نہیں ہے[2]

عبادت میں اُن کو جو حظ حاصل ہوتا تھا وہ تم اوپر پڑھ چکے ہو، اس کا یہ کرشمہ تھا کہ اُن کا قلب مرکز صغائر کی خفیف سی گرد کا بھی متحمل نہ تھا، رسول اللہؐ کی زندگی میں ایک شخص نے سوال کیا کہ یارسول اللہ، ہم لوگ بیمار ہوتے ہیں یا اور تکلیفیں اٹھاتے ہیں اس میں کچھ ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، حضرت اُبیؓ موجود تھے، پوچھا کہ چھوٹی تکلیفیں بھی گناہ کا کفارہ ہوجاتی ہیں حضورؐ نے فرمایا ایک کانٹا تک کفارہ ہے! حضرت اُبیؓ کا جوش ایمان اب اندازہ سے باہر تھا، عذاب وثواب کا تصور آتش زیر پا بنا چکا تھا، خدا کی قہاریت وجباریت کی تصویر آنکھوں میں پھر رہی تھی،

---

[1] مسند احمد ص ۱۳۷ ج ۵، [2] کنز العمال ص ۲۸۴ ج ۴

اسی بے اختیاری کے عالم میں زبان سے نکلا "کاش ! مجھے ہمیشہ تپ چڑھی رہتی، لیکن حج، عمرہ، جہاد اور نماز باجماعت ادا کرنے کے قابل رہتا" ! دعا قلب صمیم سے نکلی تھی، حریم اجابت تک پہونچی، حرارت کی ایک خفیف مقدار رگ وپے میں سرایت کرگئی چنانچہ جب جسد اطہر پر ہاتھ رکھا جاتا تھا حرارت معلوم ہوتی تھی،

حضرت ابو طلحہ انصاریؓ

نام ونسب اور ابتدائی حالات زید نام، ابو طلحہ کنیت، خاندان نجار کی شاخ عمرو بن مالک سے ہیں، جس کے افراد شہر یثرب میں معزز حیثیت رکھتے تھے، نسب نامہ یہ ہے، زید بن سہل بن اسود بن حرام ابن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار، والدہ کا نام عبادہ ہے، اور وہ مالک ابن عدی بن زید مناۃ کی بیٹی تھیں جو حضرت ابو طلحہ کے جدی رشتہ میں تھے، قبیلۂ عمرو بن مالک مسجد نبوی سے غربی جانب، باب الرحمۃ کی طرف سکونت پذیر تھا، اور حضرت ابو طلحہؓ اپنے زمانہ میں اس قبیلہ کے رئیس تھے،

قبل از اسلام ابو طلحہ عام اہل عرب کی طرح بت پرست تھے، اور بڑے اہتمام سے شراب پیتے تھے، اور اس کے لئے اون کے ندیموں کی ایک مجلس تھی۔[1]

اسلام ابھی زمانۂ شباب کا آغاز تھا یعنی بمشکل ۲۰ سال کی عمر ہوگی کہ آفتاب نبوت طلوع ہوا حضرت ابو طلحہؓ نے ام سلیمؓ (حضرت انسؓ کی والدہ ماجدہ) کو نکاح کا پیغام دیا، اور انھوں نے اسلام کی شرط کے ساتھ نکاح کو وابستہ کردیا، جس کا آخری اثر یہ مترتب ہوا کہ ابو طلحہ دین حنیف قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے

---

[1] بخاری ص ۳۳۲ ج ۲

یہ وہ وقت تھا، جب حضرت مصعبؓ بن عمیر اسلام کے پرجوش داعی شہر یثرب میں دین اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے، مدینہ کا جو مختصر قافلہ بیعت کے لئے مکہ روانہ ہوا تھا اُس میں حضرت ابوطلحہؓ بھی شامل تھے،

اس بیعت میں حضرت ابوطلحہ کو جو مزید شرف حاصل ہوا، وہ یہ تھا کہ آن حضرتؐ نے ان کو انصار کا نقیب تجویز فرمایا،

مواخاة | بیعت کے چند مہینوں کے بعد خود حامل وحی نے مدینہ کا ارادہ فرمایا اور یہاں مہاجرین و انصار میں اسلامی برادری قائم کی، مہاجرین میں سے حضرت ابوطلحہ انصاری کا جس کو بھائی بنایا گیا وہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح قریشی تھے، جن کو پختگی ایمان کی بدولت دربار رسالت سے امین الامۃ کا خطاب مرحمت ہوا تھا، اور جناب رسول اللہ صلعم نے ان کو جنت کی بشارت دی تھی،

غزوات | غزوۂ بدر اسلام کی تاریخ میں پہلا غزوہ ہے حضرت ابوطلحہؓ نے اس میں کافی حصہ لیا تھا، بدر کے بعد غزوۂ احد واقع ہوا، وہ حضرت ابوطلحہؓ کی جانبازی کی خاص یادگار ہے، معرکہ اس شدت کا تھا کہ بڑے بڑے بہادروں کے قدم اکھڑ گئے تھے، لیکن حضرت ابوطلحہ کا یہ حال تھا کہ آن حضرت صلعم کے آگے ڈھال سے آڑ کئے سینہ تانے کھڑے تھے، کہ رسول اللہ کی طرف جو تیر آئے اس کا آماج گاہ خود بنیں اور نہایت جوش میں یہ شعر پڑھ رہے تھے،

نفسی لنفسک الفداء ! ووجھی لوجھک الوقاء

میری جان آپ کی جان پر قربان — اور میرا چہرہ آپ کے چہرہ کی سپر ہو

شعر پڑھتے اور تیر دان میں سے ایک تیر نکال کر ایسا جوڑ کر مارتے کہ مشرکوں کے جسم میں پیوست ہو جاتا آن حضرت صلعم یہ تماشا دیکھنے کے لئے سر اُٹھاتے، ابوطلحہؓ حفاظت کے لئے سامنے آجاتے اور کہتے نحری دون نحرك، میرا گلا آپ کے گلے کے پہلے ! آن حضرت صلعم اس جان نثاری اور سرفروشی سے خوش ہو کر

---

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۲ و ۲۶۵ و ۲۸۶ مسند حضرت انس بن مالک، بخاری ۷۹ فتح الباری ج ۷،

فرماتے فوج مین ابوطلحہؓ کی آواز سو آدمی سے بہتر ہے،

حضرت ابوطلحہؓ نے اُحد مین نہایت پامردی سے مشرکین کا مقابلہ کیا، وہ بڑے تیرانداز تھے اس دن ۲، ۳ کمانین توڑی تھین، اس وقت ان کے سامنے دو قسم کے خطرات تھے، ایک تو مسلمانون کی شکست کا خیال، اور دوسرے رسول اللہ کی حفاظت کا مسئلہ، کیونکہ رسول اللہؐ کے گرد و پیش اس وقت صرف چند آدمی رہ گئے تھے، حضرت ابوطلحہؓ نے رسول اللہؐ کی حفاظت مین انتہائی کوشش صرف کی یہان تک کہ جس ہاتھ سے وہ رسول اللہؐ کا بچاؤ کرتے تھے، شل ہوگیا، مگر اُنھون نے اُف نہ کی،

غزوہ خیبر مین ابوطلحہؓ کا اونٹ آنحضرت صلعم کے اونٹ کے بالکل برابر تھا، وہان جو معرکہ پیش آیا ابوطلحہؓ اس مین شریک ہوئے، اس غزوہ مین ابوطلحہؓ اس حیثیت سے بھی نمایان ہین کہ جب آنحضرت صلعم نے گدھے کے گوشت کھانے کی ممانعت کرنا چاہی تو منادی کرنے کے لئے انھین کو مخصوص فرمایا[1]،

غزوہ حنین مین حضرت ابوطلحہؓ نے شجاعت کے خوب جوہر دکھائے، ۲۰-۲۱ کافرون کو قتل کیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ جو شخص جس آدمی کو مارے اس کے سارے اسباب کا مالک سمجھا جائیگا، چنانچہ ابوطلحہؓ نے ۲۰، ۲۱ آدمیون کا اسباب حصہ مین حاصل کیا، آنحضرتؐ کے غزوات مین یہ اخیر غزوہ تھا اور ۸ھ مین واقع ہوا تھا،

عام حالات | رسول اللہ صلعم کا وصال ہوا تو حضرت ابوطلحہؓ اس وقت مسجد نبوی مین نہ تھے بلکہ اپنے مکان مین تھے، ادھر صحابہ مین گفتگو ہوئی کہ آنحضرت صلعم کی قبر کون تیار کرے؟ مدینہ مین بغلی اور مکہ مین صندوقی قبرون کا رواج تھا، لیکن آنحضرت صلعم بغلی قبر پسند فرماتے تھے، مسلمانون مین دو شخص

[1] مسند انس ج ۳ از مسند امام احمد بن حنبل ص ۱۲۱،

تھے جو قبرین کھودتے تھے، مہاجرین مین ابوعبیدہؓ اور انصار مین حضرت ابوطلحہؓ حضرت ابوعبیدہؓ صندوقی اور ابوطلحہؓ بغلی بناتے تھے، غرض دونون کے پاس آدمی بھیجا گیا اور یہ رائے قرار پائی کہ جو پیشتر پہونچے اس شرف کو حاصل کرے، اور چونکہ آنحضرت صلعم کی مرضی بغلی کی تھی بہت سے مسلمان دست بدعا تھے، کہ مہاجری کے آنے مین دیر ہو اور ابوطلحہؓ جلد آجائین، یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت ابوطلحہؓ پہونچ گئے اور اپنے ہاتھ سے قبر کھودی، جو بغلی تھی

رسول اللہ صلعم کے وصال کے بعد بہت سے صحابہ نے مدینہ کی سکونت ترک کردی تھی اور شام چلے گئے تھے، حضرت ابوطلحہؓ بھی انھین غمزدون مین داخل تھے، اس لئے شام کی سکونت انھون نے بھی پسند کی، لیکن جب زیادہ پریشانی بڑھتی آستانۂ نبوت کا رخ کرتے، اور مہینون کا سفر طے کرکے رسول اللہؐ کے مزار پر حاضر ہوتے اور تسلی کا سرمایہ حاصل کرتے،

حضرت ابوبکرؓ کا عہد خلافت، حضرت ابوطلحہؓ نے شام مین گذارا، حضرت فاروقؓ کے زمانۂ خلافت کا بیشتر حصہ بھی وہین بسر ہوا، البتہ حضرت فاروقؓ کی وفات کے قریب وہ مدینہ مین تشریف فرما تھے، حضرت فاروق اعظمؓ کو ان کی ذات پر جو اعتماد اور ان کی منزلت کا جو خیال تھا وہ اس سے ظاہر ہے، کہ جب انھون نے ۶۔ آدمیون کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا تو حضرت ابوطلحہؓ کو بلا کر کہا کہ آپ لوگون کے سبب سے خدا نے اسلام کو عزت دی، آپ انصار کے ۵۰۔ آدمی لیکر ان لوگون پر متعین رہئے، اگر چار آدمی ایک طرف ہون، اور دو مخالفت کرین تو دو کی گردن مار دیجئے اور اگر تین برابر ہو تو اس فریق کو قتل کیجئے جس مین عبدالرحمن بن عوف نہ ہون، اور اگر تین دن گذر جائین اور کوئی فیصلہ نہ ہو تو سب کے سر اڑا دیجئے،،

غرض مسور بن مخرمہ کے گھر مین ان ۶، آدمیون کی مجلس شوری قائم ہوئی اور حضرت ابوطلحہؓ دروازہ پر حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے، بنو ہاشم شروع سے اس شورہ کے خلاف تھے، وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کے سوا کسی دوسرے سے راضی نہ ہو سکتے تھے، چنانچہ حضرت عباسؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آہستہ سے کہا کہ تم اپنا معاملہ ان لوگون کے ہاتھ مین نہ دو، اپنا خود فیصلہ کرلو، حضرت علیؓ نے کچھ جواب دیا، ابوطلحہؓ پاس کھڑے تھے، اور یہ باتین سن رہے تھے، حضرت علیؓ کی ان پر نظر پڑی تو کچھ خیال پیدا ہوا، حضرت ابوطلحہ نے کہا لم یرع ابا الحسن: اے ابوالحسن خوف نہ کیجئے،

اسی طرح ایک دن جلسہ کے وقت عمرو بن عاصؓ اور مغیرہ بن شعبہ بھی آپہونچے اور دروازہ پر بیٹھ گئے، حضرت ابوطلحہؓ نے کچھ نہ کہا، لیکن سعد بن ابی وقاص جھلّے آدمی تھے، اُن سے نہ رہا گیا، کنکری مار کر بولے یہ لوگ اس لئے آئے ہین کہ مدینہ مین مشہور کرین گے، کہ ہم بھی اصحاب شوری مین تھے، کنکری مارنے پر عمرو اور مغیرہ بھی برہم ہوئے اور بات بڑھنے لگی، حضرت ابوطلحہؓ نے کہا مجھے خوف ہے کہ آپ لوگ ان جھگڑون مین الجھ کر اصل مسئلہ کو چھوڑ بیٹھین! اُس ذات کی قسم جس نے عمرؓ کو وفات دی! مین تین روز سے زیادہ کبھی مہلت نہ دونگا! پھر گھر مین بیٹھ کر تماشا دیکھون گا کہ آپ لوگ کیا کرتے ہین؛

اس کے بعد حضرت ابوطلحہؓ نے نہایت خاموش زندگی گذاری، اور عبادت الٰہی مین زندگی کے بقیہ ایام پورے کئے،

خانگی حالات

حضرت ابوطلحہؓ کے خانگی حالات مین دو چیزین بہت نمایاں ہین، نکاح، اور اولاد، ان کا نکاح حضرت ام سلیم سے ہوا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ مالک بن نضر (حضرت انس کے والد) ہجرت نبوی سے قبل اپنی بیوی (ام سلیم) سے ان کے اسلام قبول کرنے پر ناراض ہو کر شام چلے گئے تھے، وہان انھون نے انتقال کیا، حضرت ابوطلحہؓ نے ام سلیم کو پیام دیا، انھون نے کہا کہ تمھارا پیام رد نہین کرنی، لیکن بات یہ ہے کہ تم کافر ہو اور مین مسلمان، میرا نکاح تمھارے ساتھ جائز نہین، اگر تم اسلام قبول کرلو تو مین نکاح کرلون گی، اور وہی میرا مہر ہوگا! حضرت ابوطلحہؓ مسلمان ہوگئے اور اسلام مہر قرار پایا، ثابتؓ کہتے ہین کہ مین نے کسی عورت کا مہر ام سلیمؓ سے افضل نہین سنا،

حضرت ام سلیم سے حضرت ابو طلحہؓ کی کئی اولادین ہوئین، لیکن سوائے عبد اللہ کے کوئی زندہ نہ رہا، حضرت ابو طلحہ کے ایک بیٹے کا نام ابو عمیر تھا، اُس کو لال پالنے کا بڑا شوق تھا، اتفاق یہ کہ لال مر گیا، اُس کو نہایت غم ہوا، رسول اللہ صلعم ابو طلحہؓ کے گھر تشریف لائے تو اُس کو غمگین پا کر لوگون سے پوچھا کہ آج یہ سُست کیون ہے؟ لوگون نے واقعہ بیان کیا تو آن حضرت صلعم نے اُس کے ہنسانے کے لئے فرمایا یا ابا عمیر ما فعل النغیر، یعنی اے ابو عمیر لال کہاں گیا؟

ایک اور لڑکا تھا جو کچھ دنون بیمار رہ کر مر گیا، اُس کی وفات کا واقعہ بھی نہایت پُر اثر ہے، ایک دن حضرت ابو طلحہ مسجد نبوی آئے اور ادھر وہ فوت ہو گیا، ام سلیمؓ نے اُس کو دفن کرا دیا اور گھر والون سے تاکید کی کہ ابو طلحہ سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا، ابو طلحہؓ مسجد سے آئے تو کچھ صحابہ ساتھ تھے، پوچھا لڑکا کیسا ہے؟ ام سلیم نے کہا پہلے سے اچھا ہے! ابو طلحہ صحابہ سے باتین کرتے رہے کہ کھانا آیا سب نے کھایا، جب صحابہ چلے گئے تو ابو طلحہ اندر آئے، اور رات کو میان بیوی نے ایک بستر پر آرام کیا، اخیر رات مین ام سلیمؓ نے لڑکے کی وفات کا ذکر کیا اور کہا کہ خدا کی امانت تھی اُس نے لے لی اُس مین کسی کا کیا اجارہ ہے، ابو طلحہؓ نے اِنّا لِلّٰہ پڑھا اور صبر کیا، (یہ واقعہ بخاری اور مسلم مین موثر اور مختلف طور پر مذکور ہے)

اُس لڑکے کے بعد عبد اللہ پیدا ہوئے اور آن حضرت نے ان کو گھٹی دی، یہ اپنے زمانہ مین تمام لوگون پر فضیلت رکھتے تھے، انھین سے حضرت ابو طلحہ کی نسل چلی، اِن کے دو بیٹے تھے، اسحاق اور عبد اللہ اور اسحاق کے صاحبزادے یحیی تھے، اور یہ سب اپنے عہد مین مرجع انام اور علم حدیث کے امام تھے،

حلیہ | حضرت ابو طلحہؓ کا حلیہ یہ تھا، رنگ گندم گون، قد متوسط، سر اور ڈاڑھی سفید، (خضاب نہین کرتے تھے) چہرہ نورانی،

وفات | عمر شریف ۷۰ سال کی ہوئی تو پیغام اجل آیا، حضرت ابو طلحہؓ کی وفات کا قصہ بھی عجیب ہے،

ایک دن سورۂ برأت تلاوت فرما رہے تھے، جب اس آیت انفروا خفافاً وثقالاً پر پہونچے، تو ولولۂ جہاد تازہ ہوا، گھر والوں سے کہا کہ خدا نے بوڑھے اور جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے، میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں، سفر کا سامان کردو (دو مرتبہ کہا) بڑھاپے کے علاوہ روزے رکھتے رکھتے نہایت نحیف اور لاغر ہوگئے تھے، گھر والوں نے کہا، خدا تم پر رحم کرے! عہد نبوی کے کل غزوات میں شریک ہوچکے، ابوبکرؓ وعمرؓ کے زمانہ خلافت میں برابر جہاد کیا، اب بھی جہاد کی ہوس باقی ہے؟ آپ گھر میں بیٹھئے ہم لوگ آپ کی طرف سے غزوہ میں جائیں گے، حضرت ابوطلحہ بھلا کب رک سکتے تھے، شہادت کا شوق ان کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا، بولے کہ جو میں کہتا ہوں اس کی تعمیل کرو، گھر والوں نے چار و ناچار سامان سفر درست کیا اور یہ ستر برس کا بوڑھا مجاہد خدا کا نام لیکر چل کھڑا ہوا، غزوہ بحری تھا، اور اسلامی بیڑہ روانہ ہونے والا تھا، حضرت ابوطلحہؓ جہاز پر سوار ہوئے، اور غزوہ کے منتظر تھے کہ ساعت مقررہ آپہونچی اور ان کی روح عالم قدس کو پرواز کرگئی

مادر یثرب کا

مادر یثرب کا پیارا سپوت، غربت کی حالت میں جہاز کے تختہ پر بے گور و کفن پڑا تھا، زمین قریب نہ تھی کہ اس کی تجہیز و تکفین عمل میں آتی، ہوا کے جھونکے جہاز کو کسی غیر معلوم سمت کو لئے جاتے تھے آخر ساتویں روز جہاز خشکی پر پہونچا، لوگوں نے لاش کو ایک جزیرہ میں اتر کر دفن کیا، لاش بعینہ صحیح و سالم تھی،

سنہ وفات میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ۳۱ھ اور بعض کے قول کے مطابق ۳۴ھ سال وفات ہے، لیکن اس میں زیادہ صحیح روایت حضرت انسؓ کی ہے اس کے رو سے ۵۱ھ میں حضرت ابوطلحہؓ نے انتقال فرمایا،

فضل وکمال فضل وکمال میں حضرت ابوطلحہؓ کو خاص رتبہ حاصل ہے، علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہ بڑے پایہ کے محدث تھے، اصابہ میں حضرت ابوطلحہؓ کے فضل وکمال کی طرف اس

طرح اشارہ کیا ہے کہ وہ فضلائے صحابہ میں تھے،

روایت میں نہایت احتیاط کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ ان کی احادیث مرویہ میں ل یا غزوات کا ذکر ہے، فضائلِ اعمال کا بیان نہیں با این ہمہ کہ مدت دراز تک رسول اللہ کے شرف صحبت سے ممتاز رہے، اور رسول اللہ کے بعد بھی ایک عرصہ تک زندہ رہے لیکن روایتوں کی مجموعی تعداد (۹۲) سے زیادہ نہ ہو سکی، اس کا اصلی باعث بیانِ حدیث میں احتیاط کو مدنظر رکھنا تھا،

حسب ذیل روایت ان کے علمی پایہ کو نمایان کرتی ہیں،

حدیث[1] شریف میں وارد ہے، "لا تدخل الملئکۃ بیتا فیہ صورۃ" یعنی جس گھر میں تصویر ہو، وہاں فرشتے نہیں آتے،

حضرت ابوطلحہؓ بیمار ہوئے، عقیدت مندون کا گروہ عیادت کو آیا تو دیکھا کہ دروازہ پر ایک پردہ پڑا ہے جس میں تصویریں بنی ہوئی ہے، آپس میں گفتگو شروع ہوئی، زید بن خالد بولے کہ کل تو تصویر کی ممانعت پر حدیث بیان کی تھی، عبید اللہ خولانی نے کہا ہاں، لیکن یہ بھی تو کہا تھا کہ کپڑے پر جو تصویر ہو وہ اس میں داخل نہیں،

ایک[2] دن حضرت ابوطلحہ کھانا نوش فرما رہے تھے، دسترخوان پر حضرت ابی بن کعب اور حضرت انسؓ بن مالک بھی تھے، کھانا کھا کر حضرت انسؓ نے وضوء کے لئے پانی منگایا، دونوں بزرگوں نے کہا کہ شاید گوشت کھانے کی وجہ سے وضوء کا خیال پیدا ہوا ہے؟ حضرت انسؓ نے کہا جی ہاں، اس فرمایا کہ تم طیبات کھا کر وضو کی ضرورت سمجھتے ہو! حالانکہ خود رسول اللہ وضوء کی حاجت نہیں سمجھتے تھے،

حضرت[3] ابوطلحہؓ نے روزہ رکھا تھا، اسی دن برف پڑی وہ اٹھے اور اولے چن کر کھانے لگے، لوگوں نے کہا روزہ میں آپ اولے کھا رہے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ برکت ہے، جس کا

---

[1] حدیث ابوطلحہ ص ۲۸، مسند احمد ج ۴، [2] ص ۵، [3] مسند ۳۰

حاصل کرنا ضروری ہے[۱]

اِن کمالات کے سوا حضرت ابوطلحہؓ کو شعر وسخن کا بھی ذوق تھا، میدان جنگ مین تم نے

اِن کو رجز پڑھتے سنا ہوگا، یہ شعر انھین کا ہے،

انا ابو طلحہ واسمی زید ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ وکل یوم فی سلاحی صید

اخلاق

حضرت ابوطلحہؓ کا سب سے بڑا اخلاقی جوہر حب رسول ہے، ایسی حالت مین کہ تمام مسلمان

جنگ کی شدت سے مجبور ہوکر میدان مین منتشر ہوگئے ہون، اور رسول اللہ کے پاس معدودے چند

صحابہ باقی ہون، حضرت ابوطلحہؓ کا اپنے کو رسول اللہ پر قربان کرنے کے لئے بڑھنا، رسول اللہ کے سامنے کھڑے

ہوکر کفار کا وار سہنا، حامل نبوت پر جو تیر آئے اس کو اپنے سینے پر روکنا اور آخر اسی حالت مین اپنا ہاتھ بیکار

کردینا، حب رسول کا وہ لازوال نشان ہے جو ابدتک نہین مٹ سکتا،

اسی محبت کا اثر تھا کہ حضرت ابوطلحہؓ کو آنحضرت صلعم سے خاص خصوصیت تھی، وہ عموماً تمام

معرکون مین رسول اللہؐ کے ساتھ رہتے تھے اور ان کا اونٹ رسول اللہ کے اونٹ کے برابر چلتا تھا، غزوہ

خیبر سے واپسی کے وقت، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلعم کے اونٹ پر سوار تھین، مدینہ کے

قریب پہونچکر ناقہ ٹھوکر لیکر گری جس کے ساتھ رسول اللہ اور صفیہ زمین پر آرہے، حضرت ابوطلحہؓ سواری سے

فوراً کود پڑے اور رسول اللہ کے پاس پہونچکر پوچھا یا رسول اللہ جعلنی اللہ فداک چوٹ تو نہین آئی؟

حضور نے فرمایا نہین مگر عورت کی خبر لو! حضرت ابوطلحہؓ نے اپنے منہ پر رومال ڈالا اور حضرت صفیہؓ کے

پاس پہونچے، ان کا کجاوہ درست کیا اور اونٹ پر بٹھایا،[۲]

اسی طرح ایک مرتبہ مدینہ مین کچھ دشمنون کا خوف معلوم ہوا، رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوطلحہؓ

کا گھوڑا جس کا نام مندوب تھا مستعار منگایا، اور سوار ہوکر جس طرف اندیشہ تھا روانہ ہوئے، حضرت ابوطلحہؓ

۱؎ مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۲۷۹ (مسند انس) ۲؎ ایضاً ص ۱۸۷

بھی پیچھے پیچھے اسی طرف چلے، لیکن ابھی پہونچنے نہ پائے تھے کہ آنحضرتؐ واپس تشریف لائے، راستہ
میں ملاقات ہوئی، فرمایا وہاں کچھ نہیں، اور تمھارا گھوڑا بہت تیز رفتار ہے، ؎!

حضرت ابوطلحہؓ کو جو آں حضرت صلعم سے محبت تھی اس کا اثر چھوٹی چھوٹی چیزوں میں بھی ظاہر ہوتا تھا
ان کے گھر میں کوئی چیز آتی، تو رسول اللہؐ کے حضور میں بھیجدیتے تھے، ایک مرتبہ حضرت انسؓ ایک خرگوش
پکڑ کر لائے، حضرت ابوطلحہؓ نے اس کو ذبح کیا، اور ایک ران آں حضرتؐ کی خدمت میں بھیجدی، آپ نے
اس خلوص پر نظر فرما کر جو ہدیہ کا سبب بنا تھا حقیر نذر قبول کرلی، اسی طرح ام سلیمؓ نے ایک طباق میں خرمے
بھیجے حضورؐ نے قبول فرمائے اور ازواج مطہرات اور صحابہ میں تقسیم فرمائے ؎

رسول اللہ صلعم بھی اس محبت کی نہایت قدر فرماتے تھے، چنانچہ آپ جب حج کرنے کو مکہ تشریف
لائے اور منیٰ میں حلق کرایا تو سر مبارک کے داہنے طرف کے بال، تمام لوگوں میں تقسیم ہوگئے اور بائیں
طرف کے کل موئے مبارک حضرت ابوطلحہ کو مرحمت فرمائے، حضرت ابوطلحہؓ اس قدر خوش ہوئے کہ گویا
دو جہان کا خزانہ ہاتھ آگیا،

اسی طرح جب عبد اللہ بن ابی طلحہ پیدا ہوئے، تو حضرت ابوطلحہؓ نے ان کو آں حضرت صلعم کی
خدمت میں بھیجا، آں حضرت صلعم نے کچھ چھوہارے چبا کر اپنے لعاب مبارک میں مل دئے، اور
لڑکے کو گھٹی دی، لڑکے نے خوب مزے سے گھٹی لی اور چھوہارے کو مسوڑے سے دابنے لگا،
حضورؐ نے فرمایا دیکھو انصار کو چھوہارے سے فطری محبت ہے، اس لڑکے کا نام آں حضرت صلعم
نے عبد اللہ رکھا، رسول اللہ کے لعاب مبارک پینے کا یہ اثر تھا کہ حضرت عبد اللہ تمام نوجوانان
انصار پر فوقیت رکھتے تھے، ؎

جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ شراب حرام ہونے سے قبل ایک روز صبح جو چھوہارے کی بنتی ہے

ؔ مسند ج ۳ ص ۱۷۱ (مسند انس بن مالک) ؔ مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۵ (مسند انس) ؔ ایضاً ص ۲۸۷ ج ۳ (مسند انس)

پی رہے تھے ایک شخص نے آکر خبر دی کہ شراب حرام ہوگئی، حضرت انسؓ سے کہا کہ تم اس گھڑے کو توڑ دو، حضرت انسؓ نے توڑ دیا، (صحیح بخاری ص ۱۰۰۷ ج ۲) جب یہ آیت نازل ہوئی،

لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو جو تم کو محبوب ہے نیکی نہیں پا سکتے،

تو امرائے انصار نے کیسوں کی مہر توڑ دی، اور جن کے پاس جو قیمتی چیزیں تھیں، آنحضرت صلعم کے حضور میں پیش کیں، حضرت ابوطلحہؓ ایسے موقع پر آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور بیرحا کو خدا کی راہ میں وقف کیا،

بیرحا ان کی نہایت قیمتی جائداد تھی، اس میں ایک کنواں تھا اس کا پانی نہایت شیریں اور خوشبودار تھا، اور آنحضرت صلعم بہت شوق سے پیتے تھے، یہ اراضی ابوطلحہؓ کے محلہ میں اور مسجد نبوی کے سامنے واقع تھی، (بعد میں اس مقام پر قصر بنی حدیلہ بنا تھا)،

ابوطلحہؓ نے جس وقت یہ وقف کیا، آنحضرت صلعم نہایت محظوظ ہوئے اور فرمایا بخ بخ! ذالک مال رابح، ذالک مال رابح، اس کے بعد فرمایا کہ اپنے اعزہ میں اس کو تقسیم کردو، چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ نے اپنے بنی اعمام اور اقارب میں جن میں حسان بن ثابتؓ اور اُبی بن کعب تھے، تقسیم کردیا[1]

ایک مرتبہ ایک شخص آیا آنحضرتؐ نے اس کے قیام کا سامان نہ دیکھ کر کہا اس کو جو اپنے ہاں مہمان رکھے اس پر خدا رحم کرے گا، حضرت ابوطلحہؓ نے اٹھ کر کہا میں لئے جاتا ہوں، گھر میں کھانا نہ تھا صرف بچوں کے لئے کھانا پکا تھا حضرت ابوطلحہؓ نے بیوی سے کہا کہ بچوں کو سلا دو اور مہمان کے پاس بیٹھ کر چراغ گل کردو، اس طور پر وہ کھانا کھا لیگا اور ہم بھی فرضی طور پر منہ چلاتے رہیں گے، غرض اس طرح اس کو کھانا کھلایا اور تمام گھر فاقہ سے پڑ رہا، صبح کے وقت آنحضرتؐ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی شان میں یہ آیت پڑھی جو اسی موقع پر نازل ہوئی تھی وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ

[1] بخاری، مسند احمد ج ۳، ۱۴۱ بخاری، مسند انس،

خصاصہ اور ابوطلحہؓ سے کہا رات تمھارے کام سے خدا کو بہت تعجب ہوا، (صحیح مسلم ص ۱۹۸ ج ۲)

حضرت ابو طلحہؓ کا ایک خاص وصف خلوص تھا، وہ شہرت پسندی، ریا، اور نمود و نمائش سے دور رہتے تھے، بیرحا کو وقف کرنے آئے تو رسول اللہؐ سے قسم کھا کر کہا کہ یہ بات اگر چھپ سکتی تو کبھی ہن ظاہر نہ کرتا[1]

اُنھون نے رسول اللہ کے بعد ۴۰ سال کا سن پایا تھا، یہ تمام عمر روزون مین بسر کی، عید اور بقر عید کے سوا ۳۶۵ دن مین کوئی دن ایسا نہ تھا بجز بیماری کے ایام کے، جس مین وہ صائم نہ رہتے ہون

حضرت ابودرداءؓ

نام و نسب اور ابتدائی حالات

عویمر نام، ابو درداء کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان عدی بن کعب سے ہین، نسب نامہ یہ ہے، عویمر بن زید بن قیس بن اُمیہ بن مالک بن عامر بن عدی بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر، والدہ کا نام محبّۃ تھا جو ثعلبہ بن کعب کے سلسلہ سے وابستہ تھین،

بعثت نبوی کے زمانہ مین تجارت کسب معاش کا ذریعہ تھا، اسی زمانہ مین عبادت الٰہی کا شوق ہوا، چاہا کہ عبادت اور تجارت دونون کام انجام پاتے رہین، لیکن جب تجارت، عبادت مین خلل انداز ہوئی تو اُس کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہا اور رزاقِ کون و مکان کے سفرۂ عام پر آ بیٹھے، بعد مین تجارت سے ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ فرماتے تھے، مجھے اب ایسی دوکان بھی پسند نہین جس مین ۴۰ دینار یومیہ نفع ہو جس کو روزانہ صدقہ کرتا رہون، اور نماز بھی قضا نہ ہوتی ہو، لوگون نے کہا اس کا کیا سبب؟ فرمایا قیامت کے حساب کا خوف ہے!

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۱۵ (دمسداس)

اسلام یہ عجیب بات ہے کہ حضرت ابودرداؓ باایں ہمہ کمال عقل، دیگر اکابر انصار کے ایک سال بعد سنہ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے، اصل یہ ہے کہ ان کا اسلام تقلیدی نہ تھا، اجتہادی تھا، ممکن ہے کہ یہ ایک سال مزید غور و فکر، اور کاوش و تحقیق میں صرف ہوا ہو،

لیکن قبول اسلام میں یہ یک سالہ تاخیر تمام عمر ان کے لئے تکلیف دہ رہی، فرمایا کرتے تھے "ایک گھڑی کی خواہشِ نفس، دیرپا غم پیدا کرتی ہے"،

غزوات اور عام حالات غزوۂ بدر میں وہ مسلمان نہ تھے، اس لئے اس میں شریک نہ تھے، غزوۂ احد حالت ایمان میں پیش آیا، اس میں نہایت سرگرمی سے حصّہ لیا، گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آئے، آن حضرت صلعم نے ان کی شجاعت و بسالت کو دیکھ کر فرمایا نعم الفارس عویمر! یعنی عویمر کس قدر اچھے سوار ہیں،

احد کے علاوہ دیگر غزوات اور مشاہد میں آن حضرتؐ کے ساتھ شرکت کی، حضرت سلمان فارسی رضؓ نے اسلام قبول کیا تو آن حضرتؐ نے ان کو ابودرداؓ کا اسلامی بھائی تجویز فرمایا،

آن حضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت ابودرداؓ نے مدینہ کی سکونت ترک کر دی کہ یہاں محرومیِ دیدار کی یاد ہر وقت تازہ رہتی تھی نیز ملک بملک علم اسلام کی اشاعت وارثانِ نبوت کا فرض تھا، آن حضرت صلعم سے انھوں نے یہ بھی سنا تھا کہ فتنہ کی آندھی میں ایمان کا چراغ شام میں محفوظ رہے گا۔[1] اس بنا پر شام کے دارالحکومت دمشق کی سکونت اختیار کی،

ان کے سفر شام کا واقعہ بھی عجیب و غریب ہے، وہ سفر کے لئے بالکل تیار تھے، حضرت عمرؓ سے ترکِ وطن کی اجازت چاہی، حضرت عمرؓ نے کہا اجازت تو نہیں دیتا، ہاں اگر حکومت کی کوئی خدمت قبول کیجئے تو منظور کر سکتا ہوں، ابودرداؓ نے کہا میں حاکم بننا ناپسند کرتا ہوں، حضرت

[1] مسند ص ۱۹۹ ج ۵،

عمرؓ نے کہا پھر اجازت کی امید فضول ہے، حضرت ابو درداؓ نے درخواست کی کہ حکومت کے بجائے لوگوں کو قرآن و حدیث سکھاؤں گا، اور نماز پڑھاؤں گا، فرمایا یہ البتہ قبول ہے، چنانچہ اس ادائے فرض کی نیت سے شام کا سفر اختیار کیا،

دمشق میں ان کا وقت زیادہ تر درس، تدریس، احکام شریعت کی تلقین، اور عبادت و ریاضت میں گذرتا تھا، صحابۂ کرام میں اکثر ایسے تھے جن کی راہبانہ اور سادہ زندگی پر شام کی خصوصیات و تکلفات کا رنگ و روغن چڑھ گیا تھا، لیکن حضرت ابو درداؓ اب تک اپنی اصلی بے تکلفی و سادگی پر قائم تھے، حضرت عمرؓ نے شام کا سفر کیا اور یزید بن ابی سفیان، عمرو بن عاص، ابو موسیٰ، کے مکانوں پر جا کر ملاقات کی تو سب کے شاہانہ ٹھاٹھ دیکھے، حضرت ابو درداؓ کے گھر پہونچے تو یہاں، لاؤ لشکر، خدم و حشم، نقیب و چاؤش، ترک و احتشام، زینت و آرائش ایک طرف، مکان میں چراغ تک نہ تھا، کشور دین و ملت کا تاجدار تاریک مکان میں ایک کمبل اوڑھے پڑا تھا، حضرت عمرؓ نے یہ یہ حالت دیکھی، تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے، پوچھا اس قدر عسرت سے زندگی گذارنے کا سبب کیا ہے؟ حضرت ابو درداؓ نے فرمایا رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ دنیا میں ہم کو اتنا ساز و سامان رکھنا چاہئے جتنا ایک مسافر کے لئے درکار ہے، آہ آں حضرت صلعم کے بعد ہم لوگ کیا سے کیا ہو گئے اس پر اثر فقرہ نے یہ عالم کر دیا کہ دونوں بزرگوں نے روتے روتے صبح کر دی[1]

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں تمام اکابر صحابہ کے نقد وظائف مقرر کر دئے تھے، مجاہدین بدر کی سب سے بڑی تنخواہ تھی، حضرت ابو درداؓ مجاہدین بدر میں داخل نہ تھے، تاہم حضرت عمرؓ نے انکا وظیفہ بدریوں کے برابر مقرر کیا،

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں امیر معاویہ نے خلیفۂ وقت کی منظوری سے ان کو

---

[1] کنز العمال ج ۷ ص ۸، بحوالہ عسکری

دمشق کا قاضی مقرر کیا، کبھی کبھی جب امیر معاویہ کو باہر جانے کی ضرورت پڑتی وہ اُن کو اپنا قائم مقام بنا جاتے، دمشق میں قضا کا یہ پہلا عہدہ تھا،

بعض لوگون کا خیال ہے کہ یہ واقعہ عہد فاروقی کا تھا، لیکن یہ صحیح نہین، حافظ ابن عبد البر نے کہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے محدّث تھے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے،

اہل وعیال — حضرت ابو دردا، کے ابواب فضائل مین یہ باب بھی اضافہ کے قابل ہے کہ انکے حبالۂ نکاح مین دو بیویان آئین، لیکن دونون اپنے فضل وکمال مین ممتاز تھین پہلی کا نام ام درداء کبریٰ خیرہ بنت ابی حدرد اسلمی ہے، اور دوسری کا نام اُم درداء صغریٰ ہجیمہ بنت حی وصابیہ تھا

اُم درداء کبریٰ مشہور صحابیہ اور نہایت فقیہہ، عقلمند اور عبادت گذار بی بی تھین، ان سے حدیث کی کتابون مین بہت سی روایتین مروی ہین،

اُم درداء صغریٰ صحابیہ نہ تھین، شوہر کے بعد بہت دنون تک زندہ رہین، امیر معاویہ نے نکاح ثانی کا پیام دیا تھا لیکن قبول نہ کیا، اولاد کے نام حسب ذیل ہین، بلال، یزید، درداء، ثبیتہ

بلال ابو محمد دمشقی[1] یزید اور خلفائے مابعد کے عہد مین دمشق کے قاضی تھے، عبد الملک نے اپنے زمانہ مین معزول کیا، سنہ ۹۲ھ مین وفات پائی،

درداء صفوان بن عبد اللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف قرشی سے منسوب تھین جو معزز تابعی اور مکہ کے جلیل القدر خاندان کی یادگار تھے،

حلیہ — حلیہ یہ تھا، جسم خوب صورت، ناک اُٹھی ہوئی، آنکھین شربتی، ڈاڑھی اور سر مین خضاب لگاتے تھے، جس کا رنگ سنہرا ہوتا تھا،

لباس عربی تھا، قلنسوہ ایک قسم کی ٹوپی ہوتی تھی اُس کو پہنتے تھے، عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ پیچھے لٹکاتے تھے،

[1] ابو محمد دمشقی،

وفات اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت ابو درداؓ مسافرانہ زندگی بسر کرتے تھے، ہجرت کا بتیسواں ۳۲ھ
سال تھا کہ یہ مسافر کاروانِ سرائے عالم سے وطنِ مالوف کو سدھارا،

وفات کا واقعہ عجیب حسرت ناک تھا، حضرت ابو درداؓ گریہ وزاری میں مصروف تھے،
ام درداءؓ بیوی کا نام ہے، نے کہا آپ صحابی ہوکر روتے ہیں؟ حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کیوں نہ
روؤں، خدا معلوم گناہوں سے کیونکر چھٹکارا ہو، اسی حالت میں بلال کو بلایا، اور فرمایا دیکھو ایک
دن تم کو بھی یہ واقعہ پیش آنا ہے، اس دن کے لئے کچھ کر رکھنا، موت کا وقت قریب آیا تو جزع
وفزع کی کوئی انتہا نہ تھی، ایمان کے متعلق کہا گیا ہے کہ خوف ورجاء کے مابین ہوتا ہے،
حضرت ابو درداؓ پر خوف الٰہی کا نہایت غلبہ تھا، بیوی پاس بیٹھی تسکین دے رہی تھی، شوہر سے
کہا کہ تم تو موت کو محبوب رکھتے تھے، پھر اس وقت پریشانی کیوں ہے؟ فرمایا یہ سچ ہے لیکن
جس وقت سے موت کا یقین ہوا سخت پریشانی ہے، یہ کہکر روئے پھر فرمایا یہ میرا اخیر وقت ہے
کلمہ پڑھاؤ، چنانچہ لوگ کلمہ کی تلقین کرتے رہے اور حضرت ابو درداءؓ اس کو دہراتے رہے یہانتک
کہ روح مطہر نے آخری سانس لی،

وفات سے کچھ دن پیشتر حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلامؓ آئے تھے، ان کا ارادہ تھا
کہ یہاں رہ کر علم حاصل کریں گے، لیکن دیکھا تو حضرت ابو درداءؓ بستر مرض پر تھے، پوچھا کیسے آئے
عرض کیا کہ میرے والد اور آپ میں جو ارتباط تھا، اس کی وجہ سے زیارت کو حاضر ہوا، فرمایا جھوٹ
بھی کیا بری شے ہے، لیکن جو شخص استغفار کرلے تو معاف ہوجاتا ہے[1]
حضرت یوسفؓ ان کی وفات تک مقیم رہے، انتقال سے پہلے یوسف کو بلاکر کہا کہ
لوگوں کو میری موت کی خبر کردو، اس خبر کا مشتہر ہونا تھا کہ آدمیوں کا طوفان امنڈ آیا، گھر سے باہر

[1] مسند ۴۵۰ ج ۶،

تک آدمی ہی آدمی تھے، اندر اطلاع ہوئی تو فرمایا مجکو یہان سے باہر لے چلو، باہر آکر اٹھ کے بیٹھے اور تمام مجمع کو مخاطب کرکے ایک حدیث بیان کی۔ اللہ اکبر! اشاعت حدیث کا جوش اسوقت بھی قائم تھا،

فضل وکمال ابو درداء، کا شمار علمائے صحابہ اور کبار رجال مین ہے صحابۂ کرام ان کو نگاہ عظمت سے دیکھتے تھے،

عبداللہ بن عمرؓ کہا کرتے تھے کہ دونون باعمل عالمون کا کچھ ذکر کرو (معاذ اور ابو درداءؓ)، یزید بن معاویہ کا قول تھا، کہ ابو درداءؓ کا علم و تفقہ بہت سے امراض (جہل) کو شفا بخشتا ہے، معاذ جبلؓ نے وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ ابو درداءؓ سے علم سیکھنا کیونکہ ان کے پاس علم ہے، اور حضرت ابو ذر غفاریؓ نے ابو درداءؓ سے خطاب کرکے کہا تھا کہ ماحملت ورقاء ولا اظلت خضراء اعلم منک یا ابا الدرداء یعنی زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے تم سے کوئی بڑا عالم نہیں،

مسروق کہ بڑے جلیل القدر تابعی اور اپنے زمانہ کے امام تھے، کہتے ہین کہ مین نے تمام صحابہ کا علم چھ شخصون مین مجتمع پایا، جن مین ایک ابو درداءؓ ہین، یہی سبب ہے کہ گو حجاز مین بھی بڑے بڑے صحابہ مسند امامت پر متمکن تھے، تاہم، وہان سے بھی طالبین حق، جوق درجوق اس آستانہ کا رخ کرتے تھے،

درس کے وقت تشنگان علم کا بڑا ہجوم رہتا تھا مکان سے نکلتے تو طلبہ کا مجمع ہمرکابی مین ساتھ ہوتا، ایک روز مسجد جارہے تھے پیچھے لوگون کا اتنا اژدحام تھا، کہ موکب شاہی کا دھوکا ہوتا تھا، اس مجمع کا ہر فرد کسی نہ کسی مسئلہ کا سائل ہوکر آیا تھا،

حضرت ابو الدرداءؓ کی تعلیم کا یہ طرز تھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر جامع مسجد مین درس کے لئے بیٹھ جاتے

ا۔ مستدرک ج ۲ ص ۳۳۴

شاگرد اُن کے گرد ہوتے، اور مسائل پوچھتے، وہ جواب عنایت فرماتے تھے،

درس قرآن | حضرت ابو درداءؓ اگرچہ فقہ و حدیث میں بھی ممتاز تھے، لیکن اُن کا اصل سرمایہ قرآن مجید کا درس و تعلیم تھا، وہ اُن لوگوں میں تھے جو خود آں حضرت صلعم کی زندگی میں پورے قرآن کے حافظ تھے، اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے شام میں قرآن مجید کی تعلیم و اشاعت کے لئے نامزد فرمایا، دمشق کے جامع عمری میں یہ قرآن کا درس دیتے تھے اور گویا یہ قرآن کا ایک مدرسہ اعظم بن گیا تھا حضرت ابو درداءؓ کے ماتحت اور مدرسین بھی تھے، طلبہ کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز تھی، دور دور سے لوگ آ آ کر شریک درس ہوتے تھے،

نماز صبح کے بعد دس دس آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ جماعت کر دیتے تھے، اور ہر جماعت ایک قاری کے زیر نگرانی ہوتی تھی، قاری قرآن پڑھاتے اور خود ٹہلتے جاتے اور پڑھنے والوں کی طرف کان لگائے رہتے تھے، جب کسی طالب علم کو پورا قرآن یاد ہو جاتا تو اس کو خود اپنی شاگردی میں لے لیتے، یہ مدرسین جب طلبہ کے کسی سوال کا جواب نہ دے سکتے تو وہ مرکز درس کی طرف رجوع کرتے،

طلبہ کا درس میں اتنا ہجوم رہتا تھا کہ ایک روز شمار کرایا تو سولہ سو طالب العلم حلقہ درس میں نکلے دار القراء کے ممتاز اصحاب میں ابن عامر یحصبی، ام درداء صغری، خلیفہ بن سعد، راشد بن سعد، خالد بن سعدان تھے، ان میں سے اول الذکر بزرگ ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں اہل مسجد کے رئیس تھے، ام درداء، حضرت ابو درداءؓ کی زوجہ اور قرأت میں یگانہ روزگار تھیں، قرأت کا فن اپنے شوہر سے سیکھا تھا، عطیہ بن قیس کلابی کو انھیں نے قرأت سکھائی تھی، خلیفہ بن سعد کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ صاحب ابی الدرداء کہلاتے تھے، اور شام کے مشہور قاریوں میں انکا شمار تھا، باقی بزرگوں کو یہ شرف حاصل تھا کہ انھوں نے خود حضرت ابو درداءؓ کو قرآن سنایا تھا،

اور اُن کے خاص تلامذہ میں داخل تھے،

تفسیر: علم تفسیر کا سرمایہ جن صحابہ سے جمع ہوا اگرچہ حضرت ابو الدرداءؓ کا نام نامی اُن میں شامل نہیں تاہم اُن سے متعدد آیتوں کی تفسیریں مروی ہیں، ان کا قول تھا لا یفقہ الرجل کل الفقہ حتی یجعل للقرآن وجوھا یعنی انسان تاوقتیکہ قرآن میں مختلف پہلو پیدا نہ کرے فقیہ نہیں ہو سکتا، مشکل آیتوں کے مطالب خود آنحضرت صلعم سے دریافت فرماتے تھے، ایک روز دریافت کیا یا رسول اللہ! الذین آمنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا سے کیا مراد ہے آنحضرت نے فرمایا رویا، صالحہ خواہ خود دیکھے یا کوئی دوسرا شخص اس کے متعلق دیکھے،[1]

خود ابو درداءؓ جب کسی آیت کی تفسیر کے متعلق استفسار کرتے تو وہ نہایت شافی جواب دیتے تھے ایک شخص نے سوال کیا کہ ولمن خاف مقام ربہ جنتان میں زانی اور سارق بھی داخل ہیں؟ فرمایا کہ اپنے رب کا خوف ہوتا تو زنا اور چوری کیوں کرتا،؟[2]

سورۂ قلم میں ایک کافر کے متعلق ہے،

عتل بعد ذالک زنیم، لفظ عتل کے معنی مختلف مفسروں نے مختلف بیان کئے ہیں لیکن بیان شافی صرف حضرت ابو درداءؓ کی زبان سے ہوتا ہے فرماتے ہیں،

کل رحیب الجوف وثیق الحلق اکول شروب جموع للمال منوع لہ[3] (بڑے پیٹ اور مضبوط حلق والا، کثیر الغذاء، کثیر الشرب، مال جمع کرنے والا اور نہایت بخیل)

سورۂ طارق میں ہے، یوم تبلی السرائر زبان کے لحاظ سے سرائر کے معنی مطلقاً پوشیدہ شے کے ہیں، جن میں عقاید، نیات یا جوارح کے اعمال کی کوئی قید نہیں، حضرت ابو درداءؓ نے موقع ومحل کے لحاظ سے اس تعمیم میں کسی قدر تخصیص کر دی، چنانچہ فرمایا کہ

---

[1] مسند ابوداؤد طیالسی ۱۳۱ [2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر ص ۲۶۰ ج ۱، [3] کنز العمال بحوالہ ابن مردویہ ص ۱۵۶ ج ۱،

خدا نے چار چیزوں کا بندوں کو ضامن قرار دیا ہے، نماز، زکوٰۃ، روزہ، طہارت، سرائر انہیں چیزوں کو کہتے ہیں[۱]،

حدیث | کلام الٰہی کے نشر و اشاعت کے بعد صحابہؓ کا سب سے مقدم فرض یہ تھا حضرت ابو درداؓ اس فرض کو بہترین طریقہ سے انجام دیتے تھے، خود صحابہؓ بھی ان کو اس کا اہل سمجھتے تھے ایک دفعہ انھوں نے سعدان بن طلحہؒ سے ایک حدیث بیان کی، مسجد دمشق میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے، تشریف لائے تو سعدانؒ نے توثیق مزید کی غرض سے ان سے اس حدیث کے متعلق استفسار کیا، حضرت ثوبانؓ نے فرمایا کہ ابو درداؓ نے بالکل صحیح کہا، میں خود اس واقعہ کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا[۲]،

حضرت معاذؓ نے اپنی وفات کے وقت ایک حدیث بیان کی تھی، اور فرمایا تھا کہ شہادت کی ضرورت ہو تو عویمر بن زید (ابو درداؓ) موجود ہیں، ان سے دریافت کرنا، لوگ حضرت ابوالدرداؓ کے پاس پہنچے، انھوں نے حدیث سنکر فرمایا کہ میرے بھائی (معاذ) نے سچ کہا ہے[۳]!

صحابہ جب مل کر بیٹھتے تو آپس میں احادیث نبوی ﷺ کا مذاکرہ فرماتے، حضرت ابو درداؓ بھی ان مجلسوں میں شریک رہتے تھے، کبھی کبھی خود بھی مذاکرہ کی ابتدا فرماتے تھے،

ایک مجمع میں حضرت ابو درداؓ، عبادہؓ بن صامت، حرثؓ بن معویہ کندی اور مقدام بن معدی کربؓ تشریف فرما تھے، حدیثوں کا ذکر آیا، ابو درداؓ نے حضرت عبادہؓ سے کہا کہ فلاں غزوہ میں آنحضرت ﷺ نے خمس کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا تھا، آپ کو یاد ہے؟ حضرت عبادہؓ نے پورا واقعہ بیان کیا[۴]

حضرت ابو درداؓ کی پوری زندگی کلام الٰہی اور حدیث نبوی ﷺ کی تعلیم و اشاعت میں صرف ہوئی، جس وقت روح مطہر عالم فنا سے عالم بقا کو پرواز کر رہی تھی، رسول کریم ﷺ کا یہ جلیل الشان

---

[۱] کنز العمال بحوالہ بیہقی ۱۵۷ ج ۱، [۲] مسند ۲۷۴ ج ۶، [۳] ایضاً ص ۲۵۰، [۴] مسند عبادہ بن صامت ۳۱۶ ج ۵،

صحابی اہل شہر کو جمع کر کے نماز کے متعلق آخری وصیت سنایا تھا[1]

حضرت ابو درداءؓ نے حدیث کا اکتساب زیادہ تر خود اسی ذات اقدس سے کیا تھا جو وحی و الہام کا منبع تھی، لیکن آنحضرتؐ کی وفات کے بعد بعض روایتیں حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت عائشہؓ سے بھی سنی تھیں،

تلامذہ اور راویان حدیث کا دائرہ مختصر تھا، حاشیہ نشینان نبوت میں سے متعدد بزرگ ان کے حلقۂ حدیث سے بھی مستفید ہوئے جن کے نام نامی یہ ہیں،

حضرت انسؓ بن مالک، فضالہ بن عبیدؓ، ابو امامہؓ، عبداللہؓ بن عمر، عبداللہ بن عباسؓ ام درداءؓ،

تابعین میں سے اکثر اعیان و اصلائے علم ان کے شرف تلمذ سے بہرہ یاب تھے۔ بعض کے نام یہ ہیں،

سعید بن مسیب، بلال بن ابو درداء، علقمہ بن قیس، ابو مرہ مولیٰ ام ہانی، ابو ادریس خولانی، جبیر بن نضیر، سوید ابن غفلہ، زید بن وہب، معدان بن ابی طلحہ، ابو حبیبہ طائی، ابو السفر ہمدانی، ابو بکر بن عبد الرحمن، صفوان بن عبد اللہ، کثیر بن قیس، ابو بحریہ عبد اللہ بن قیس، کثیر بن مرہ، محمد بن سیرین، محمد بن سوید ابی وقاص، محمد بن کعب قرظی، ہلال بن یساف وغیرہم،

حضرت ابو درداءؓ کے سلسلہ سے جو روایات احادیث میں مدون ہیں، ان کی تعداد ۱۷۹ ہے جن میں سے بخاری میں ۳ اور مسلم میں ۸ مندرج ہیں،

فقہ | مسائل فقہ میں بھی ان کا ایک خاص درجہ ہے لوگ دور دراز مقامات طے کر کے ان سے مسائل پوچھنے آتے تھے، چنانچہ ایک بزرگ کوفہ سے دمشق صرف ایک مسئلہ دریافت

(۱) مسند ص ۴۴۳ ج ۶،

کرنے کے لئے آئے،

مسئلہ یہ تھا کہ شخص مذکور شادی پر رضامند نہ تھا، اس کی والدہ نے جبراً شادی کردی، یہاں بیوی میں محبت زیادہ بڑھ گئی تو ماں نے کہا کہ اس کو طلاق دیدو، وہ طلاق کے لئے آمادہ نہ تھا، حضرت ابو درداء نے فرمایا کہ میں کسی شق کی تعیین نہیں کرتا، نہ طلاق دینے کا حکم دیتا ہوں، اور نہ والدہ کی نافرمانی جائز سمجھتا ہوں، تمہارا مزاج چاہے تو طلاق دیدو یا موجودہ حالت پر قائم رہو، لیکن یہ یاد رہے کہ رسول اللہ نے ماں کو جنت کا دروازہ کہا ہے[1]

ابو حبیبہ طائی نے استفتاء کیا کہ میرے بھائی نے چند دینار فی سبیل اللہ دئے ہیں اور مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میں ان کو کسی مصرف میں صرف کردوں، فرمائیے کہ بہتر مصرف کون ہے؟ حضرت ابو درداء نے جواب دیا کہ میرے نزدیک مجاہدین سب سے بہتر ہیں[2]

اخلاق وعادات حضرت ابو درداء فطرۃً نہایت نیک مزاج اور صالح تھے، اسلام کی تعلیم نے اس طلاء کو اور خالص بنا دیا تھا، حضرت ابوذر غفاریؓ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ حق گو، اور حریت مجسم تھے اور ابتداءً شام میں رہتے تھے، یہاں بہت کم لوگ ان کی سخت گیری سے محفوظ تھے، امیر معاویہ وغیرہ کو برسر دربار ٹوک دیتے تھے، ابو درداء کی نسبت ان سے انھوں نے کہا کہ اگر آپ رسول اللہ کا زمانہ نہ بھی پاتے اور آنحضرتؐ کے بعد اسلام لاتے تب بھی صالحین اسلام میں آپ کا شمار ہوتا[3]، اس سے زیادہ حضرت ابوالدرداء کی طہارت اخلاق کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟

باایں ہمہ کہ وہ بساط نبوت کے حاشیہ نشین تھے، خالق کون ومکان کے جلال وجبروت کا تخیل ان کے جسم میں رعشہ پیدا کر دیتا تھا، ایک روز منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا تو فرمایا کہ میں اس روز سے بہت خائف ہوں جب خدا مجھ سے پوچھیگا کہ تم نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ قرآن مجید کی

---

[1] مسند ج ۵ ص ۱۹۰ [2] ایضاً ص ۱۹۷، [3] مسند عبادہ ص ۴۴۷ ج ۵،

ہر آیت پیکر امر و زجر بنکر نمودار ہو گی مجھ سے پوچھا جائیگا کہ تم نے اوامر کی کیا پابندی کی، آیۃ آمرہ کہیگی کہ اس نے کچھ نہین کیا، پھر سوال ہو گا کہ نواہی سے کہان تک پرہیز کیا، آیت زاجرہ بولے گی بالکل نہین! لوگو! کیا مین اس وقت چھوٹ جاؤن گا؟"

عبادات مین قیام لیل اور نماز پنجگانہ کے علاوہ ۳ چیزون کے نہایت سختی سے پابند تھے، ہر ماہ مین ۳ دن روزہ رکھتے، وتر پڑھتے، اور حضر و سفر مین چاشت کی نماز ادا کرتے، ان چیزون کے متعلق آنحضرت صلعم نے ان کو وصیت فرمائی تھی[۵۳]

نماز پنجگانہ کے ہر فرض کے بعد تسبیح پڑھتے تھے، تسبیح ۳۳ مرتبہ، تحمید ۳۳ مرتبہ، تکبیر ۳۴ مرتبہ[۵۴]

حضرت ابو درداء کی زندگی زاہدانہ بسر ہوتی تھی، وہ دنیائے دون کی دل فریبیون اور عالم فانی کے تکلفات سے ملوث نہ تھے، فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو دنیا مین ایک مسافر کی حیثیت سے رہنا چاہیئے،

ایک دفعہ حضرت سلمان رضی فارسی ان سے ملنے ان کے گھر آئے، یہ دونون مواخاۃ کے قاعدے سے بھائی بھائی تھے، بھاوج کو دیکھا تو نہایت معمولی وضع مین پایا سبب پوچھا تو نیک بخت نے جواب دیا کہ تمھارے بھائی (ابو الدرداء) دنیا سے بے نیاز ہو گئے ہین، ان کو اب ان چیزون کی کچھ پروا نہین، حضرت ابو درداء رض آئے تو سلمان رض کو مرحبا کہا اور کھانا پیش کیا، سلمان رض نے کہا آپ بھی آئیے حضرت ابو درداء رض نے فرمایا مین تو روزہ ہون، سلمان رض نے قسم کھا کر کہا کہ آپ کو میرے ساتھ کھانا ہوگا ورنہ مین بھی نہ کھاؤن گا، رات کو سلمان رض نے انھین کے مکان مین قیام کیا تھا حضرت ابو درداء رض نماز کے لئے اٹھے، حضرت سلمان رض نے روک لیا، اور فرمایا بھائی! آپ پر خدا کا بھی حق ہے، بیوی کا بھی اور اپنے بدن کا بھی، آپ کو سب کا حق ادا کرنا چاہیئے صبح کا تڑکا نمودار ہوا تو حضرت سلمان نے

۱، ۲، کنز العمال، ج ۷ بحوالہ ابن عساکر، ۳ مسند ج ۲، ص ۴۴، ۴ ج ۱۹۶ ا ج ۵ مسند

ابو درداء کو جگایا اور کہا اب اٹھو دونوں بزرگوں نے نماز پڑھی اس کے بعد ادائے دوگانہ کے لئے مسجد نبوی گئے، حضرت ابو درداء نے آں حضرت صلعم سے سلمان کا واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ سلمان نے ٹھیک کہا، وہ تم سے زیادہ سمجھدار ہیں[۱]،

امر بالمعروف تمام تربیت یافتگانِ نبوت کا فرض تھا، حضرت ابو درداء بھی اس فرض سے غافل نہ تھے، امیر معاویہ نے کوئی چاندی کا برتن خریدا جس کی قیمت میں چاندی کے وزن سے کم و بیش روپئے مالک کو دیئے، اسلام میں یہ ناجائز ہے، حضرت ابو درداء نے فوراً ٹوکا کہ معاویہ! یہ درست نہیں، رسول اللہ صلعم نے چاندی سونے میں برابر سرابر کا حکم دیا ہے[۲]،

یوسف بن عبد اللہ بن سلام ان کے پاس شام گئے، سفر کا مقصد تحصیل علم تھا، یہ وہ ساعت تھی جب حضرت ابو درداء مرض موت میں گرفتار تھے، یوسف سے پوچھا کیسے آئے؟ انھوں نے کہا آپ کی زیارت کو، یوسف نے یہ بات چونکہ اپنے ضمیر کے خلاف کہی تھی، حضرت ابو درداء نے فرمایا جھوٹ بولنا بڑی بری بات ہے[۳]،

امیر معاویہ نے حضرت ابوذر کو شام سے جلاوطن کر دیا، حضرت ابو درداء کو راستہ میں خبر ملی تو ۱۰ مرتبہ "انا للہ" پڑھا، اور کہا کہ اب ان لوگوں کا بھی انتظار کرو جیسا کہ اصحاب ناقہ کے بارہ میں کہا گیا تھا، اس کے بعد نہایت جوش میں فرمایا خدایا! ان لوگوں نے ابوذر کو جھٹلایا لیکن میں نہیں جھٹلاتا، ان لوگوں نے ان کو متہم کیا لیکن میں متہم نہیں کرتا، اور ان لوگوں نے ان کو خارج البلد کیا لیکن میں نے اس رائے میں شرکت نہیں کی، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ ان کے برابر کسی کو امین نہیں سمجھتے تھے، اور ان کے برابر کسی سے راز نہ کہتے تھے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابو درداء کی جان ہے! اگر ابوذر میرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالیں تو میں ہرگز بغض نہ رکھوں، آنحضرت صلعم نے فرمایا،

---

[۱] بخاری عن ابی جحیفہ ۹۳۴[۲] مسند ج ۶، ص ۵۰۴[۳] ج ۶ مسند،

اور مین نے سنا تھا کہ ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء من ذی لہجۃ اصدق من ابی ذر،

آنحضرتؐ نے ایک دن فرمایا کہ جو شخص توحید کا قائل ہو جنتی ہے، حضرت ابو درداءؓ نے عرض کیا خواہ زانی اور چور کیون نہ ہو؟ آن حضرتؐ نے فرمایا ہان، یہ ایک ایسی خوشخبری تھی جو سب مسلمانون کو سنانی چاہئے تھی، ابو درداؓ تین مرتبہ پوچھکر مسلمانون کو یہ مژدۂ نجات سنانے چلے، راستہ مین حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی اُنھون نے منع کیا کہ اس اعلان سے لوگ عمل چھوڑ بیٹھین گے، حضرت ابو درداءؓ نے آن حضرتؐ سے عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ عمر نے صحیح کہا[1]

ایک روز مکان مین تشریف لائے چہرہ سے غیظ و غضب عیان تھا، بیوی نے کہا آج کیا حال ہے؟ فرمایا خدا کی قسم! رسول اللہؐ کی ایک بات بھی باقی نہین لوگون نے سب چھوڑ دیا صرف نماز باجماعت پڑھتے ہین[2]

سعدان بن ابی طلحہ الیعمری کو دیکھا تو پوچھا کہ تمھارا مکان کہان ہے؟ اُنھون نے کہا گانون مین مگر گانون شہر سے قریب ہے فرمایا تو تم شہر مین نماز پڑھا کرو، کیونکہ جس مقام پر اذان یا نماز نہ ہوتی ہو، وہان شیطان کا دخل ہو جاتا ہے، دیکھو بھیڑیا اس بکری کو پکڑتا ہے جو گلہ سے دور رہتی ہے[3]،

تمام مسلمان ان کا نہایت ادب کرتے تھے، غیظ و غضب کے عالم مین بھی جو کچھ کہدیتے تھے، لوگ دل سے لگا لیتے تھے، ایک دفعہ ایک قریشی نے ایک انصاری کا دانت توڑ دیا، امیر معاویہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا، امیر معاویہ نے قریشی کو مجرم ٹھہرایا اس نے کہا کہ یہ انصاری نے میرے دانت کو صدمہ پہونچایا تھا، امیر معاویہ نے کہا ٹھہرو! مین انصاری کو رضامند کرونگا، لیکن انصاری طالب قصاص تھا، وہ راضی نہ ہوا، امیر معاویہ نے کہا کہ یہ ابو درداءؓ بیٹھے ہین جو فیصلہ کردین اُس کو مان لینا، حضرت ابو درداءؓ نے ایک حدیث پڑھی کہ جو شخص کسی جسمانی تکلیف پہونچنے پر ایذا دہندہ کو معاف کردے تو اُسکے

---

[1] مسند ج ۶ ص ۴۴۲، [2] ایضاً ص ۴۴۳، [3] مسند ج ۵ ص ۱۹۶، ج ۶ ص ۴۴۵ و ۴۴۶،

مراتب بلند اور گناہ معاف ہوجاتے ہین، اس حدیث کے سنتے ہی انصاری کہ مجسمۂ قہر و غضب تھا پیکر تسلیم و رضا بن گیا، حضرت ابو درداءؓ سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلعم سے یہ سنا تھا، انھون نے کہا ہان، انصاری نے کہا تو مین معاف کرتا ہون[۱]،

فساد و شر سے دور بھاگتے تھے، شام کا ملک حجاز سے کسی حال مین بہتر نہ تھا، لیکن فتنون کے زمانہ مین شام ایک حکومت کے ماتحت بہرحال قائم رہا، اور حجاز مین ہر سال نئی فوج کشی کا سامنا تھا، حضرت ابو درداءؓ کی سکونت شام کا یہی سبب تھا، فرماتے تھے کہ جس مقام پر دو آدمی ایک بالشت زمین کے لئے منازعت کرین مین اس کو بھی چھوڑ دینا زیادہ پسند کرتا ہون[۲]،

نہایت ہشاش بشاش رہتے تھے، لوگون سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے، گفتگو کے وقت لب مبارک پر تبسم ظاہر ہوتا تھا، ام درداء تبسم کو خلاف وقار سمجھتی تھین، ایک دن کہا کہ تم ہر بات پر مسکراتے ہو، کہین لوگ بے وقوف نہ بنائین، حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کہ خود رسول اللہ صلعم بات کرتے وقت تبسم فرماتے تھے[۳]،

مزاج فطرۃً سادہ تھا، مسجد دمشق مین خود اپنے ہاتھ سے درخت لگاتے تھے، لوگ دیکھتے تو تعجب کرتے، کہ آغوش پروردۂ نبوت اور امام حلقۂ مسجد ہو کر اپنے ہاتھ سے ایسے چھوٹے چھوٹے کام کرتے ہین، لیکن ان کو اس کی کچھ پروا نہ تھی، ایک شخص نے ان کو اس حالت مین دیکھا تو بڑے تعجب سے پوچھا کہ آپ خود یہ کام کرتے ہین؟ حضرت ابو درداءؓ نے اس کے تعجب کو ان الفاظ سے زائل کیا کہ اس مین بڑا ثواب ہے[۴]،

بڑے فیاض اور مہمان نواز تھے باایہمہ تنگدستی مہمانون کی خدمت گذاری مین کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہین کرتے تھے، اکثر ان کے ہان لوگ ٹھہرا کرتے تھے، جب کوئی مہمان آتا

۱؎ ۴۴۸ مسند ج ۶، ۲؎ مسند ابوداؤد طیالسی ۱۳۱، ۳؎ ۱۹۰ ج ۵ مسند، ۴؎ ۴۴۳ ج ۶ مسند

حضرت ابو درداء دریافت کراتے کہ قیام کرنے کا ارادہ ہے یا جانے کا، جانے کا قصد ہوتا تو مناسب زادِ راہ بھی ساتھ کر دیتے تھے،[1]

بعض لوگ ہفتوں قیام کرتے،[2] حضرت سلمانؓ فارسی جب شام آتے انھیں کے مکان میں قیام فرماتے تھے[3]

دل کے نرم تھے ایک دن کسی طرف جا رہے تھے، دیکھا کہ ایک شخص کو لوگ گالی دے رہے ہیں، پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نے کوئی گناہ کیا تھا، حضرت ابو درداء نے کہا کہ ایک شخص کنوئیں میں گرے تو اس کو نکالنا چاہیئے، گالی دینے سے کیا فائدہ؟ اسی کو غنیمت سمجھو کہ تم اس سے محفوظ ہے،، لوگوں نے عرض کی کہ کیا آپ اس شخص کو برا نہیں جانتے؟ فرمایا اس شخص میں طبعاً تو کوئی برائی نہیں، البتہ اس کا یہ عمل برا ہے، جب چھوڑ دیگا تو پھر میرا بھائی ہے[4]

طبیعت میں استغنا اور بے نیازی بھی تھی، عبداللہ بن عامر شام آیا تو بہت سے صحابہ اپنے اپنے وظائف لینے گئے لیکن حضرت ابو درداء اپنی جگہ سے بھی نہ ہلے، عبداللہ خود ان کا وظیفہ لیکر ان کے مکان آیا اور کہا کہ آپ تشریف نہیں لائے تو میں خود وظیفہ لے کر حاضر ہوا ہوں، انھوں نے جواب دیا کہ آج تم سے زیادہ خدا کے نزدیک اور میرے نزدیک کوئی ذلیل نہ تھا، رسول اللہ صلعم نے ہم سے فرمایا تھا کہ جب امراء اپنی حالت بدل لیں تو تم بھی اپنے کو بدل لو[5]

---

[1] کنز العمال ج ۷ ص ۱۷۱ [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۶ [3] استیعاب تذکرہ سلمان ج ۲ ص ۵۷ [4] مسند ج ۵ ص ۱۹۷ [5] مسند ج ۵ ص ۱۹۶

حضرت ابوسعید خدریؓ

نام ونسب سعد نام، ابوسعید کنیت، خاندان خدرہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، سعد بن مالک ابن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن الجبر (خدرہ) بن عوف بن حارث بن خزرج، والدہ کا نام انیسہ بنت ابی حارثہ تھا، اور قبیلہ عدی بن نجار سے تھیں،

دادا (سنان) کہ شہید کے لقب سے مشہور تھے، رئیس محلہ تھے، چاہ بصہ کے قریب اجرد نام قلعہ ان کی ملکیت تھا، اسلام سے پیشتر قضا کیا،

باپ نے ہجرت سے چند سال قبل عدی بن نجار میں ایک بیوہ سے نکاح کیا تھا، جو پہلے عمان اُوسی کی زوجہ تھیں، حضرت ابوسعید انھیں کے بطن سے تولد ہوئے، یہ ہجرت سے ۱۰ برس پیشتر کا واقعہ ہے،

اسلام مدینہ میں تبلیغ اسلام کا سلسلہ بیعت عقبہ سے جاری تھا، خود انصار داعی اسلام بنکر توحید کا پیام اپنے قبیلوں کو پہونچاتے تھے، مالک بن سنان نے اسی زمانہ میں اسلام قبول کیا، شوہر کے ساتھ بیوی بھی اسلام لائیں، اس لئے حضرت ابوسعید نے مسلمان ماں باپ کے آغوش میں تربیت پائی۔

غزوات اور دیگر حالات ہجرت کے پہلے برس مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی، حضرت ابوسعید نے اس میں شرکت کی دوسرے سال غزوۂ بدر پیش آیا، خود تو ابھی میدان کے قابل نہ تھے، باپ نے شرکت کی جن کو دوسرے سال شہادت عظمیٰ کا مرتبہ حاصل ہوا، غزوہ احد میں باپ کے ساتھ رسول اللہ کے حضور میں گئے، اس وقت ۱۳ برس کا سن تھا، رسول اللہ نے سر سے پاؤں تک دیکھا کمسن خیال کر کے واپس کیا، مالک نے ہاتھ پکڑ کر دکھایا کہ ہاتھ تو پورے مرد کے ہیں، تاہم آپ نے

اجازت نہ دی،

معرکہ میں رسول اللہ کا چہرۂ مبارک زخمی ہوا تو مالک نے بڑھ کر خون پونچھا اور ادب کے خیال سے زمین پر پھینکنے کے بجائے پی گئے، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کسی کو ایسے شخص کی جس کا خون میرے خون سے آمیز ہوا ہو، دیکھنے کی خواہش ہو تو مالک بن سنان کو دیکھے، اس کے بعد نہایت جانبازانہ لڑکر شہادت حاصل کی،

باپ کے شہید ہونے سے بیٹے پر کوہ الم ٹوٹ پڑا، کیونکہ جائداد کچھ نہیں چھوڑی تھی، فاقہ کشی کی نوبت پہونچی پیٹ پر پتھر باندھا، ماں نے کہا کہ رسول اللہ کے پاس جاؤ، آج انھوں نے فلاں شخص کو دیا ہے تم کو بھی دیں گے، کہا اچھا گھر میں کچھ ہے ؟ وہاں کیا دھرا تھا، خدمت اقدس میں پہونچے تو آپ خطبہ دیرہے تھے، کہ جو شخص ایسی حالت میں صبر کرے خدا اس کو غنی کردیگا دل میں کہا کہ میری یاقوتہ (اونٹنی کا نام تھا) موجود ہے، پھر مانگنے کی کیا ضرورت ؟ یہ سوچ کر چلے آئے لیکن رسول اللہ کی زبان سے جو کچھ نکلا تھا پورا ہو کر رہا، رزاق عالم نے باب رزق کھولدیا یہاں تک کہ تمام انصار سے دولت و ثروت میں بڑھ گئے[۱]

اُحد کے بعد مصطلق کا غزوہ پیش آیا اس میں شریک تھے، اس کے بعد غزوۂ خندق ہوا، اس وقت وہ پانزدہ سالہ تھے، شباب عمر کی طرح شباب ایمان بھی تھا، رسول اللہ کے ساتھ جا کر میدان میں داد شجاعت دی،

صفر ۸ھ میں عبداللہ بن غالب لیثی، لشکر لیکر فدک روانہ ہوئے، یہ بھی ساتھ تھے، عبداللہ نے تمام لشکر کو تاکید کی کہ خبردار متفرق نہ ہونا، اس مصلحت کیلئے برادری قایم کرنیکی ضرورت ہوئی، جو بصہ جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے، ان کے بھائی بنائے گئے، برادری کا نتیجہ عمدہ صورت میں نمودار ہوا[۳]

۱؎ مسند ص ۹، ۴۴ج ۳ ۲؎ بخاری باب غزوہ بنی المصطلق ۳؎ طبقات ابن سعد ص ۹۱ حصہ مغازی

ربیع الثانی سنہ ۹ مین علقمہ بن محرز غزوہ کے لئے بھیجے گئے، یہ بھی لشکر مین تھے، عبداللہ بن حذافہ نے اسی غزوہ مین صحابہ کو آگ مین کودنے کا حکم دیا تھا، لیکن دراصل ان کا یہ منشا نتھا، وہ نہایت خوش مزاج آدمی تھے، اور طبیعت مذاق کی عادی تھی، لوگون نے اس کو صحیح سمجھکر کودنا چاہا تو خود روکا کہ مین نو تم سے مذاق کر رہا تھا[1]

اسی سلسلہ مین ایک سریہ جس مین ۳۰ آدمی شامل تھے[2] اور دارقطنی کی روایت کے بموجب حضرت ابوسعید اس کے امیر تھے، کسی مقام کی طرف روانہ ہوا، ایک جگہ پڑاؤ تھا، گاؤن والون سے کہلا بھیجا کہ ہم تمھارے مہمان ہین، انھون نے ضیافت کرنے سے انکار کیا، اتفاق یہ کہ سردار قبیلہ کے بچھو نے ڈنک مارا، لوگون نے بہت دوڑ دھوپ کی لیکن کچھ فائدہ نہوا، بعض نے مشورہ دیا کہ صحابہؓ کے پاس جاؤ، شاید ان کو اس کی کوئی تدبیر معلوم ہو، آئے، اور واقعہ بیان کیا، جیسا کہ بعض روایتون مین صاف مذکور ہے، ابوسعیدؓ نے کہا مین جھاڑ سکتا ہون، لیکن ۳۰ بکری اجرت ہوگی، جاکر سورۂ الحمدللہ پڑھی، اور تھوک لگادیا، وہ بالکل اچھا تھا، بے تکلف چلنے پھرنے لگا، ان لوگون نے بکریان لیکر مدینہ کا رُخ کیا، سب کو تردد تھا کہ ان کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ آخر یہ رائے ٹھہری کہ خود آنحضرت صلعم سے پوچھا جائے، آپ نے تمام واقعہ سنکر تبسم کیا اور فرمایا تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ کا کام دیتی ہے؟ پھر کہا تم نے ٹھیک کیا، اس کو تقسیم کرلو، اور میرا بھی حصہ لگانا[3]

ان غزوات کے علاوہ وہ حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، حنین، تبوک، اور طائف مین بھی ان کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، لیکن چونکہ ان مین ان کا کوئی خاص واقعہ نہین، اس لئے ہم قلم انداز کرتے ہین، صحیح بخاری کی روایت کے مطابق عہد نبوت کے ۱۲ غزوات مین ان کو شرف شرکت حاصل ہوا تھا (صحیح بخاری ص ۱۵۰ ج ۱)

[1] مسند ج ۳ و ابن سعد، [2] مسند [3] صحیح بخاری کتاب الاجارہ باب ما یعطی فی الرقیہ علی احیاء العرب بفاتحۃ الکتاب

عہد نبوی کے بعد مدینہ ہی مین قیام رہا، عہد فاروقی و عثمانی مین فتوی دیتے تھے،

حضرت علیؓ کے عہد خلافت مین جنگ نہروان پیش آئی، اُس مین نہایت جوش سے حصہ لیا[1]، فرماتے تھے کہ ترکون کے بہ نسبت ان سے لڑنا زیادہ ضروری جانتا ہون[2]، یہ سنہ ۳۸ھ کا واقعہ

سنہ ۶۱ھ مین دنیائے اسلام کا ہولناک ترین حادثہ رونما ہوا، یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے، مدینہ چھوڑتے وقت اور صحابہ کی طرح ابو سعید خدریؓ نے بھی سمجھایا تھا کہ آپ یہین تشریف رکھین[3]، مگر حسین علیہ السلام نے نہ مانا، ومضی ما مضی،

سنہ ۶۲ھ مین یزید کی بداعمالیون کی وجہ سے اہل حجاز نے حضرت عبد اللہ بن زبیر سے رسول اللہ کے پھوپھی زاد بھائی کے بیٹے تھے، بیعت کی، وہ بھی ان مین شامل تھے،

سنہ ۶۳ھ میں اہالیان حرم رسولؐ نے علانیہ یزید کو خلافت سے اُتارا، اور عبد اللہ بن حنظلہ الغسیل انصاری کے ہاتھ پر بیعت کی، لشکر شام سے مقابلہ پیش آیا جس مین اہل مدینہ کو ہزیمت حاصل ہوئی اور حضرت عبد اللہ نہایت جانبازی سے لڑ کر مارے گئے، اُس وقت عجیب تشویش اور اضطراب کا عالم تھا، مدینہ کا گلی کوچہ خون سے لالہ زار تھا، مکان لوٹے جارہے تھے، عورتین بے ناموس کیجارہی تھین، اور وہ مقام جس کو رسول اللہؐ نے مکہ کی طرح حرام کیا تھا، اہل شام کے ہاتھون قتل و غارت گری کا مرکز بنا ہوا تھا،

صحابہ سے یہ بے حرمتی دیکھی نہین جاتی تھی، حضرت ابو سعید پہاڑ کے ایک کھوہ مین چھپے تھے، لیکن یہان بھی پناہ نہ تھی، ایک شامی بلائے بے درمان کی طرح پہونچ گیا، اندر اُتر کر تلوار اٹھائی، اُنھون نے دھمکانے کے لئے تلوار کھینچ لی، وہ بجائے مرعوب ہونے کے اور آگے بڑھا، حضرت ابو سعیدؓ نے یہ دیکھ کر تلوار رکھدی اور یہ آیت پڑھی لئن بسطت الی یدک

---

[1] مسند ۵۶ ج ۳ [2] مسند ۳۳ ج ۳ [3] تاریخ الخلفاء سیوطی،

لتقتلنی ما انا باسط یدی الیک لاقتلک انی اخاف اللہ رب العالمین، اگر تم مجھے مارنے کو ہاتھ بڑھاؤ گے تو میں تمہارے مارنے کو تیار نہ ہوں گا کیونکہ میں خدائے رب العالمین کا خوف کرتا ہوں، شامی یہ سُن کر پیچھے ہٹا اور ... بتائیے کہ آپ کون ہیں فرمایا ابو سعید خدری، بولا رسول اللہ کے صحابی؛ کہا ہاں یہ سنکر غار سے نکلکر چلتا ہوا[۹۰]

وہاں سے مکان آئے تو عام دار و گیر تھی، شامی ابن دلجہ (...) کے پاس پکڑے گئے اس نے یزید کی خلافت پر بیعت لی،

حضرت عبداللہ بن عمر کو معلوم ہوا تو ان کے مکان آئے اور کہا میں نے سنا ہے کہ آپ نے دو امیروں سے بیعت کی ہے؟ کہا ہاں، پیشتر ابن زبیر سے کی تھی پھر شامی پکڑے گئے تو یزید سے کی، ابن عمرؓ نے کہا اسی کا تو مجھے خوف تھا، کہا بھائی! کیا کرتا؟ آنحضرت کا ارشاد ہے کہ انسان کے شب و روز کسی امیر کی بیعت میں گذرنے چاہئیں، ابن عمر نے کہا یہ سچ ہے لیکن میں دو امیروں کی بیعت پسند نہیں کرتا[۹۱]

وفات ۷۴ھ میں جمعہ کے دن وفات کی، بقیع میں دفن کیے گئے، اُس وقت بہت مسن تھے ہاتھوں میں رعشہ پڑ گیا تھا، لوگوں نے عمر کا تخمینہ ۹۴ سال کیا ہے، لیکن علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ۸۶ برس کی عمر تھی[۹۲] اور یہ بالکل صحیح ہے،

اولاد دو بیویاں تھیں ایک کا نام زینب بنت کعب بن عجرہ تھا، جو بعض کے نزدیک صحابیہ تھیں[۹۳] دوسری ام عبداللہ بنت عبداللہ مشہور تھیں اور قبیلۂ اوس کے خاندان معاویہ سے تھیں، اولاد کے نام یہ ہیں، عبدالرحمن[۹۴]، حمزہ[۹۵]، سعید،

حلیہ حلیہ یہ تھا، مونچھیں باریک کٹی ہوئیں، ڈاڑھی زرد،

[۹۰] اصابہ ص ۸۵ ج ۳ و طبری ص ۸ ۱۴ حالات ۶۳ھ [۹۱] مسند ص ۲۹ د ج ۳، [۹۲] مسند ۸۶، [۹۳] العباس ۷، [۹۴] مسند ۱۹۲،

علم و فضل — حضرت ابو سعید خدریؓ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ تھے، [1]

قرآن مجید ایک قاری سے پڑھا تھا، انصار کے کئی حلقے قائم تھے، جن میں علمائے انصار درس دیتے تھے، حضرت ابو سعیدؓ کے طالب علمی کا زمانہ، اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا، لوگوں کے پاس بدن کے کپڑے تک نہ تھے، ایک دوسرے کی آڑ میں چھپ چھپ کر بیٹھتے تھے، ایک روز رسول اللہ تشریف لائے، قاری قرأت کر رہا تھا آپ کو دیکھ کر خاموش ہوگیا، آپ سب کے پاس آکر بیٹھ گئے، اور اشارہ کیا کہ لوگ دائرہ کی شکل میں بیٹھا کریں، چنانچہ سب حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے، اس تمام جماعت میں صرف ابو سعیدؓ کو آن حضرتؐ پہچانتے تھے

حدیث و فقہ رسول اللہ اور صحابہ سے سیکھی تھی، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، جناب امیرؓ، زید بن ثابتؓ سے روایتیں کیں،

کثرت سے حدیثیں یاد تھیں، مرویات کی تعداد ۱۱۷۰ ہے جو صحابہ اور تابعین کے وسیلہ سے ہم تک پہونچی ہیں، ان صحابہ اور ممتاز تابعین کے نام نامی یہ ہیں،

زید بن ثابتؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، انس بن مالکؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، جابرؓ، ابو قتادہؓ، محمود بن لبیدؓ، ابو الطفیلؓ، ابو امامہ بن سہلؓ، سعید بن مسیب، طارق بن شہابؓ، عطاء، مجاہد، ابو عثمان نہدی، عبید بن عمیر، عیاض بن ابی سرح، بشر بن سعید، ابو نضرہ، سعید بن سیرین، عبد اللہ بن محیریز، ابو المتوکل ناجی، وغیرہم،

عموماً درس دیتے تھے اور حلقہ درس آدمیوں سے ہر وقت معمور رہتا تھا، بعض لوگ کوئی خاص سوال کرنا چاہتے تو بہت دیر میں موقع ملتا ہے

اوقات درس کے علاوہ بھی کوئی شخص کچھ دریافت کرتا تو جواب سے مشرف فرماتے، ابن عباسؓ نے اپنے بیٹے علی اور عکرمہ کو بھیجا کہ ان سے حدیث سن کر آؤ، جا کر دیکھا تو باغ میں تھے، ان لوگوں کو

---

[1] اصابہ ج ۳ [2] مسند ج ۳ [3] مسند ج ۳،

دیکھکر چادر اٹھالی، اور پاس آکر بیٹھے، اسی اثنا مین حدیث بھی بیان کی[1]

فن حدیث پر کثرت روایت کے علاوہ ان کا ایک بڑا احسان یہ ہے کہ قوت و ضعف روایت کے کئی الفاظ استعمال کیے،

عبداللہ بن عمر نے کسی سے ایک حدیث سنی تھی، وہ ابوسعید سے راوی تھا، اس کو لیکر ساتھ آئے اور کہا اس نے فلان حدیث آپ سے سنی ہے؟ کیا آپ نے رسول اللہ سے یہ حدیث سنی تھی؟ فرمایا بصر عینی و سمع اذنی یعنی میری آنکھون نے دیکھا اور کانون نے سنا[2]

قزعہ کو ایک حدیث نہایت بھلی معلوم ہوئی، آگے کھسک کر بیٹھ گئے، اور کہا کیا رسول اللہ سے یہ سنا تھا؟ حضرت ابوسعید کو غصہ آگیا اور فرمایا تو کیا مین بے سنے بیان کرون گا، ہان مین نے سنا تھا[3]،

جس حدیث کے الفاظ پر اعتماد نہ ہوتا، اس کے بیان مین احتیاط کرتے تھے،

ایک حدیث روایت کی لیکن رسول اللہ کا نام نہین لیا، ایک شخص نے کہا یہ رسول اللہ سے روایت ہے؟ فرمایا مین بھی جانتا ہون[4]

اخلاق و عادات | نہایت حق گو تھے، فرمایا کرتے تھے کہ مین نے رسول اللہ کو اس کی تاکید کرتے سنا تھا، لیکن کاش نہ سنا ہوتا[5]، ایک مرتبہ اس حدیث کا ذکر چھیڑا تو رو کر کہا کہ حدیث تو ضرور سنی لیکن عمل بالکل نہ ہو سکا[6]

امیر معاویہ کہ تمام دنیائے اسلام کے فرمانروائے مطلق تھے، ان کے عہد مین بہت سی نئی باتین پیدا ہوئین، حضرت ابوسعید سفر کرکے ان کے پاس گئے، اور تمام خرابیان گوش گذار کین[7]

ایک مرتبہ انھین سے، انصار کے متعلق گفتگو آئی، تو کہا کہ آن حضرت نے ہم کو تکلیفون پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے، امیر نے کہا تو صبر کیجئے[8]

---

[1] ۹۰ و ۹۱ [2] مسند ص ۴۳ [3] مسند ۵۱ [4] ۶۹ و ۷۲ [5] مسند ۱۵ [6] مسند ص ۵ ج ۳ [7] مسند ص ۷۱ و ۷۶ [8] مسند ص ۹۳، ۸۹

مروان سے فضیلت صحابہ کی حدیث بیان کی، بولا کیا جھوٹ بکتے ہو، زید بن ثابت اور رافع بن خدیج بھی اسکے تخت پر بیٹھے تھے، فرمایا ان سے پوچھو، لیکن یہ کیون بتائین گے، ایک کو صدقہ کی افسری سے معزول ہونے کا خوف ہوگا، دوسرے کو یہ ڈر ہوگا کہ تبش لب سے ریاست قوم چھنتی ہے، مروان نے مارنے کو درہ اُٹھایا، تو دونون بزرگون نے ان کی تصدیق کی[۱]

اسی طرح اس نے عید کے دن منبر نکلوایا، اور نماز سے قبل خطبہ پڑھا، ایک شخص نے اُٹھ کر ٹوکا کہ دونون باتین خلاف سنت ہین، بولا کہ اگلا طریقہ متروک ہوچکا حضرت ابوسعید نے فرمایا جاہے کچھ ہو مگر اس نے اپنا فرض ادا کردیا، مین نے آنحضرتؐ سے سنا کہ جو شخص امر منکر دیکھے تو اس کو ہاتھ سے دفع کرنا چاہئے، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو زبان سے، اور یہ بھی نہین تو کم از کم دل سے ضرور برا سمجھے[۲]

امر بالمعروف کے ولولہ کا یہ حال تھا کہ یہی مروان، حضرت ابوہریرہ کے ساتھ بیٹھا تھا، ایک جنازہ سامنے سے گذرا، حضرت ابوسعید بھی شامل تھے، دیکھا تو دونون جنازہ کے لئے نہین اُٹھے، فرمایا اے امیر! جنازہ کے لئے اُٹھ، کیونکہ آنحضرتؐ اٹھا کرتے تھے، مروان یہ سنتے ہی کھڑا ہوگیا[۳]

مصعب بن زبیر مدینہ کا حاکم مقرر ہوا، عید الفطر مین دریافت کرایا کہ آنحضرتؐ کیا کرتے تھے فرمایا خطبہ سے قبل نماز پڑھاتے تھے، چنانچہ اُس دن اسی قول پر عمل کیا[۴]

شہر بن حوشب کو سفر طور کا خیال دامن گیر ہوا، ملاقات کو آئے، ارشاد ہوا کہ تین مسجدون کے علاوہ شد رحال کی ممانعت ہے[۵]

ابن ابی صعصعہ مازنی کو جنگل پسند تھا، ان کو ہدایت کی کہ وہان زور سے اذان دین کہ تمام جنگل نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھے[۶]

نہی عن المنکر کی یہ کیفیت تھی کہ ان کی بہن متواتر بلا اکل و شرب روزے رکھتی تھین،

---

[۱] مسند ۳، ۲۲ [۲] مسند ص ۱ ج ۳، [۳] مسند ص ۱، ۴۷، [۴] مسند ص ۹۰، [۵] مسند ۹۳، [۶] مسند ۳۵

آن حضرتؐ نے ایسے روزوں کی ممانعت فرمائی ہے، حضرت ابوسعیدؓ ان کو ہمیشہ منع کرتے تھے[1]
سنت کے پورے متبع تھے، حضرت ابوہریرہؓ ایک مسجد میں نماز پڑھایا کرتے تھے، بیمار ہوگئے یا
یا کسی سبب سے نہ آسکے تو ابوسعید خدری نے امامت کی، اُنھوں نے جس طرح ہم لوگ نماز پڑھتے
ہیں، پڑھائی، لوگوں نے باہم اختلاف کیا، وہ منبر کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں نے جس طرح
رسول اللہؐ کو پڑھتے دیکھا ہے، تم کو بھی پڑھائی، باقی تمھارے طریقے کی مخالفت، تو اُس کی مجھے بالکل
پروا نہیں ہے[2]

نہایت دلیر تھے، گھر میں تخت بچھا تھا اور ابوسائب سے بیٹھے باتیں کر رہے تھے، ابوسائب
کو تخت کے نیچے کچھ حرکت معلوم ہوئی، دیکھا تو سانپ تھا، مارنے اُٹھے، پوچھا کیا ہوا؟ کہا سانپ ہے
فرمایا پھر ارادہ کیا ہے؟[3] کہا ماروں گا، فرمایا بیٹھو[4]

مزاج میں بردباری اور تحمل تھا، پاؤں میں درد ہو رہا تھا، پیر پر پیر رکھے لیٹے تھے، بھائی
آئے، اور اسی پاؤں پر ایک ہاتھ مارا جس سے درد بڑھ گیا لیکن اُنھوں نے نہایت نرم لہجہ میں کہا،
تم نے مجھے تکلیف پہونچائی، جانتے تھے کہ درد ہے، جواب ملا ہاں، لیکن رسول اللہؐ نے اس طرح لیٹنے
کی ممانعت فرمائی ہے[5]

لیکن ناحق باتوں پر غصہ بھی آجاتا تھا، حج کو جا رہے تھے، ایک درخت کے نیچے قیام ہوا، ابن
صیاد بھی کہ جس کے دجال ہونے میں خود آن حضرتؐ کو شک تھا، اسی درخت کے نیچے ٹھہرا تھا، اُن کو
بُرا معلوم ہوا، لیکن خاموش ہو رہے، اُس نے خود چھیڑ کر اپنی مظلومیت کی داستان سنائی، ان کو
رحم آیا، مگر جب ایک خلاف واقع دعویٰ کیا، تو بگڑ کر فرمایا تبا لک سائر الیوم[6]

سادگی اور بے تکلفی، فطرت ثانیہ تھی، ایک جنازہ میں بلائے گئے، سب سے اخیر میں پہونچے

---

[1] مسند ۹، ۱۵ [2] مسند ۱۸، [3] ص ۱۴۱ سند ج ۳ [4] صحیح مسلم ص ۲۶۵ ح ۲، [5] مسند ص ۴۲، [6] (۵۱) مسند ص ۴۳،

لوگ بیٹھ چکے تھے، ان کو دیکھ کر اٹھے اور جگہ خالی کردی، فرمایا یہ ٹھیک نہیں، انسان کو کشادہ مقام میں بیٹھنا چاہئے، چنانچہ سب سے الگ کھلی جگہ میں بیٹھ گئے[۱]

ابو سلمہ سے یارانہ تھا، انھوں نے آواز دی، چادر اوڑھے نکل آئے، کہا ذرا باغ تک چلئے آپ سے باتیں کرنا ہیں، چنانچہ ساتھ ہوئے[۲]، اس واقعہ میں یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ ابو سلمہ تابعی اور وہ صحابی ہیں، اس کے ماسوا ابو سلمہ کو شرف تلمذ بھی حاصل ہے،

یتیموں کی پرورش کرتے، لیث او سلیمان بن عمرو بن عبد العتواری انھیں کے تربیت یافتہ تھے[۳]

تفریح کرتے، آنحضرت دوشنبہ کو قبا تشریف لیجاتے تھے، وہ بھی ساتھ گئے تھے، اس میں تفریح کے ساتھ ورزش بھی ہوتی تھی، کیونکہ قبا مدینہ سے ۳ میل ہے[۴]

ہاتھ میں چھڑی لیتے تھے، پتلی چھڑیاں زیادہ پسند تھیں، کھجور کی شاخیں لاتے اور ان کو سیدھا کرکے چھڑی بناتے، یہ بھی آنحضرت کا اتباع تھا[۵]

حضرت ابو مسعودؓ بدری

نام ونسب عقبہ نام، ابو مسعود کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے عقبہ بن عمر بن ثعلبہ بن اسیرہ بن عسیرہ بن عطیہ بن خدارہ بن عوف بن حارث بن خزرج،

اسلام عقبہ ثانیہ میں اسلام قبول کیا اور دین حنیفی کے پرجوش داعی ثابت ہوئے.

غزوات اور عام حالات تمام غزوات میں شرکت کی، عام خیال یہ ہے کہ بدر میں شریک نہ تھے، صرف بدر کی سکونت سے بدری مشہور ہو گئے، لیکن یہ صحیح نہیں، امام شعبہ، بخاری، مسلم انکی

[۱] مسند ص ۱۸، [۲] مسند ص ۶، [۳] مسند ص ۱۱ و ۳۴، [۴] مسند ج ۲ ص ۴۲، [۵] مسند ص ۶۵، [۶] مسند ص ۱۳۰ ج ۴

شرکتِ بدر کا اعتراف کرتے ہیں امام بخاری نے جامع صحیح میں اس کی طرف صاف طور پر اشارہ بھی کیا ہے [۱]

اس کے ماسوا بیعت عقبہ کی شرکت پر تمام ائمۂ فن متفق ہیں، پھر بدر سے غائب ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

عہدِ نبوت اور خلفاء ثلاثہ کے زمانہ تک مدینہ میں اقامت پذیر رہے، کچھ دنوں بدر میں سکونت کی، حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں کوفہ میں قیام کیا [۲] یہاں ایک مکان بھی بنوایا تھا [۳]

جناب امیر کے احباب خاص میں تھے، جنگ صفین میں روانہ ہوئے تو ان کو کوفہ میں اپنا جانشین بنا کر چھوڑ گئے، واپسی تک کوفہ انھیں کی ذات سے مرکز امارت رہا [۴]

صفین کی لڑائی ختم ہوئی تو وطن (مدینہ) کی محبت نے اپنی طرف کھینچا، منزل سفر طے کر کے مدینہ آئے، اور یہیں مقیم ہو گئے،

وفات | سنہ۴۰ھ میں انتقال کیا بعض کا خیال ہے کہ امیر معاویہ کے اخیر زمانہ خلافت تک موجود تھے لیکن یہ غلطی سے خالی نہیں، تاہم اس قدر یقینی ہے کہ مغیرہؓ بن شعبہ کی ولایت کوفہ کے وقت زندہ تھے جس کا زمانہ قطعاً سنہ۴۰ھ کے بعد تھا،

اولاد | لڑکے کا نام بشیر تھا، ایک لڑکی تھیں جو امام حسن علیہ السلام کو منسوب تھیں زید الجبین کے بطن سے تولد ہوئے تھے، (دیکھو سنہ۱۹۱ ح ۲)

بشیر آنحضرتؐ کے زمانہ میں یا کچھ بعد پیدا ہوئے تھے،

فضل و کمال | حضرت ابو مسعودؓ ان صحابہ میں ہیں جن کی بدولت حدیث نبوی نے عالمگیر وسعت پائی، راویانِ حدیث کے تیسرے طبقہ میں ان کا شمار ہے، اور کتب حدیث میں (۱۰۲) روایتیں ان کی

[۱] بخاری ص ۱۰۵ ج ۲، [۲] اصابہ ص ۲۵۲ ج ۴، [۳] استیعاب ص ۱۰۸ ج ۲، [۴] اصابہ ص ۲۵۲ ج ۴،

موجود ہیں، رواۃ میں تابعین کے کئی طبقے داخل ہیں، جن میں مشہور لوگوں کے نام یہ ہیں،

بشیر، عبداللہ بن یزید خطمی، ابووائل، علقمہ، قیس بن ابی حازم، عبدالرحمن بن یزید نخعی، یزید بن شریک تیمی، محمد بن عبداللہ بن زید بن عبدربہ انصاری،

اخلاق | مطلع اخلاق دو چمکتے ہوئے ستاروں کا نمائش گاہ تھا، اثرپذیری اور امر بالمعروف

اثرپذیری کا یہ عالم تھا کہ اپنے غلام کو مار رہے تھے، پیچھے سے آواز آئی، ابومسعود ذرا سوچ کر ایسا کرو، جس خدا نے اس پر تم کو قادر کیا، اس کو تم پر بھی قدرت دے سکتا ہے! یہ آنحضرت صلعم کی آواز تھی، دل پر خاص اثر پڑا، قسم کھا کر عرض کی کہ آیندہ کسی غلام کو نہ ماروں گا، اور اس کو آزاد کرتا ہوں[1]،

امر بالمعروف کا فرض نہایت جوش سے ادا کرتے تھے، مغیرہ بن شعبہ، امیر کوفہ تھے، نماز عصر دیر میں پڑھائی، تو اٹھ کر گئے اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلعم، نماز پنجگانہ حضرت جبریل کے بتانے کے مطابق پڑھتے تھے، اور فرماتے تھے، کہ ھٰذا امرت[2]

سنت کی پوری اتباع کرتے تھے ایک روز لوگوں سے کہا کہ جانتے ہو؟ رسول اللہ کس طرح نماز پڑھتے تھے، پھر خود نماز پڑھا کر بتائی[3]،

نماز میں خوب مل کر کھڑے ہونا، رسول اللہ صلعم کی سنت ہے، لوگوں نے اس کو چھوڑا تو فرمایا اس کا فائدہ یہ تھا کہ باہم اتفاق تھا، اب تم لوگ دور دور کھڑے ہوتے ہو، اسی وجہ سے تو اختلاف پیدا ہو گیا ہے[4]

---

[1] مسند ص ۲۷۳ ج ۴، ح ۵ [2] صحیح بخاری ص ۷۱ ج ۲ [3] مسند ص ۱۲۲ ج ۴

حضرت ابوقتادہ رضؓ

نام ونسب | حارث نام، ابوقتادہ کنیت، فارس رسول اللہ لقب، قبیلۂ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہین، نسب نامہ یہ ہے، حارث بن ربعی بن بلدمہ بن خناس بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب ابن سلمہ بن زید بن جشم بن خزرج، والدہ کا نام کبشہ بنت مطہر بن حرام تھا، اور بنو سلمہ مین سواد بن غنم کے خاندان سے تھین

ہجرت سے تقریباً ۱۸ سال پیشتر مدینہ مین پیدا ہوئے

اسلام | عقبۂ ثانیہ کے بعد اسلام قبول کیا،

غزوات | غزوۂ بدر مین شریک نہ تھے، احد، خندق اور تمام غزوات مین شرکت کی،

ربیع الاول ۶ھ مین غزوہ ذی قرد یا غابہ پیش آیا، اس مین ان کی شرکت نہایت نمایان تھی، آنحضرتؐ کی اونٹنیان ذی قرد نامی ایک موضع مین چرا کرتی تھیں، آنحضرتؐ کے غلام جن کا نام رباح تھا اس کے نگران تھے، چند غطفانی اونٹنیون کو آکر ہانک لے گئے، اور چرواہون کو قتل کر دیا، سلمہ بن اکوع ایک مشہور صحابی تھے، انھون نے سنا تو عرب کے عام قاعدہ کے موافق مدینہ کی سمت رخ کر کے ''یا صباحاہ'' کے ۳ نعرے مارے، اور رباح کو، آنحضرتؐ کے پاس دوڑایا، خود غطفانیون کے تعاقب مین رہے، آنحضرتؐ نے مدد کے لئے ۳ سوار بھیجے اور پیچھے خود بھی روانہ ہوئے، سلمہ منتظر تھے، نظر اٹھی تو اخرم اسدی ان کے پیچھے ابوقتادہ انصاری اور ان کے پیچھے مقداد کندی گھوڑے اڑاتے چلے آرہے تھے غطفانی سوارون کو دیکھ کر فرار ہوئے، لیکن اخرم کو شوق شہادت دامن گیر تھا، غطفانیون کے پیچھے ہوئے عبدالرحمن غطفانی اور ان مین لڑائی کی نوبت آئی جس مین ان کو مرتبۂ شہادت حاصل ہوا،

عبدالرحمن ان کا گھوڑا لیکر جانا چاہتا تھا کہ ابوقتادہ پہونچ گئے، اور بڑھ کر نیزہ کا وار کیا، جس سے اس کا بھی قصہ پاک ہوگیا، یہان سے لوٹے تو رسول اللہ صلعم سے ملاقات ہوئی، آپ نے قصہ سن کر فرمایا کان خیر فرساننا الیوم ابوقتادہ! یعنی آج ابوقتادہ بہترین سوار تھے[1]

شعبان ۸ھ مین آنحضرتؐ نے نجد کے ایک مقام خضرہ کی جانب ۱۵ آدمیون کو روانہ فرمایا، حضرت ابوقتادہؓ ان کے امیر تھے، چونکہ چھاپہ مارنا مقصود تھا، اس لئے رات بھر چلتے اور دن کو کہین چھپ رہتے تھے، خضرہ مین قبیلہ غطفان آباد تھا، جو غارت گر امن وامان اور مسلمانون کا قدیم دشمن تھا، حضرت ابوقتادہؓ موقع پاکر اچانک جا پڑے، قبیلہ طاقتور تھا، بہت سے آدمی جمع ہوگئے، اور میدان کارزار گرم ہوگیا، لیکن حضرت ابوقتادہؓ نے لوگون سے کہدیا کہ جو تم سے لڑے اس کو مارنا، ہر شخص سے تعرض ضرور نہین،

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ کا جلد خاتمہ ہوگیا، اور ۱۵ دن کے بعد سالماً وغانماً مدینہ واپس آئے مال غنیمت یہ تھا، اونٹ ۲۰۰، بکری ۲۰۰۰، بہت سے قیدی،

تمام مال کا خمس نکال کر باقی وہین تقسیم کرلیا گیا، حضرت ابوقتادہؓ کے حصہ مین ایک حسین لڑکی بھی آئی تھی، آنحضرتؐ نے ان سے اپنے لئے مانگی اور محمیہ بن جزء کو دیدی[2]

اس کے کچھ ہی دنون کے بعد رمضان کے مہینہ مین ۸ آدمیون کا ایک سریہ بطن اضم کی طرف بھیجا، حضرت ابوقتادہؓ اس کے بھی سرگروہ تھے، بطن اضم ذی خشب اور ذی مروہ کے درمیان مدینہ سے ۳ منزل کا فاصلہ پر مکہ کی جانب واقع ہے، آنحضرتؐ مکہ پر لشکر کشی کا ارادہ کرچکے تھے، ان لوگون کے بھیجنے کا یہ مدعا تھا، کہ لوگون کو مکہ کا خیال نہ آئے، اور لڑائی سے پہلے یہ راز کسی طرح فاش نہ ہو، ذی خشب پہونچکر معلوم ہوا کہ رسول اللہ مکہ روانہ ہوگئے، یہ لوگ دہان سے چلے اور

---

[1] صحیح مسلم ص ۱ اج ۲، [2] طبقات حصہ مغازی ص ۹۶،

اور بقیا میں آں حضرتؐ کے لشکر کے ساتھ شریک ہو گئے،[۱]

فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین واقع ہوا۔ لڑائی نہایت سخت تھی، یہاں تک کہ بڑے بڑے جانبازوں کے قدم اکھڑ گئے تھے، لیکن حضرت ابو قتادہؓ نے اس میں نہایت شجاعت دکھائی ایک مسلمان اور مشرک میں لڑائی ہو رہی تھی، دوسرا مشرک پیچھے سے حملہ کی فکر میں تھا حضرت ابو قتادہؓ نے مسلمان کو تنہا دیکھ کر اس پر پیچھے سے حملہ کیا، تلوار کندھے پر پڑی جو زرہ کاٹتی ہوئی آ کر ہاتھ تک پہونچی، ہاتھ صاف آ گیا، وہ دوسرے ہاتھ سے ان سے دست و گریبان ہوا۔ آدمی تنومند تھا، اس زور سے دبایا کہ ان کے حواس جاتے رہے، لیکن خون زیادہ نکل چکا تھا، انھوں نے موقع پا کر قتل کر دیا، خود کہتے ہیں کہ مجھے جان کے لالے پڑ گئے تھے، لیکن قضا اس کی آئی تھی، مکہ کا ایک آدمی ادھر سے گذر رہا تھا، یہ ہٹے تو اس نے سارا سامان اتار لیا، اس وقت لشکر اسلام میں عجیب سراسیمگی طاری تھی، لوگ میدان سے ہٹ رہے تھے، یہ بھی اسی طرف چلے، ایک مقام پر حضرت عمرؓ کچھ آدمیوں کے ساتھ کھڑے تھے، پوچھا کیا بات ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا خدا کی مرضی، اتنے میں لوگ پلٹ پڑے اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا،

لڑائی کے بعد آں حضرتؐ نے اعلان کیا، کہ جس نے جس کافر کو مارا ہو اس کا مال و متاع ثبوت دینے پر اس کو دلا یا جائیگا، ابو قتادہؓ نے اٹھ کر کہا میری نسبت کون شہادت دیتا ہے، کسی طرف سے آواز نہ آئی، ۳ مرتبہ ایسا ہی ہوا تو آں حضرتؐ نے فرمایا، ابو قتادہ! کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے سارا قصہ گوش گذار کیا، ایک شخص بولا سچ کہتے ہیں، اسکا سامان میرے پاس ہے لیکن ان کو راضی کر کے مجھے دلا دیجئے حضرت ابو بکرؓ نے کہا واہ! اس بے انصافی کا کیا ٹھکانا، خدا کا شیر مارے اور مال سے محروم رہے اور قریش کی ایک چڑیا مفت میں مزے اڑائے، آں حضرتؐ نے فرمایا حقیقت یہی ہے، بہتر ہے

---

[۱] طبقات حصہ مغازی ص ۹۶،

کہ ان کا مال دیدو،

حضرت ابوقتادہ نے اس کو فروخت کر کے بنوسلمہ میں ایک باغ خریدا، اسلام لاکر جائداد خریدنے کی یہ پہلی بسم اللہ تھی[۱]

عام حالات | عہدِ نبوت کے بعد خلفائے راشدین میں سے حضرت علی علیہ السلام کے زمانۂ مبارک میں، امارتِ مکہ پر نامزد ہوئے تھے، لیکن پھر کسی وجہ سے قثم بن عباس امیر بنائے گئے، یہ ۳۶ھ کا واقعہ ہے، اسی سنہ میں جنگ جمل اور دوسرے سال صفین کا معرکہ ہوا، وہ دونوں میں شریک ہوئے ۳۸ھ میں خوارج نے علمِ بغاوت بلند کیا، جناب امیرؓ نے نہروان پہونچکر مقابلہ کیا، حضرت ابوقتادہ اس میں پیادوں کے افسر تھے،

وفات | سنہ وفات میں سخت اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ۳۸ھ ہے، ان لوگوں کے خیال میں کوفہ میں انتقال کیا تھا، اور جناب امیر علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھائی تھی، جس میں ۶ یا ۷ تکبیریں کہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ ۵۰ھ اور ۶۰ھ کے درمیان انتقال کیا، امام بخاریؒ نے اوسط میں بھی لکھا ہے اور اس پر دلائل قائم کئے ہیں،

حلیہ | حلیہ مفصل مذکور نہیں، اتنا معلوم ہے کہ گردن تک بال رکھتے تھے، جس کو جمہ کہتے ہیں، کبھی کبھی کنگھی کرتے، آں حضرت صلعم نے پراگندہ سر دیکھا تو فرمایا ذرا ان کو تو درست کرو، آدمی بال رکھے، تو ان کی خبر گیری بھی کرے، ورنہ رکھنے سے کیا فائدہ؟ اس سے تو گھٹا ہوا سر اچھا ہے،

اولاد | چار بیٹے تھے، عبداللہ، معبد، عبدالرحمن، ثابت، موخرالذکر ام ولد سے تولد ہوئے تھے، بیوی کا نام سلافہ بنت براء بن معرور بن صخر تھا[۲]، خاندان سلمہ کے نہایت ممتاز گھرانے سے تھیں، خود صحابیہ تھیں، اور جلیل القدر صحابی کی لڑکی تھیں،

۱؎ صحیح بخاری ص ۱۸ ۱ ج ۲، و مسند احمد ص ۳۰۶ ج ۵، ۲؎ طبقات ابن سعد ص ۲۰۲ ج ۵،

فضل وکمال حضرت ابو قتادہؓ کی زندگی مقدس نشر قرآن اور اشاعت حدیث مین بسر ہوئی، حدیث مین ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ باایں ہمہ کہ برسون رسول اللہؐ کے فیض صحبت سے فائدہ اٹھایا تھا، روایت حدیث مین سخت احتیاط کی، آن حضرتؐ سے ایک مرتبہ منبر پر کذب علی الرسول کی حدیث سنی تھی، اس کا نتیجہ بیان حدیث مین حزم واحتیاط کی شکل مین نمودار ہوا[۱]

"تابعین کی ایک مجلس مین حدیث کا چرچا تھا، ہر شخص قال رسول اللہ کذا، قال رسول اللہ کذا کہہ رہا تھا، حضرت ابو قتادہؓ نکلے تو کہا بدبختو! منہ سے کیا نکال رہے ہو؟ آن حضرتؐ نے جھوٹی حدیث بیان کرنے والون کو جہنم کی وعید سنائی ہے[۲]

روایتون کی تعداد باایں ہمہ تشدد ۱۷۰ ہے راویون مین صحابۂ کبار اور تابعین عظام داخل ہین، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت جابر بن عبداللہ، ابو محمد نافع بن الاقرع (ان کے آزاد کردہ تھے) سعید بن کعب بن مالک (بہو کے بھائی تھے) کبشہ بنت کعب بن مالک (بہو تھین) عبد اللہ بن رباح، عطاء بن یسار، ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف، عمر بن سلیم زرقی، عبد اللہ بن معبد زمانی، محمد بن سیرین، نبہان مولی التوامہ، سعید بن مسیب، ابن منکدر، کہ سپہر حدیث کے آفتاب وماہتاب ہین، ان کے لمعات فضل سے مستغنی نہین،

اخلاق وعادات اخوت اسلامی کا یہ عالم تھا کہ ایک انصاری کا جنازہ آن حضرتؐ کے پاس نماز کے لئے لایا گیا، پوچھا اس پر قرض تو نہین، لوگون نے کہا دو دینار (۱۰ روپے) ہین، فرمایا کچھ چھوڑا بھی ہے؟ جواب ملا کچھ نہین، ارشاد ہوا کہ تم لوگ نماز پڑھ لو، حضرت ابو قتادہؓ نے عرض کی، یا رسول اللہ! اگر مین قرض ادا کردون تو آپ نماز پڑھائین گے، فرمایا ہان، ابو قتادہؓ اٹھے جا کر قرض ادا کیا، اور آن حضرتؐ کو خبر کی، آپ نے جنازہ منگا کر نماز پڑھی[۳]

---

(۱) مسند ابن حنبل ص ۲۹۷ ج ۵، (۲) مسند ص ۳۱۰ ج ۵، (۳) مسند ۲۹۷ و ۳۰۲، ۳۱۱ ج ۵،

ایک مسلمان پر قرض آتا تھا یہ تقاضا کرنے جاتے تو وہ چھپ رہتا، ایک روز گئے تو گھر میں موجود تھا، اُس کے بچے سے پوچھا اُس نے کہدیا کہ گھر میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں، پکارا کہ نکلو مجھے معلوم ہو گیا، اب چھپنا بیکار ہے، وہ آیا تو چھپ رہنے کی وجہ پوچھی، اسنے کہا بات یہ ہے کہ میں نہایت تنگدست ہوں، میرے پاس کچھ نہیں اس کے ساتھ عیال دار بھی ہوں، کہا تم کو خدا کی قسم ایسا ہی ہے، بولا ہاں، حضرت ابو قتادہؓ آبدیدہ ہو گئے، اور اُس کا قرض معاف کر دیا،[۵۱]

حضرت ابو بکرؓ نے قتال مرتدین کے لئے لشکر بھیجا تھا حضرت خالد کو لکھا کہ مالک بن نویرہ یربوعی کی طرف جائیں، انھوں نے کسی وجہ سے مالک کو قتل کر ڈالا حضرت ابو قتادہؓ نے بارگاہ خلافت میں عرض کی کہ میں ان کی ماتحتی میں نہ رہوں گا، انھوں نے ایک مسلمان کا خون کیا ہے،[۵۲]

امر بالمعروف کا جوش اندازہ سے باہر تھا،[۵۳]

ایک مرتبہ چھت پر کھڑے تھے، ستارہ ٹوٹا، لوگ دیکھنے لگے، فرمایا اس کا زیادہ دیکھنا منع ہے

محبت رسول کا یہ حال تھا، کہ اپنا مال وجان بھی اس کے سامنے ہیچ تھا، ایک سفر میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھے، آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ پانی کی خبر لو ورنہ سویرے پیاسے اُٹھو گے لوگ پانی ڈھونڈھنے نکل گئے لیکن حضرت ابو قتادہؓ، ہوکب نبوی کے ساتھ رہے، آنحضرتؐ اونٹ پر سو رہے تھے، اونگھ میں کسی طرف جھکتے، یہ بڑھ کر ٹیک لگا دیتے، ایک دفعہ گرنے کے قریب تھے انھوں نے ٹیک لگائی تو آنکھ کھل گئی، فرمایا کون؟ عرض کیا ابو قتادہ، فرمایا کب سے میرے ساتھ ہو، کہا شام سے، آنحضرتؐ نے دعا دی کہ حفظک اللہ کما حفظت رسولہ یعنی جس طرح تم نے میری نگہبانی کی، خدا تمھارا نگہبان رہے،[۵۴]

فطرتاً نہایت رحیم تھے، جانوروں تک پر رحم کرتے تھے، اپنے بیٹے کے گھر گئے، بہو نے

---

[۵۱] مسند ج ۵، ۳۰۸ [۵۲] تاریخ یعقوبی ص ۱۴۸ ج ۲، [۵۳] ۲۹۹، مسند ج ۵، [۵۴] مسند ۲۹۸ ج ۵،

وضو کے لئے پانی رکھا، بلی آئی اور منہ ڈالکر پانی پینے لگی حضرت ابو قتادہؓ نے بھگانے کے بجائے برتن اُس کی طرف جھکا دیا کہ خوب اچھی طرح پی لے، بہو کھڑی ہوئی یہ تماشا دیکھ رہی تھیں، کہا بیٹی اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ وہ نجس نہیں، وہ تو گھروں کی آنے جانے والی ہے"(۱)

شکار کا بیحد شوق تھا، آنحضرتؐ کے ہمراہ مکہ جارہے تھے، راستہ سے کچھ ساتھیوں کو لیکر الگ ہوگئے، علاقہ پہاڑی تھا، اور ان کو پہاڑ پر تیزی سے چڑھنا آتا تھا دوستوں کو لیکر پہاڑ پر تفریحاً چڑھے، یکایک سب کی نظریں ایک جانب اٹھیں، تو ایک جانور نظر آیا، انھوں نے بڑھ کر دیکھا، پھر پوچھا بتاؤ کون جانور ہے؟ لوگوں نے کہا ٹھیک نہیں بتا سکتے، بولے گورخر ہے کہا ہاں سچ کہتے ہو، پہاڑ پر چڑھتے وقت کوڑہ بھول آئے تھے، ساتھیوں سے کہا میرا کوڑہ اٹھالاؤ، یہ لوگ احرام باندھے چلتے تھے، اس بناء پر صاف انکار کیا، کہا اچھا نیزہ دیدو، وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے تو خود گھوڑے سے اتر کر نیزہ اٹھایا اور اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے گورخر کو مار کر ساتھیوں کو آواز دی کہ اس کے اٹھانے میں ہاتھ بٹاؤ لیکن سب نے صاف جواب دیدیا آخر خود اٹھا کر لائے، اور گوشت پکایا، لوگوں کو کھانے میں بھی تامل تھا،

بعضوں نے کھایا اور بعض اخیر تک نہ کھانے پر مصر رہے، حضرت ابو قتادہؓ نے کہا اچھا تھوڑی دیر میں بتاؤنگا، رسول اللہ صلعم سے چل کر پوچھتا ہوں، ملاقات ہوئی تو اس واقعہ کا تذکرہ کیا، آنحضرتؐ نے فرمایا اس کے کھانے میں کیا مضائقہ؟ خدا نے تمہارے ہی لئے بھیجا تھا، اگر کچھ باقی ہو تو میرے سامنے لاؤ، لوگوں نے پیش کیا، آپ نے صحابہ سے فرمایا اس کو کھاؤ۔

نہایت ملنسار تھے، احباب کا ایک حلقہ قائم کیا تھا، حدیبیہ میں جب آنحضرتؐ کے ساتھ

---

(۱) مسند ص ۳۰۳، (۲) صحیح بخاری ص ۵۲۰، ۲۶ و شرح الساری ج ۹،

مکہ جارہے تھے، راستہ مین یار دوست ہنستے اور مذاق کرتے جاتے تھے، ابو محمد بھی ان کی مجلس کے ایک رکن تھے[1]

خواب بہت دیکھتے تھے، بسا اوقات مہیب اور خوفناک تخیلات سے سوتے مین ڈر جاتے اور بیمار پڑجاتے تھے، لیکن بعد مین یہ بات جاتی رہی تھی[2]

حضرت اسیدؓ بن حضیر

نام و نسب — اسید نام، ابو یحییٰ وابو عتیک کنیت، قبیلۂ اوس کے خاندان اشہل سے مین، نسب نامہ یہ ہے، اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک بن رافع بن امرء القیس بن زید بن عبد الاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، ماں کا نام ام اسید بنت السکن تھا،

حضرت اسید کے والد حضیر، قبیلۂ اوس کے سردار تھے، ایام جاہلیت مین اوس وخزرج مین جو لڑائیاں ہوئین، حضیر ہی کے زیر قیادت ہوئین، جنگ بعاث مین کہ تمام لڑائیون کا نچوڑ تھی سپہ سالاری کا علم انھین کے ہاتھ مین تھا،

انھون نے نہایت ہوشیاری سے اپنا کام انجام دیا، خزرج کی ریاست عمرو بن نعمان بن جبلہ کے سپرد تھی، وہ نہایت تدبیر سے فوجون کو لڑا رہا تھا، اور اوسی شکست کھا رہے تھے، یہ دیکھ کر حضیر نے انتہائی ثبات قدم کا ثبوت دیا اور خود مقابلہ کو بڑھے جس مین عمرو مارا گیا اور اوس کو کامیابی نصیب ہوئی یہ ہجرت سے ۵ سال قبل کا واقعہ ہے،

---

[1] سعد ۱۰۱ [2] مسند ص ۲۹۵ ج ۵، [3] مسند ۳۴۲، ج ۵،

اسلام | اُس کے ۲ سال بعد بعیت عقبہ ہوئی اور حضرت مصعبؓ بن عمیر اشاعت اسلام کے لئے مدینہ تشریف لائے، حضرت اسید ابھی تک مسلمان نہوئے تھے۔

حضرت مصعبؓ نے اسعدؓ بن زرارہ کے مکان مین قیام کیا تھا، وہ وہان ظفر کے قبیلہ مین بیٹھکر قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے، بنو ظفر کے مکانات عبد الاشہل سے متصل واقع تھے، ایک روز باغ مین مسلمانون کو تعلیم دیرہے تھے، سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر کو خبر ہوگئی، سعد نے اسید سے کہا کہ اُنکو جاکر منع کردو کہ ہمارے محلہ مین آیندہ نہ آئین، اگر اسعد بن زرارہ بیچ مین نہ ہوتے تو مین خود چلتا، اسید نیزہ اُٹھاکر باغ کی طرف اسلام کا قلع قمع کرنے روانہ ہوئے، کارکنان قضا نے کہا مصرعہ

- آمد آن یارے کہ ما می خواستیم -

حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے ان کو آتا دیکھکر داعی اسلام سے کہا کہ یہ اپنی قوم کے سردار ہین اور آپ کے پاس آرہے ہین، ان کو مسلمان بناکے چھوڑیے گا، اسید آئے اور کھڑے ہوکر پوچھا، تم ہمارے کمزور لوگون کو بیوقوف کیون بناتے ہو؟ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو ابھی یہان سے چلے جاؤ، مصعبؓ پر اس کا کیا اثر ہوسکتا تھا، فرمایا آپ بیٹھکر پہلے میری بات سن لین، اگر پسند ہو تو خیر ورنہ جو مزاج مین آئے کیجئیگا، اسید بیٹھ گئے اور مصعبؓ نے اسلام کی حقیقت بیان کرکے کلام پاک کی چند آیتین پڑھین، جن کو سُنکر اُن پر خاص اثر طاری ہوا، اور بے اختیار منہ سے نکلا کہ اس دین مین کیونکر داخل ہوسکتا ہون؟ جواب دیا پہلے نہانا ضروری ہے پھر کپڑے پاک کرنا، کلمہ پڑھنا، اور نماز پڑھنا، اسید اُٹھے اور نہاکر مسلمان ہوئے، چلتے وقت کہا مین جاتا ہون اور دوسرے سردار کو بھیجتا ہون ان کو بھی مسلمان کرنا، وہان سے سعد بن معاذ کے پاس آئے اور ان کو روانہ کیا،

یہ عقبہ ثانیہ سے پہلے کا واقعہ ہے، بعیت عقبہ ہوئی تو خود بھی شریک ہوئے، آنحضرتؐ نے

ان کو عبدالاشہل کا نقیب تجویز فرمایا،

غزوات اور دیگر حالات	زید بن حارثہ کو کہ مہاجری اور بڑے رتبہ کے صحابی تھے، آن حضرتؐ نے ان کا اسلامی بھائی بنایا،

غزوات مین سے بدر کی شرکت مین اختلاف ہے، احد مین شریک تھے، اور ۷، زخم کھائے تھے، لڑائی کی شدت کے وقت جب تمام مجمع رسول اللہؐ کے پاس سے ہٹ گیا تو یہ ثابت قدم رہے تھے،

غزوۂ خندق مین لڑائی ختم ہونے کے بعد بھی، مسلمان ۱۰ روز تک محصور رہے مشرکین شبخون کے ارادہ سے راتون کو گشت لگاتے تھے، حضرتؓ اسید نے ۲۰۰ آدمی لیکر خندق کی حفاظت کی[1]

غطفانیون نے لوٹ مار مین زیادہ سرگرمی دکھائی تھی، آن حضرتؐ نے یہ دیکھکر ان کے سردارون (عامر بن طفیل اور زید کو بلایا، دونون نے باتفاق کہا کہ مدینہ کے پھلون مین حصہ دلوائے تو اس کی تدبیر کیجا سکتی ہے، اسید بن حضیر کھڑے تھے، نیزہ سے دونون کا سر ٹھونکا، اور کہا اے لومڑی جا بھاگ؛ عامر کو یہ الفاظ ناگوار گذرے، پوچھا تم کون ہو، کہا اسید بن حضیر، سوال کیا حضیر کتائب کے بیٹے، کہا ہان، بولا کہ تمھارے باپ، تم سے اچھے تھے، جواب دیا، کبھی نہین، مین تم سے اور اپنے باپ، دونون سے اچھا ہون، کیونکہ وہ کافر مرے،

اس کے ایک سال بعد اور غزوۂ حدیبیہ سے ایک سال قبل، ابوسفیان نے آن حضرتؐ کے قتل کرنے کو ایک آدمی بھیجا تھا، اسنے چھوٹا سا خنجر کمر مین رکھا اور آن حضرتؐ کو پوچھتا ہوا، عبدالاشہل کی مسجد مین پہونچا، آن حضرتؐ نے صورت دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ دھوکا دینے آیا ہے، وہ قتل کے

---

[1] طبقات ص ۱۴۹ حصہ مغازی

ارادہ سے آپ کی طرف بڑھا حضرت اسیدؓ نے لنگی پکڑ کر کھینچی جس سے خنجر نیچے گرا سمجھا کہ اب جان کی خیریت نہیں، اُنھوں نے اس کا گریبان مضبوط پکڑ لیا تاکہ بھاگنے کا قصد نہ کر سکے [۱]

خیبر میں سلمہ بن الاکوع کے چچا عامر نے ایک یہودی پر حملہ کیا تھا، تلوار اچٹ کر خود اُن کے لگی جس سے جان بحق تسلیم ہو گئے، اسیدؓ اور بعض بزرگوں کو خیال ہوا کہ چونکہ اپنے ہاتھ سے مرے ہیں اس لئے ان کے اعمال رائگان گئے، سلمہؓ نے آنحضرتؐ سے کہا، ارشاد ہوا کہ کہنے والوں نے غلط کہا الخ دوہرا ثواب ہے [۲]

فتح مکہ میں رسول اللہؐ مہاجرین اور انصار کے ساتھ تھے، جن کا دستہ تمام لشکر کے پیچھے تھا، اس میں حضرت اسیدؓ کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ آنحضرتؐ اُن کے اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان تھے [۳]

غزوۂ حنین میں قبیلۂ اوس کا جھنڈا ان کے پاس تھا [۴]

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد بیعتِ سقیفہ میں نہایت نمایاں حصہ لیا، قبیلۂ اوس سے کہا کہ خزرج سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنا کر سیادت عامہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، اگر اس میں کامیاب ہو گئے تو تم پر ہمیشہ کے لئے تفوق حاصل کر لیں گے، اور تم کو خلافت میں کبھی حصہ نہ دیں گے، میرے خیال میں ابوبکر سے بیعت کر لینا بہتر ہے، یہ مشورہ کر کے سب کو حکم دیا کہ حضرت ابوبکرؓ سے اٹھ کر بیعت کریں، چنانچہ قبیلۂ اوس بیعت کے لئے اٹھا تو سعدؓ بن عبادہ کا تمام زور و قوت ٹوٹ گئی [۵]،

فتح بیت المقدس میں کہ ۱۶ھ کا واقعہ ہے حضرت عمرؓ کے ساتھ مدینہ سے شام گئے،

وفات ۲۰ھ میں انتقال کیا حضرت عمرؓ مسند خلافت پر تھے، خود اُن کے مکان سے جنازہ اٹھایا اور بقیع میں لا کر نماز پڑھائی، پھر وہیں دفن کیا،

قرض حضرت عمرؓ سے وصیت کی تھی کہ جائداد اپنے ہاتھ میں لیکر قرض ادا کریں، اس کی یہ آسان

---

[۱] طبقات ابن سعد ص ۱۴، حصہ مغازی [۲] صحیح مسلم ص ۹۶ ج ۲، [۳] طبقات ص ۹۸، حصہ مغازی [۴] طبقات ص ۱۰۴، [۵] تاریخ طبری

صورت تھی کہ جائداد فروخت کردی جاتی، لیکن حضرت عمرؓ نے ایسا نہیں کیا، چار ہزار درہم قرض تھا، قرض خواہوں کو بلا کر ۱۰۰۰ درہم سالانہ پر راضی کیا، اس طرح ۴ برس میں پھل فروخت کرکے ان کا کل قرض ادا کردیا، اور جائداد سالم بچ گئی، فرماتے تھے کہ میں اپنے بھائی کے بچوں کو محتاج نہیں دیکھنا چاہتا،

اہل وعیال | بیوی نے عہد نبوی میں انتقال کیا تھا، چنانچہ حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ حج یا عمرہ سے لوگ واپس ہو رہے تھے، ذوالحلیفہ میں چند انصار کے لڑکوں نے اسیدؓ بن حضیر کو ان کی بیوی کے مرنے کی خبر سنائی، انھوں نے منہ پر کپڑا ڈال کر رونا شروع کیا، حضرت عائشہؓ نے کہا خدا آپ کی مغفرت کرے، آپ اس قدر جلیل القدر صحابی ہو کر ایک عورت کے لئے روتے ہیں، انھوں نے کپڑا اٹھایا اور کہا آپ سچ کہتی ہیں ہم کو صرف سعد بن معاذ پر رونا چاہئے، آنحضرتؐ ان باتوں کو سنتے رہے[1]۔

لڑکا غالباً ایک ہی تھا، اور اس کا نام یحییٰ تھا، صحیح بخاری باب نزول السکینۃ والملٰئکۃ عند قراۃ القرآن میں اس کا تذکرہ آیا ہے[2]

فضل وکمال | اشاعت قرآن اور نشر حدیث ان کی تمام زندگی کا لب لباب تھا، حدیث براہ راست آنحضرتؐ سے روایت کی، حضرت عائشہؓ، ابو سعید خدری، انسؓ بن مالک، ابویعلیٰ انصاری، کعب بن مالک جیسے جلیل المنزلت صحابہ، ان کے راویان حدیث کے سلسلہ میں داخل ہیں،

اخلاق وعادات | تزکیۂ باطن نے تمام حجاب اٹھا دیے تھے، ایک روز رات کو کلام پاک کی تلاوت کر رہے تھے، گھوڑا قریب بندھا تھا، وہ بدکا، انھوں نے پڑھنا بند کردیا تو وہ تھم گیا، دوبارہ پڑھا تو پھر بدکا، ان کو ڈر لگا کہ بچہ پاس لیٹا ہوا ہے، کہیں کچل نہ جائے، تیسری مرتبہ باہر نکل کر دیکھا تو

---

[1] مسند ص ۳۵۲ ج ۴، [2] بخاری ص ۵، ج ۲،

آسمان پر ایک سایہ بان نظر آیا جس میں چراغ کی طرح روشنی تھی، قرأت ختم ہوچکی تھی، اس لئے وہ اوپر چڑھتا ہوا نظر سے غائب ہوگیا، صبح اٹھ کر آنحضرت سے عرض کیا، ارشاد ہوا کہ فرشتے قرأت سننے آئے تھے، اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو لوگ ان کو روز روشن میں دیکھ سکتے تھے، [۱]

ایک رات آنحضرت کے پاس سے اُٹھے، سخت اندھیرا تھا، چھڑی ہاتھ میں تھی، ایک صحابی اور ہمراہ تھے، آگے ایک روشنی ساتھ ساتھ چلتی تھی، جب راستہ میں الگ الگ ہوئے تو روشنی بھی دونوں کے ساتھ جدا جدا ہوگئی [۲]

اس واقعہ کو لوگوں نے کراماتِ صحابہؓ میں داخل کیا ہے،

نہایت صاف گو تھے، اور اس لئے سینہ کینہ سے پاک تھا، جو بات ہوتی منہ پر کہدیتے تھے، حضرت ابوبکرؓ اس صفت کی وجہ سے تمام انصار پر فضیلت دیتے تھے،

نہایت معزز اور ذی اثر بزرگ تھے، حضرت سعدؓ بن معاذ کے بعد قبیلۂ اوس تمام تر ان کا تابع فرمان تھا، امارت کا اقتدار دیکھو کہ بیعت سقیفہ میں جبکہ پیشتر سے تمام انصار سعد بن عبادہ کے خلیفہ بنانے پر اتفاق کرکے آئے تھے، ان کی ایک جنبش لب نے تمام نظامِ خلافت درہم برہم کردیا،

انھیں عظیم الشان خدمات کے سبب آنحضرت نے فرمایا تھا، نعم الرجل اسید بن حضیر! اور حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ وہ صحابہ کے بہترین اور برگزیدہ ترین افراد میں داخل تھے

حضرت ابودجانہؓ

نام ونسب سماک نام، ابودجانہ کنیت، قبیلۂ ساعدہ سے ہیں اور سعد بن عبادہ سردار خزرج کے ابن

---

[۱] بخاری ص ۷۵۰ ج ۲، [۲] بخاری ص ۵۳۷ ج ۱

ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، سماک بن خرشہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر،

اسلام | ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے،

غزوات اور دیگر حالات | آن حضرت مدینہ تشریف لائے تو عتبہ بن غزوان سے برادری قائم کی، تمام غزوات میں شریک ہوئے،

غزوۂ احد میں آن حضرتؐ نے ایک تلوار لیکر کہا اس کا حق کون ادا کرتا ہے، ابو دجانہ بولے اسکا حق میں ادا کرونگا، آن حضرتؐ نے ان کو تلوار عنایت فرمائی[1]، بعض روایتوں میں ہے کہ انھوں نے دریافت کیا اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ مسلمان کو نہ مارنا اور کافر سے نہ بھاگنا[2]،

ابو دجانہ نے حسب معمول سر پر سرخ پٹی باندھی اور تنتے اکڑتے صفوں کے درمیان اکڑ کر کھڑے ہوئے، آن حضرتؐ نے فرمایا یہ چال اگرچہ خدا کو ناپسند ہے، تاہم ایسے موقع پر کچھ حرج نہیں[3]،

معرکہ کا وقت آیا تو نہایت پامردی سے مقابلہ کیا، اور بہت سے کافر قتل کئے، رسول اللہؐ کی حفاظت میں بہت سے زخم کھائے، لیکن میدان سے نہ ہٹے،

آن حضرتؐ اس جانبازی سے نہایت خوش تھے، مکان تشریف لائے تو حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ میری تلوار دھو ڈالو، حضرت علیؓ بھی آئے اور یہی درخواست کی، ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ آج میں خوب لڑا، آن حضرتؐ نے فرمایا اگر تم خوب لڑے تو سہل بن حنیف اور ابو دجانہ بھی خوب لڑے[4]

غزوۂ بنو نضیر میں مال و اسباب جو کچھ تھا سب رسول اللہؐ کا حصہ تھا، تاہم آپ نے چند مہاجرین وانصار کو اس میں سے حصہ عنایت فرمایا تھا، ابو دجانہؓ کو بھی زمین دی تھی جو اضین کے نام سے مال ابن خرشہ مشہور تھی[5]،

[1] صحیح مسلم ص ۳۴۶ ج ۲، [2] اصابہ ص ۵۰ ج ۷، [3] اسد الغابہ ص ۱۸۴ ج ۵، [4] ایضاً ۳ ج ۲، [5] طبقات ابن سعد

غرض تمام معرکون مین ان کی شرکت نمایان تھی مصنف استیعاب لکھتے ہین [۱]

له مقامات محمودة فی مغازی رسول الله غزوات نبوی مین ان کو ممتاز درجہ حاصل ہے

حضرت ابوبکرؓ کے عہد مین جنگ یمامہ مین نہایت جانبازی دکھائی مسیلمہ کذاب سے جو مدعی نبوت تھا مقابلہ تھا، اس کا ایک باغ تھا اور وہ اسی کے اندر سے لڑ رہا تھا مسلمان گھسنا چاہتے تھے لیکن دیوار حائل تھی، ابودجانہ تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے، اس کے بعد کہا مسلمانو! مجھ کو ادھر پھینک دو، اس ترکیب سے اگرچہ مقصد مین کامیابی ہوئی یعنی دیوار کے پار گر کے لیکن پانون ٹوٹ گیا تاہم مشرکین سے دروازہ روکے کھڑے رہے، اور جب تک مسلمان باغ مین داخل نہ ہو گئے جگہ سے نہ ہلے،

وفات | مسلمان اندر پہونچ گئے تو از سر نو جوش تازہ ہوا، باین ہمہ کہ شکستہ پا تھے مسیلمہ کو مارنے کیلئے بڑھے، اور آخر خود بھی شہید ہو گئے، [۲]

فضل وکمال | اگرچہ حضرت ابودجانہ سے حدیثین منقول نہین، تاہم ان کی نسبت، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہین، وهو من فضلاء الصحابة واکابرهم یعنی وہ فضلائے صحابہ مین تھے، اور بڑے رتبہ کے شخص تھے

اخلاق وعادات | جوش ایمان کا نظارہ جنگ یمامہ کی جانبازی مین ہو چکا ہے، انسان کو جان سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہین، لیکن صحابہ کے نزدیک ایک چیز جان سے بھی زیادہ عزیز اور بیش قیمت تھی اور وہ ایمان ہے، یہی وہ شمع تھی جس پر ابودجانہؓ پروانہ وار نثار ہو گئے،

حب رسولؐ جنگ احد مین ظاہر ہوتی ہے، جس وقت تمام مجمع آن حضرتؐ کے پاس سے منتشر ہو گیا اور چند آدمی آپ کے ساتھ رہ گئے تھے، دو آدمی آپ کے سپر بنے ہوئے تھے، مصعبؓ بن عمیر اور ابودجانہؓ، اول الذکر جان دیکر ہٹے، اور ابودجانہ نے کاری زخم کھا کر فدائیت کا ثبوت

---

[۱] کتاب مذکور ص ۶۵۲، ج ۲، [۲] اسد الغابہ ص ۳۵۴ ج ۲، [۳] الاصابہ ص ۱۸۴ ج ۵، [۴] الاصابہ ص ۳۵۲ ج ۲،

شجاعت کا اندازہ بھی انھین واقعات سے کرنا چاہئے، صاحب استیعاب لکھتے ہین کہ کان بہمۃ من البھم الابطال، یعنی ان کا شمار مشہور اور دلیر بہادرون مین تھا،[1] اسد الغابہ مین ہے کہ وہ لڑائی کے وقت سر پر سرخ پٹی باندھتے اور ناز و نخرے سے چلتے تھے،[2]

حضرت ابو الیسر کعب بن عمرو

نام و نسب کعب نام، ابو الیسر کنیت، بنو سلمہ سے ہین، نسب نامہ یہ ہے، کعب بن عمرو بن عباد بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن نزید بن جشم بن خزرج ماں کا نام نسیبہ بنت ازہر بن مری تھا، اور بنو سلمہ سے تھین،

اسلام عقبۂ ثانیہ مین بیعت کی،

غزوات تمام غزوات مین شریک رہے، غزوۂ بدر مین نہایت جوش سے لڑے، مشرکین کا علم ابو عزیز بن عمیر کے ہاتھ مین تھا، انھون نے بڑھ کر چھین لیا منبہ بن حجاج سہمی کو قتل کیا، اور حضرت عباس رض کو اسیر کرکے آنحضرت کے سامنے لائے، آنحضرت ان کے چھوٹے سے قد اور حضرت عباس رض کے ڈیل ڈول کو دیکھ کر نہایت متعجب ہوئے اور فرمایا کہ عباس کے اسیر کرنے مین ان کی کسی فرشتہ نے اعانت کی، اس وقت ان کا سن کل ۲۰ سال کا تھا،

امام بخاری نے اپنی تاریخ مین بھی ان کی شرکت بدر تسلیم کی ہے،

معرکۂ خیبر مین صحابہ قلعون کا محاصرہ کئے تھے، ایک رات کسی یہودی کی بکری قلعہ مین جا رہی تھی، آن حضرت نے فرمایا ہمکو اس کا گوشت کون کھلائیگا؟ ابو الیسر رض نے کہا مین، اٹھکر نہایت

---

(۱) کتاب مذکور ص ۱۲۰ ج ۲، (۲) اسد الغابہ ص ۳۸۱ ج ۵

تیز دوڑتے ہوئے پہونچے، اور بکریان بھی اندر جارہی تھین، اُنھون نے پیچھے سے دو بکریان پکڑلین اور بغل مین دباکر چلتے ہوئے، لوگون نے ان کو ذبح کرکے گوشت پکایا[1]،

صفین اور دوسری لڑائیون مین جناب امیر علیہ السلام کے ہمرکاب تھے،

وفات: سنہ ۵۵ھ مین مدینہ مین انتقال کیا، اصحاب بدر مین یہ سب سے پیچھے فوت ہوئے، خیبر والی حدیث بیان کرکے رویا کرتے اور کہتے تھے کہ مجھ سے فائدہ اٹھالو، صحابہ مین صرف مین باقی رہ گیا ہون[2]، وفات کے وقت سن ستر سے اوپر تھا، بعض لوگون نے ۱۲۰ سال لکھا ہے، لیکن یہ بداہۃً غلط ہے،

اولاد: ایک لڑکا یادگار چھوڑا، اُس کا نام عمار تھا،

حلیہ: حلیہ یہ تھا، قد کوتاہ، پیٹ بڑا،

فضل وکمال: حدیث کم اور نہایت احتیاط سے روایت کرتے تھے، عبادہ بن ولید سے دو حدیثین بیان کین، لیکن حالت یہ تھی کہ آنکھ اور کان پر انگلی رکھکر کہتے تھے، کہ ان آنکھون نے یہ واقعہ دیکھا اور ان کانون نے آنحضرتؐ کو بیان فرماتے سنا[3]،

تلامذہ مین عبادہ بن ولید، موسیٰ بن طلحہ، عمر بن حکم بن رافع، حنظلہ بن قیس زرقی، حنفی مولیٰ ابو ایوب انصاریؓ، اور ربعی بن حراش کا نام داخل ہے،

اخلاق وعادات: نہایت رحیم اور نرم دل تھے، بنو حرام کے ایک شخص پر قرض آتا تھا اُس کے مکان پر جاکر آواز دی، معلوم ہوا کہ موجود نہین، اتنے مین اُس کا چھوٹا لڑکا باہر آیا، اُنھون نے کہا تمھارے باپ کہان ہین، بولا کہ امان کی چارپائی کے نیچے چھپے ہین، اُنھون نے پکارا کہ اب نکل آؤ، تم جہان ہو مجھے معلوم ہے، وہ باہر آیا اور اپنی فقر کی داستان سنائی، ابوالیسر کا دل بھر آیا اور کاغذ منگاکر تمام حروف مٹادے اور کہا اگر مقدرت ہو تو ادا کرنا ورنہ مین معاف کرتا ہون[4]،

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۴۲۷ ج ۳ [2] مستدرک ۴۲۴ ج ۳ [3] صحیح مسلم ص ۴۵۰ ج ۲ [4] ایضاً

غلامون کے ساتھ برابری کا برتاؤ رکھتے تھے، عبادہ بن ولید ان سے حدیث سننے کے لیے آئے دیکھا تو ان کے غلام کے پاس کتابون کا ایک پشتارہ ہے، خود ایک چادر اور ایک معافری بنی ہوئی لنگی پہنے ہیں، اور غلام کا بھی یہی لباس ہے، عبادہ نے کہا عم محترم! بہتر ہو کہ ایک جوڑا پورا کر لیجئے، یا تو آپ ان کی معافری لیجئے اور اپنی چادر ان کو دیدیجئے اور یا اپنی معافری دیجئے اور ان سے چادر لیجئے، حضرت ابوالیسرؓ نے یہ سن کر ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی اور فرمایا کہ آن حضرتؐ کا حکم یہ ہے کہ جو تم پہنو غلامون کو پہناؤ اور جو تم کھاؤ ان کو کھلاؤ[1]،

حضرت ابولبابہؓ

نام ونسب | رفاعہ نام، ابولبابہ کنیت، قبیلۂ اوس سے ہین، سلسلۂ نسب یہ ہے، رفاعہ بن عبد المنذر بن زبیر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

اسلام | عقبۂ ثانیہ مین اسلام لائے، اور نقیب بنائے گئے،

غزوات | اکثر غزوات مین شرکت کی، غزوۂ بدر مین خاص امتیاز حاصل کیا، ہر اونٹ پر ۲-۳ آدمی سوار تھے، ابولبابہؓ جس اونٹ پر تھے شہنشاہِ زمان کا موکب ہمایون تھا، جناب امیر علیہ السلام بھی اسی پر تھے وہ لوگ باری باری چڑھتے اترتے تھے، جب آن حضرتؐ کے اترنے کی باری آتی، دونون جان نثار عرض کرتے کہ آپ سوار رہین ہم پیدل چلین گے، آن حضرتؐ فرماتے، کہ تم مجھ سے زیادہ چلنے پر قادر نہین، اور نہ مین تم سے زیادہ ثواب سے مستغنی ہون[2]

مدینہ سے ۲-دن کی مسافت پر روحا، ایک مقام ہے وہان پہنچ کر آن حضرتؐ نے ابولبابہؓ کو

---

[1] صحیح مسلم ص ۵۰۱ ج ۲، [2] طبقات ابن سعد ص ۱۴،

مدینہ پر اپنا نائب مقرر کرکے واپس کیا، غنیمت مین جس طرح مجاہدین کا حصہ لگایا تھا، ان کا بھی لگایا،
غزوۂ قینقاع اور غزوۂ سویق مین بھی وہی مدینہ پر آن حضرتؐ کے جانشین تھے[له]

غزوۂ قریظہ مین کہ ۵ھ مین واقع ہوا تھا، آن حضرتؐ نے اہل قریظہ کا کہ یہودی تھے اور اسلام کے سخت دشمن تھے، محاصرہ کیا، یہ لوگ قبیلۂ اوس کے حلیف تھے، اس بنا پر ابولبابہؓ کو مشورہ کے لئے بلایا وہان پہونچے تو نہایت تعظیم کی گئی، اس کے بعد اصل مسئلہ پیش ہوا، اور یہودیون کی عورتین اور بچے روتے ہوئے سامنے نکل آئے یہ عجیب دردناک سمان تھا، اس کو دیکھ کر دل بھر آیا، اور کہا کہ میرے خیال مین تم کو آن حضرتؐ کا حکم مان لینا چاہیے، نیز گلے کی طرف اشارہ کرکے بتایا کہ نہ ماننے کی صورت مین قتل کئے جاؤ گے، کرنے کو تو اشارہ کر گئے، لیکن جب یہ خیال آیا کہ خدا اور رسول کی خیانت ہوئی تو پیرون کے نیچے سے زمین نکل گئی، وہان سے اٹھ کر مسجد نبویؐ آئے اور ایک موٹی اور وزن دار زنجیر سے اپنے کو ایک ستون مین باندھا کہ جب تک خدا توبہ نہ قبول کرے، اسی طرح بندھا رہونگا، زیادہ عرصہ گذرا تو آن حضرتؐ نے لوگون سے دریافت کیا، قصہ معلوم ہونے پر فرمایا، خیر جو کچھ ہوا، اچھا ہوا، لیکن اگر وہ میرے پاس آجاتے تو مین خود استغفار کرتا، غرض ۷، ۸، روز اسی طرح گذرے، نماز اور حوائج ضروریہ کے لئے نکلتے، پھر زنجیر مین ان کی لڑکی باندھ دیتی، کھانا پینا بالکل ترک تھا، کانون سے بہرے ہوگئے، آنکھین بھی معرض خطر مین پڑ گئین اور ناطاقتی سے بیہوش ہوکر زمین پر گر گئے، اب رحمت الہی کے نزول کا وقت آیا،

آنحضرتؐ، حضرت ام سلمہؓ کے مکان مین تھے، طلوع فجر سے پیشتر آیت توبہ اتری، تو فرط مسرت سے مسکرا اٹھے، ام سلمہؓ نے کہا یا رسول اللہ! خدا آپ کو ہمیشہ ہنسائے، بات کیا ہے؟ فرمایا کہ ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی، اتنا کہنا تھا کہ یہ خبر تمام شہر مین مشہور ہوگئی، لوگ ابولبابہؓ کو کھولنے آئے، انھون نے کہا، کہ جب آن حضرتؐ کھولین گے اس وقت یہان سے ہٹون گا، نماز صبح کیلئے

[له] طبقات ابن سعد ص ۱۹ و ۲۰

آن حضرت مسجد تشریف لائے تو خود اپنے دست مقدس سے ابو لبابہؓ کو کھولا،

ابو لبابہؓ پر اب مسرت کا ایک عالم طاری تھا، درخواست کی کہ اپنا گھر بار چھوڑ کر آپ کے پاس رہونگا اور اپنا کُل مال صدقہ کرتا ہوں، آن حضرت نے فرمایا کہ ایک ثلث صدقہ کرو،[1]

توبہ میں یہ آیتیں نازل ہوئی تھیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَ	مسلمانو! تم اللہ، رسول اور اپنی امانتوں میں
الرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ	خیانت نہ کرو، حالانکہ تم اس کو جانتے ہو، اور
تَعْلَمُونَ، وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَ	خوب سمجھ لو کہ تمھارا مال اور اولاد آزمائش ہیں
أَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِندَهُ	اور خدا کے پاس بڑا اجر ہے، مسلمانو! تم اگر خدا سے
أَجْرٌ عَظِيمٌ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	ڈروگے تو تم کو حجت عطا کرے گا، اور تمھاری
إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا	برائیاں دور کرے گا، اور مغفرت کرے گا،
وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ	اور خدا بڑا
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ	فضل کرنے والا ہے،

سنہ ھ میں غزوۂ فتح ہوا، اس غزوہ میں عمرو بن عوف کا جھنڈا ان کے پاس تھا، غزوۂ تبوک میں شریک تھے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس غزوہ میں شامل نہیں ہوئے، اور اسی وجہ سے اپنے کو مسجد کے ستون میں باندھا تھا لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں، غزوۂ تبوک میں جو مسلمان بلا عذر رہ گئے تھے، صرف ۳ تھے، مرارہ بن ربیع، ہلال بن امیہ، کعب بن مالک، چنانچہ قرآن مجید میں بھی ۳ ہی کا لفظ مذکور ہے، وعلی الثلثة الذین خلفوا،

غزوات نبوت کے بعد بھی عرصہ تک زندہ رہے،

---

(۱) ہکذا رجال و مسند ابن حنبل ص ۵۲ ج ۳

وفات سن وفات میں سخت اختلاف ہے، لیکن اسقدر صحیح ہے کہ جناب امیر علیہ السّلام کے عہد مبارک میں وفات پائی،

اولاد دو لڑکے چھوڑے، سائب، اور عبدالرحمن،

فضل وکمال حضرت ابولبابہؓ جلیل القدر صحابی تھے، اور برسوں آنحضرتؐ کی صحبت سے مشرف رہے تھے اس اثناء میں بہت حدیثیں سننے کا اتفاق ہوا ہوگا، لیکن باینہمہ مرویات کی تعداد نہایت قلیل ہے، راویان حدیث کے زمرہ میں بعض اکابر صحابہ داخل ہیں، مثلاً عبداللہ بن عمرؓ، تابعین کا تمام اعلیٰ طبقہ ان کی مسند فیض کا حاشیہ نشین ہے، جن میں مخصوص لوگوں کے نام یہ ہیں،

عبدالرحمن بن یزید بن جابر، ابوبکر بن عمرو بن حزم، سعید بن مسیب، سلمان اغر، عبدالرحمن بن کعب بن مالک، سالم بن عبداللہ بن عمر، عبیداللہ بن ابی یزید، نافع مولیٰ ابن عمر، سائب، عبدالرحمن،

اخلاق امر بالمعروف کا فرض نہایت جوش سے ادا کرتے تھے،

عبداللہ بن عمرؓ نے رسول اللہؐ سے سانپ کے مارنے کی حدیث سنی تھی، وہ جہاں سانپ دیکھتے، مار ڈالتے تھے، ابولبابہؓ کا مکان ان کے مکان سے بالکل متصل واقع تھا، ایک روز کہا کہ اپنے گھر کی کھڑکی کھولو، میں اسی طرف سے مسجد جاؤں گا، ابن عمرؓ اٹھے، ادھر سے وہ بھی کھول رہے تھے پٹ کھلا تو ایک سانپ نظر آیا، عبداللہؓ نے دوڑ کر مارنا چاہا، انھوں نے کہا ٹھہرو، آنحضرتؐ نے گھر کے سانپوں کے مارنے کی ممانعت فرمائی ہے[1]

[1] مسند ابن حنبل ص ۴۵۲ و ۴۵۳ ج ۳،

حضرت ابو الہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ

نام و نسب | مالک نام، ابو الہیثم کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، مالک بن التیہان بن مالک بن عتیک بن عمرو بن عبد الاعلم بن عامر بن زعوراء بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو (نبت) بن مالک ابن اوس

زعوراء، عبد الاشہل کا بھائی تھا، اس بنا پر ابو الہیثم، اسید بن حضیر کے ابن عم ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عبد الاشہل سے محض حلیفانہ تعلق تھا، دراصل وہ خاندان بلی کے ایک فرد تھے، ابن سعد کی بھی یہی رائے ہے، لیکن کثرت رائے ہمارے ساتھ ہے،

اسلام | وہ جاہلیت ہی میں توحید کے قائل تھے، ابن سعد میں ہے،

وکان اسعد بن زرارۃ و ابو الھیثم بن التیھان متکلمان بالتوحید بیثرب، یعنی مدینہ میں اسعد بن زرارہ اور ابو الہیثم بن تیہان، توحید کا خیال ظاہر کرتے تھے[1]

اسعد بن زرارہ، ۶ آدمیوں کے ساتھ مکہ سے مسلمان ہو کر آئے تو ابو الہیثم نے اپنا مسلمان ہونا بیان کیا، اسلام کی تعلیم پیش کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا، وہ پہلے ہی دین الفطرت کے متلاشی تھے اس صدا کو لبیک کہا، اور مسلمان ہو گئے،

اس کے ایک سال بعد ۱۲ آدمیوں کا جو وفد مکہ گیا، ابو الہیثم اس میں شامل تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مقدس پر بیعت کی، دوسرے سال ۷۰ آدمیوں کے ساتھ گئے، اور بیعت حرب میں شریک ہوئے، کہتے ہیں، کہ اس میں سب سے پہلے بیعت کے لئے جس شخص نے ہاتھ بڑھایا وہ ابو الہیثم تھے، بنو عبد الاشہل کا یہی بیان ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے امام زہری سے یہی نقل کیا ہے

[1] طبقات ص ۱۳۶ ج ۳ قسم ۲ ایضاً

روایات مختلف ہیں، بنو نجار اسعد بن زرارہ کے تاج عظمت پر سبقت کا طرہ لگاتے ہیں، بنو سلمہ کعب بن مالک کو پیش کرتے ہیں اور بعض لوگ ان سب کے علاوہ براء بن معرور کا نام لیتے ہیں[۱]،

بیعت کے بعد نقیبوں کا انتخاب ہوا، بنو عبد الاشہل میں اسید بن حضیر اور ابو الہیثم اس منصب کے لئے پیش کئے گئے،

غزوات | عثمان بن مظعون سے کہ بڑے پایہ کے مہاجری تھے، رشتہ اخوت قائم ہوا، غزوات عہد نبوت میں کسی غزوہ کی شرکت سے محروم نہیں رہے،

وفات | حضرت عمرؓ کی خلافت میں سنہ ۲۰ھ میں وفات پائی، بعض لوگوں کا قول ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے زمانۂ خلافت تک زندہ تھے اور صفین میں ان کی طرف سے لڑکر شہید ہوئے، لیکن یہ صحیح نہیں، واقدیؒ نے صاف تصریح کی ہے کہ ان کے صفین میں شرکت کی خبر بے بنیاد ہے، اس کے ماسوا سنہ ۲۰ میں فوت ہونے پر زہری، صالح بن کسان، اور حاکم جیسے جلیل القدر محدثین کی روائتیں موجود ہیں، ان کے مقابلہ میں ایک مشکوک اور بے سند روایت کہاں تک قابل اعتبار ٹھہر سکتی ہے؟

فضل وکمال | حدیث کی بعض کتابوں میں چند روائتیں مذکور ہیں، لیکن ان کی صحت پر مشکل سے یقین آسکتا ہے، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حدیثوں کی جو روک ٹوک تھی، اور جس قسم کی حدیثیں بیان کی جاتی تھیں، ان کو دیکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیثیں اس زمانہ کی نہیں، اس کے ماسوا بلحاظ روایت بھی ان کی صحت مشتبہ ہے، امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں،

والروایات عن ابی الھیثم کلھا فیھا	یعنی ابو الہیثم سے جتنی روائتیں ہیں سب
نظر، ولیست تاتی من وجہ یثبت	مشکوک ہیں ایک بھی پایۂ ثبوت تک نہیں پہونچتی
وذلک لتقدم موتہ[۲]	اور اسکا سبب یہ ہے کہ وہ بہت پہلے انتقال کر چکے تھے۔

---

[۱] اسد الغابہ ص ۱۴۷، ج ۴، [۲] اصابہ ص ۲۰۹، ج ۷،

اخلاق | حب رسول پر ذیل کا واقعہ شاہد عدل ہے

ایک روز آن حضرتؐ خلاف معمول وقت باہر تشریف لائے، حضرت ابوبکرؓ بھی پہونچے، پوچھا
ابوبکر اس وقت کیسے آئے، عرض کی حضور کی زیارت کو، تھوڑی دیر مین حضرت عمرؓ بھی آئے، ان سے
بھی یہی سوال ہوا، انھون نے کہا یارسول اللہ اس وقت بھوک یہان لائی، ارشاد ہوا مین بھی بھوکا
ہون، تینون بزرگ، ابوالہیثم کے یہان چلے، ابوالہیثم کے پاس کھجور کے باغات اور بکریون کے ریوڑ
تھے، لیکن کوئی نوکر نہ تھا، اس لئے تمام کام خود انجام دیتے تھے، اُس وقت وہ گھر مین موجود نہ تھے
مکان پہونچکر آواز دی، تو اُن کی بیوی نے کہا پانی بھرنے گئے ہین، کچھ عرصہ مین نظر پڑی تو مشک
اُٹھائے چلے آرہے تھے، آن حضرتؐ کو دیکھ کر مشک رکھدی اور لپٹ گئے، اور نہایت ذوق وشوق
مین کہنے لگے کہ میرے مان باپ آپ پر فدا، اس کے بعد اپنے باغ مین لے گئے بیٹھنے کے لئے کوئی
چیز بچھادی اور خود چھوہارون کی ایک شاخ کاٹ لائے، آن حضرتؐ نے فرمایا کچے چھوہارے
لائے ہوتے، عرض کی، اس مین پکے، گدر، ہر قسم کے ہین، چاہا کہ جو مرغوب خاطر ہو، آپ اُس کو
نوش فرمائین، چھوہارے کھلانے کے بعد پانی پلایا، پانی نہایت صاف اور شیرین تھا، آن حضرتؐ
نے کھانے کے بعد فرمایا دیکھو، کتنی نعمتین ہین سایہ، عمدہ چھوہارے، ٹھنڈا پانی، خدا کی قسم ان کا
قیامت کے دن سوال ہوگا، ابوالہیثم اپنے معزز مہمانون کو باغ مین چھوڑ کر مکان آئے، اور
کھانے کا سامان کیا، آن حضرتؐ نے فرمادیا تھا کہ دودھ دینے والی بکری ذبح نہ کرنا، انھون نے
ایک بچہ ذبح کرایا اور اُس کو بریان کر کے حضور مین لائے، آن حضرتؐ نے کھانے کے بعد پوچھا کہ
تمھارے پاس کوئی نوکر ہے، عرض کیا نہین، فرمایا جب میرے پاس قیدی آئین تو آنا، اسی اثناء
مین دو قیدی آئے، ابوالہیثم سے ارشاد ہوا کہ ایک کو پسند کرلو، انھون نے آن حضرتؐ پر چھوڑا،
آن حضرتؐ نے ایک کو اس بنا پر منتخب کیا کہ وہ نماز پڑھتا تھا، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس سے اچھا

برتاؤ کرنا، غلام کو لیکر گھر آئے اور بیوی سے یہ قول نقل کیا،

بیوی بھی نہایت سمجھدار ملی تھین، بولین کہ فرمان نبوی کی تعمیل منظور ہے تو ان کو آزاد کردو

انھون نے ایسا ہی کیا، آنحضرت کو خبر ملی تو نہایت مسرور ہوئے اور میان بیوی دونون کی مدح فرمائی [1]

حضرت اسعد بن زرارہؓ

نام ونسب: اسعد نام، ابو امامہ کنیت، خیر لقب، قبیلہ خزرج سے تھے، اور نجار کے خاندان سے وابستہ تھے، نسب نامہ یہ ہے، اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج،

بعثت نبوی سے قبل اگرچہ جزیرۂ عرب کا ہر خطہ، کفر وظلمت کا نشیمن تھا، تاہم اس مبارک زمانہ سے پیشتر بھی چند نفوس اپنے فطرت سلیمہ کے اقتضاء سے توحید کے قائل ہو گئے تھے، حضرت اسعد بن زرارہ کا بھی انھیں لوگوں میں شمار تھا، [2]

اسلام: اسی زمانہ مین مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی، اسعد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس عتبہ بن ربیعہ کے پاس مکہ آئے تھے، ان سے آنحضرت صلعم کے حالات بیان کئے، تو ذکوان نے اسعد سے کہا دونك ھذا دینك، یعنی تم کو جس چیز کی تلاش تھی وہ موجود ہے، اب اس کو اختیار کرو، حضرت اسعد اٹھ کر بارگاہ نبوت مین حاضر ہوئے اور توحید کے ساتھ رسالت کا بھی اقرار کیا، [3]

مکہ سے ایمان واسلام کا جو جذبہ ساتھ لائے تھے، وہ مدینہ آکر ظاہر ہوا، چنانچہ اسلام کی تبلیغ

---

[1] جامع ترمذی ص ۳۹۱، [2] طبقات ص ۴۲ ج ۳ قسم ۱، [3] اسد الغابہ ص ۷۱ ج ۱،

شروع کی، سب سے پہلے ابوالہیثم سے ملے، اور اپنے ایمان لانے کا تذکرہ کیا، ابوالہیثم بولے کہ تمھارے ساتھ مین بھی آن حضرت صلعم کی رسالت کا اقرار کرتا ہون[1]،

اس بنا پر انصار مین جو شخص سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوا وہ حضرت اسعد بن زرارہ ہین بعض لوگون کا خیال ہے کہ وہ عقبۂ اولیٰ مین ۶۔ آدمیون کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے، بہرحال عقبۂ اولیٰ کے دوسرے سال ۱۲۔ آدمیون کے ساتھ مکہ آئے اور تیسرے سال عقبۂ کبریٰ کی بیعت مین شرکت کی، کہتے ہین کہ اسعد بن زرارہ نے سب سے پہلے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا، اس بیعت مین آن حضرت صلعم نے ان کو بنو نجار کا نقیب تجویز فرمایا، حضرت اسعد نقیبون مین سن وسال کے لحاظ سے سب سے چھوٹے تھے،

لیکن اس صغر سنی کے باوجود جوش ایمان پورے اوج پر تھا، حرہ بنی بیاضہ مین جس کو نقیع الخضمات بھی کہتے ہین باجماعت نماز کا انتظام کیا، اور چالیس[2] آدمیون کے ساتھ جمعہ ادا فرمایا[3]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہ اصحاب عقبہ مین تھے، جمعہ کی اذان سنتے تو حضرت اسعد کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے[4] کہ اس کار خیر کی بنیاد اسی خیر مجسم کے مبارک ہاتھون سے پڑی تھی، سچ ہے، من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا الی یوم القیمۃ

اسی زمانہ مین انصار نے آن حضرت صلعم کے پاس ایک خط بھیجا کہ ہماری تعلیم اور اشاعت اسلام کے لئے ایک شخص بھیجئے، آن حضرت صلعم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو داعی اسلام بنا کر مدینہ روانہ فرمایا، تو اسعد بن زرارہؓ نے ان کو اپنے گھر مین مہمان اوتارا[4]

ہجرت نبوی کے یادگار وقت مین اگرچہ وحی والہام کا مامن حضرت ابو ایوبؓ کا کاشانہ تھا، تاہم آن حضرت صلعم کی اونٹنی اسعد بن زرارہ کی مہمان تھی[5]،

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۴۶ ج ۱ قسم ۱ [2] اسد الغابۃ ص ۷۱ ج ۱ [3] اصابہ ص ۳۲ ج ۱ [4] طبقات ص ۱۳۸ ج ۳

مسجد نبوی کی تعمیر جس مقام پر شروع کی گئی، وہ زمین سہل اور سہیل نامی دو یتیموں کی ملک تھی، جو اسعد بن زرارہ کی نگرانی میں تربیت پاتے تھے، آنحضرت صلعم نے اُن کے گھر ہی سے زمین کی قیمت دریافت کی، تو یتیموں نے عرض کیا کہ ہم صرف خدا سے اس کی قیمت چاہتے ہیں[1] لیکن چونکہ آنحضرت صلعم کو بلا قیمت لینا منظور نہ تھا، اس لئے حضرت ابوبکرؓ سے اس کے دام دلائے

بعض روایتوں میں ہے کہ اسعد بن زرارہ نے ان یتیموں کو اپنا ایک باغ جو بنی بیاضہ میں تھا، اس زمین کے معاوضہ میں دیا تھا[2]،

وفات | مسجد نبوی کی عمارت تیار ہو رہی تھی کہ شوال سنہ ۱ھ میں پیام اجل آیا حلق میں ایک درد اٹھا جس کو ذبحہ کہتے ہیں، آنحضرت صلعم عیادت کو تشریف لائے، اور دست مبارک سے سر کو داغا، لیکن یہ درد خود پیغام اجل تھا، اس لئے روح جسم سے پرواز کر گئی، آنحضرت صلعم کو سخت رنج ہوا، فرمایا کیا کہوں، یہ کیسی بری موت ہوئی، اب یہودیوں کو کہنے کا موقع ہے کہ پیغمبر تھے تو اپنے دوست کو اچھا کیوں نہ کر دیا، حالانکہ ظاہر ہے کہ میں قضا کا کیا علاج کر سکتا ہوں[3]، یہ واقعہ غزوۂ بدر سے قبل کا ہے،

جنازہ کی نماز آنحضرت صلعم نے پڑھائی، اور بقیع میں لیجا کر دفن کیا، کہتے ہیں کہ ہجرت کے بعد یہ پہلی موت تھی، یہ بھی خیال ہے کہ جنازہ کی نماز سب سے پہلے انھیں پر آنحضرت نے پڑھی تھی، اور انصار کے خیال میں بقیع میں سب سے پیشتر دفن ہونے والے مسلمان یہی تھے،

چونکہ اسعدؓ بنو نجار کے نقیب تھے، اس لئے ان کی وفات پر اس خاندان کے چند ارکان آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور درخواست کی کہ ان کی جگہ پر کسی کو نقیب تجویز فرمائے، ارشاد ہوا کہ تم لوگ میرے ماموں ہو، اس لئے میں خود تمہارا نقیب ہوں، آنحضرتؐ کا نقیب بننا بنو

[1] صحیح بخاری ص ۵۵۵ ج ۱، [2] زرقانی ص ۳۹۲ ج ۱ [3] مسند ابن حنبل ص ۳۹۰ [illegible] و اسد الغابہ ص ۷۱ ج ۱

نجار کے لئے ایسا لازوال شرف تھا جس پر وہ ہمیشہ فخر و ناز کیا کرتے تھے،[1]

اولاد حضرت اسعدؓ نے دو لڑکیاں چھوڑیں اور آنحضرت صلعم سے ان کے متعلق وصیت کی، چنانچہ آپ نے ان کا ہمیشہ خیال رکھا اور دونوں کو سونے کی بالیاں جن میں موتی پڑے ہوئے تھے پہنائیں،[2]

حضرت ابو قیس صرمہؓ

نام و نسب صرمہ نام، ابو قیس کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، صرمہ بن ابی انس قیس بن مالک، بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار،

اسلام سے پہلے حضرت صرمہ میں چند باتیں تھیں جنھوں نے ان کو تمام قوم میں ممتاز بنا دیا تھا، دنیا ترک کی، راہب بنے، ٹاٹ پہنا، بت پرستی چھوڑ دی، اور جنابت سے غسل کیا، ان شریف خصلتوں کے بعد نصرانیت کا خیال ہوا تھا لیکن فطرت نے خلیل بت شکن کے آستانہ پر پہونچایا اور دین حنیفی میں داخل ہو گئے، ایک عبادت گاہ بنائی فرماتے تھے، اعبد رب ابراھیم! میں ابراھیم کے خدا کی پرستش کرتا ہوں،[3]

اس معبد میں ناپاک مرد اور عورت کو جانے کی اجازت نہ تھی[4]، حضرت صرمہ خود بھی ایسے گھروں میں جہاں جنب اور حائضہ عورت ہو، نہیں جاتے تھے،[5]

اسلام عالم پیری تھا، کہ سرزمین یثرب میں اسلام کا غلغلہ بلند ہوا، اور آنحضرت مدینہ تشریف لائے انھوں نے نہایت جوش سے خیر مقدم کیا، اور مسلمان ہوئے، اس بہجت و انبساط کے موقع پر انھوں نے جو کچھ اشعار لکھے تھے، جو درج ذیل ہیں،

---

(۱) اسد الغابہ ص ۷۰ ج ۱، (۲) اصابہ ص ۳۳ ج ۱، ۳؎ اصابہ ص ۱۴۲ ج ۳ [?]، ۴؎ اسد الغابہ ص ۸۰ ج ۵، ۵؎ ایضاً،
۶؎ اصابہ ص ۲۴۳ ج ۳،

ثوی فی قریش بضع عشرۃ حجۃ — یذکر لو یلقی صدیقا مواتیا

ویعرض فی اھل المواسم نفسہ — فلم یأت من یؤمن ولم یر داعیا

فلما اتانا واطمانت بہ النوی — واصبح مسرورا بطیبۃ راضیا

واصبح لا یخشی عداوۃ واحد — قریبا ولا یخشی من الناس باغیا

بذلنا لہ الاموال من حل مالنا — وانفسنا عند الوغی والتآسیا

اقول اذا صلیت فی کل بیعۃ — حنانیک لا تظہر علی الاعادیا

غزوات کی شرکت سے ضعف پیری مانع رہا،

وفات — ۱۰۰ سال کے سن میں وفات پائی، اُن کے اشعار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے،

بدالی انی عشت تسعین حجۃ — وعشرا ولا وما بعد ہا ثمانیا

فلم الفہا اما صفت وعد وتہا — بحسبہا فی الدھر الا لیالیا

فضل وکمال — حضرت صرمہ جاہلیت کے سعدی تھے، ان کا موضوع اخلاق تھا، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں،

لہ اشعار کثیرۃ حسان فیہا حکم ووصایا[۳] ان کے اکثر اشعار حکمت ونصیحت سے لبریز ہیں

چند شعر یہ ہیں،

سبحوا اللہ شرق کل صباح — طلعت شمسہ وکل ہلال

عالم السر والبیان لدینا — لیس ما قال ربنا بضلال

یا بنی الارحام لا تقطعوھا — وصلوھا قصیرۃ من طول

واتقوا اللہ فی ضعاف الیتامٰی — ربما یستحل غیر الحلال

(۱) اسد الغابہ ج ۳ ص ۱ (۲) اصابہ ص ۲۴۴ ج ۳ (۳) اسد الغابہ ص ۲۷ ج ۵

واعلموا ان لليتيم وليا ... عالما يهتدي بغير سؤال

ثم مال اليتيم لا تاكلوه ... ان مال اليتيم يرعاه وال

يا بني التخوم لا تخزلوها ... ان خزل التخوم ذو عقال

يا بني الايام لا تامنوها ... واحذروا مكرها ومر الليالي

واجمعوا امركم على البر والتقوى وترك الخنا واخذ الحلال

حضرت ابن عباسؓ ان کے ہاں جاتے اور ان کے شعر لاتے تھے۔[2]

اخلاق گذشتہ واقعات میں ترک بت پرستی، اخلاق حسنہ کی طرف سبقت، اور رذائل سے اجتناب وتنفر کا تذکرہ ہوچکا ہے، اس سے حضرت صرمہؓ کی فطری صلاحیت معلوم ہوئی ہوگی، ایام جاہلیت میں، حق کا قائل ہونا، خدا کی تعظیم وتقدیس بالکل غیر معمولی بات تھی، وہ اپنے اشعار میں اکثر خدا کا تذکرہ کرتے تھے، اور عظمت کے ساتھ کرتے تھے، محمد بن اسحاق صاحب سیرۃ کو چند اشعار ملے تھے[3]، جن کو ہم بھی اس مقام پر نقل کرتے ہیں،

يقول ابو قيس واصبح ناصحا ... الا ما استطعتم من وصاتي فافعلوا

اوصيكم بالله والبر والتقى ... واعراضكم والبر بالله اول

وان قومكم سادوا فلا تحسدنهم ... وان كنتم اهل الرياسة فاعدلوا

وان نزلت احدى الدواهي بقومكم ... فانفسكم دون العشيرة فاجعلوا

وان ناب غرم فادح فارفقوهم ... وما حملوكم في الملمات فاحملوا

وان انتم امعرتم فتعففوا ... وان كان فضل الخير فيكم فافضلوا

اسلام لاکر باینہمہ ضعیفی روزہ رکھتے اور دن بھر کھیتوں میں کام کرتے تھے، ایک روز شام کو

---

[1] استیعاب ص ۳۴ ج ۲، [2] اسد الغابہ ص ۱۸ ج ۵، [3] ایضاً ص ۲۷۸

مکان آئے، اور افطار کے لئے، کھانا مانگا، اُدھر تو قف ہوا، ادھر یہ محنت سے چور تھے، آنکھ لگ گئی، ابتدائے اسلام میں قاعدہ تھا کہ افطار کے وقت کوئی سو جائے تو تمام رات اور دوسرے دن تک روزہ رکھتے، بیوی نے سوتا دیکھا تو کہا خیبۃ لک تم پر افسوس ہے، صبح اٹھے تو سخت نڈھال تھے دن چڑھے غش آگیا، آنحضرتؐ کے پاس آئے، پوچھا اداس کیسے ہو؟ انھوں نے واقعہ بیان کیا،

اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی، کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود[1] یعنی تم لوگ طلوع فجر تک کھانا کھا سکتے تھے، اِس مژدۂ جانفزا کو سن کر تمام لوگ باغ باغ ہو گئے،

حضرت ابو حمید ساعدیؓ

نام و نسب عبدالرحمان نام، ابو حمید کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندانِ ساعدہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، عبدالرحمن بن سعد بن منذر بن سعد بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ، والدہ بھی اسی قبیلہ سے تھیں، ان کا پورا نام یہ ہے، امامہ بنت ثعلبہ بن جبل بن امیہ بن عمرو بن حارثہ بن عمرو بن خزرج،

اسلام (غالباً) ہجرت کے بعد اسلام قبول کیا،

غزوات احد اور ما بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے، وادی القری اور تبوک کی شرکت خود ان کی روایت سے ثابت ہوتی ہے،[2]

---

[1] صحیح بخاری ص ۲۵۶، و ۵۰۷ ج ۱ [2] مسند ص ۴۲۴ ج ۵

وفات امیر معاویہ کے آخر عہد خلافت یا یزید کے ابتدائی دورِ حکومت میں وفات پائی،

اولاد ایک لڑکا چھوڑا، منذر نام تھا،

فضل و کمال اُن کے سلسلہ سے ۲۶ حدیثیں مروی ہیں، حضرت جابر بن عبداللہ، عروہ بن زبیر
عباس بن سہل، محمد بن عمرو بن عطاء، خارجہ بن زید بن ثابت، عبدالملک بن سعید بن سوید،
عمرو بن سلیم زرقی، اسحاق بن عبداللہ بن عمرو، سعید بن منذر (پوتے تھے)، عبدالرحمن بن سعید،
جیسے اکابر اُن سے حدیث روایت کرتے ہیں،

روایتِ حدیث میں سخت محتاط تھے، ایک مرتبہ ایک حدیث بیان کی تو فرمایا،
سمع اذنی ووالطع عن عینی وسلوا زید بن ثابت[1]، اس واقعہ کو میرے کانوں نے سنا اور آنکھوں نے
دیکھا، اس کو زید بن ثابت سے پوچھ سکتے ہو،

اس کا سبب جیسا کہ ابو حمید کی حدیث سے ثابت ہے،
آنحضرت کا ارشاد ہے۔

ان النبی صلعم قال اذا سمعتم
الحدیث عنی تعرفہ قلوبکم وتلین لہ
اشعارکم وابشارکم وترون انہ منکم
قریب فانا اولٰکم بہ واذا سمعتم
الحدیث عنی تنکرہ قلوبکم وتنفر منہ
اشعارکم وابشارکم وترون انہ منکم
بعید فانا ابعدکم منہ،

آن حضرت نے فرمایا جب تم کو کوئی حدیث ملے تو یہ دیکھو کہ
تمہارا دل کیا گواہی دیتا ہے، اگر دل بول اُٹھے نفس
نرم ہو جائے، اور عقل صحیح سمجھے تو میرا کلام ہونے میں کچھ
شک نہیں، اور اگر دل کراہیت کرے، طبیعت متنفر ہو
اور بعید از قیاس معلوم ہو تو وہ میرا قول ہرگز نہیں
ہو سکتا،

---

[1] مسند ص ۴۲۴ ج ۵،

یہ حدیث درحقیقت احادیث کے پرکھنے اور جانچنے کی کسوٹی ہے، شارع علیہ السلام کا ہر لفظ احکام، اسرار شریعت، مصالح عامہ، تزکیۂ باطن، اور اثر و تاثیر میں ڈوبا ہوتا تھا، اس بنا پر جو حدیث ان اوصاف سے خالی ہو اس کے جعلی اور موضوع ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے، صحابہ میں فن درایت اسی کی بدولت پیدا ہوا تھا،

اخلاق | ان کے تمام اوصاف میں حب رسول زیادہ نمایاں ہے، آنحضرت کی خدمت میں خالص دودھ جس کو خوب سرد کیا تھا، پیالہ میں لیکر آئے، چونکہ کھلا لائے تھے، ارشاد ہوا اس کو ڈھانک کے لاتے، خواہ لکڑی ہی رکھ کر[1]

آنحضرت کی نماز اچھی طرح محفوظ رکھی تھی، ایک مرتبہ صحابہ کے مجمع میں جن کی تعداد مسند میں ۱۰ ہے اور ابو قتادہ کے بھی وہاں موجود ہونے کا تذکرہ ہے، انہوں نے کہا انا احفظکم لصلاۃ رسول اللہ، یعنی مجھے رسول اللہ کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے[2]

حضرت اصیرم رض

نام و نسب | عمرو نام، اصیرم لقب، قبیلۂ اوس سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن ثابت بن وقش بن زغبہ بن زعورا بن عبد الاشہل، والدہ کا نام لیلی بنت یمان تھا، اور حضرت حذیفہ مشہور صحابی کی ہمشیر تھیں،

اسلام | ابتداءً اسلام سے برگشتہ تھے، ان کے قبیلہ کے تمام زن و مرد حضرت سعد بن معاذ کے اشارہ سے مسلمان ہو گئے تھے، لیکن یہ اپنے اسی قدیم مذہب پر قائم تھے،

---

[1] مسند ج ۵ ص ۴۲۵ [2] بخاری باب سنۃ الجلوس فی التشہد ج ۱،

لیکن غزوۂ احد میں جب آن حضرتؐ نے میدان کی تیاریاں کین، اُن کے دل میں یکایک حق وصداقت کا جوش پیدا ہوا، سنن ابو داؤد میں ہے کہ ایام جاہلیت میں اُن کا سودی لین دین تھا اور قرضداروں کے ذمہ روپیہ بہت باقی تھا، یہ اپنا روپیہ وصول کرکے مسلمان ہونا چاہتے تھے، کیونکہ اسلام میں سود کی ممانعت تھی، احد کے موقعہ پر غالباً روپیہ وصول ہوچکا تھا، اس بناء پر مسلمان ہونے کا عزم بالجزم کرلیا،

احد کی روانگی کے وقت آن حضرتؐ کے ہمراہ تمام صحابہ تھے، جن میں عبدالاشہل بھی شریک تھا اصیرم محلہ میں ہر طرف سناٹا دیکھ کر گھبرائے اور پوچھا کہ میرے خاندان کے لوگ کہان گئے، جواب ملا احد

صحابہؓ میں جانبازی اور حمایت حق کا جو جذبہ تھا اب ان پر کارگر ہوگیا چنانچہ زرہ، خود پہنی اور گھوڑے پر سوار ہوکر احد کی طرف روانہ ہوئے،

آن حضرتؐ کے پاس پہنچکر کہا لڑون یا مسلمان ہون؟ ارشاد ہوا دونون کام کرو، پہلے مسلمان ہو پھر لڑائی میں شرکت کرو، عرض کی یارسول اللہ میں نے ایک رکعت نماز بھی نہین پڑھی، اس صورت مین اگر مارا گیا تو کیا میرے لئے یہ بہتر ہوگا، فرمایا ہان حضرت اصیرمؓ نے کلمہ پڑھا،

احد کی شرکت وشہادت تلوار لیکر میدان کی طرف روانہ ہوئے مسلمانون کو اس کا بالکل علم نہ تھا، انکو دیکھکر کہا، تم یہان سے واپس جاؤ، جواب دیا کہ مین بھی مسلمان ہون،

لڑائی شروع ہوئی تو نہایت بہادری سے مقابلہ کیا، اور کفار کی صف مین گھسکر بہت سے زخم کھائے، زخم اتنے کاری تھے کہ اُٹھنے کی بھی تاب نہ تھی، عبدالاشہل کے لوگ شہداء کی تلاش مین نکلے تو دیکھا کہ اصیرمؓ مردون مین پڑے ہوئے ہیں ابھی تک کچھ کچھ سانس آرہی تھی، پوچھا تم کہان شاید قومی حمیت یہان کھینچ لائی؟ بولے نہین مین مسلمان ہوکر خدا اور رسول کی طرف سے شریک ہوا،

میدان سے اٹھا کر گھر لائے گئے، اور تمام خاندان میں یہ خبر مشہور ہوگئی قبیلۂ اشہل کے سردار حضرت سعد بن معاذ نے سنا تو ان کے گھر تشریف لائے اور ان کی بہن سے واقعہ دریافت کیا، ابھی یہ مجمع منتشر نہ ہوا تھا کہ روح مطہر جسم سے پرواز کرگئی، انا للہ وانا الیہ راجعون،

آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو فرمایا،

عمل قلیلا واجر کثیرا — اس نے عمل تھوڑا کیا لیکن اجر بہت پایا،

بعض روایتوں میں ہے کہ،

انہ لمن اہل الجنۃ — وہ یقیناً جنتی ہے

چونکہ یہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اسلام میں ایک عجیب واقعہ ہے، لوگوں نے اس کے یاد رکھنے میں خاص اہتمام کیا، حضرت ابوہریرہؓ اپنے شاگردوں سے دریافت فرماتے کہ کوئی ایسا شخص بتاؤ جس نے ایک وقت بھی نماز نہ پڑھی ہو اور سیدھا جنت میں داخل ہوگیا ہو، جب لوگ جواب نہ دیتے تو فرماتے اصیرم عبدالاشہل ہے[1]

حضرت ابوزید عمرو بن اخطبؓ

نام ونسب: عمرو نام، ابوزید کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن اخطب بن رفاعہ بن محمود بن بسیر بن عبداللہ بن ضیف بن نعیر بن عدی بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر ماء السماء، اگرچہ عدی بن ثعلبہ کی اولاد تھے تاہم اس کے برادر خزرج کے نسل سے مشہور ہوئے، اور عرب میں یہ کوئی نئی بات نہیں، صاحب

[1] دیکھو صحیح بخاری وکتب رجال، یہ واقعہ ابوداؤد، مسلم، نسائی، حاکم میں بھی منقول ہے،

اسد الغابہ لکھتے ہین[1]

وکثیراً ما تفعل العرب ھذا النسب — عرب مین بسا اوقات چچا کے مشہور ہونکی وجہ سے

ولد الاخ الی عمہم لشہرتہ — بھتیجا بھی اسی کا بیٹا مشہور ہوجاتا ہے،

بعض لوگون نے ان کو حارث بن خزرج کی اولاد بتایا ہے،

اسلام ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات ۱۳ غزوات مین شرکت کی[2]

وفات عہد نبوت کے بعد بصرہ مین مقیم رہے اور یہین ۱۲۰ سال کی عمر پاکر انتقال کیا،

اولاد حسب ذیل اولاد چھوڑی، بشیر اور عزرہ بن ثابت محدث کی والدہ،

حلیہ حلیہ یہ تھا، خوب صورت اور میانہ رو تھے، لنگڑا کر چلتے تھے،

فضل وکمال چند حدیثین روایت کین، جو صحیح مسلم اور سنن مین موجود ہین، راویون مین حسب ذیل اصحاب ہین، علباء بن احمر یشکری، حسن بن ابی الحسن البصری، ابو نہیک ازدی، انس بن سیرین، ابو الخلیل تمیم بن حویص، سعید بن قطن، ابو قلابہ، عمرو بن بجدان، حسن بن محمد عابس، تمیم بن مریض،

اخلاق حب رسول علانیہ نمایان تھی، اور آنحضرت بھی ان سے محبت کرتے تھے، ایک مرتبہ جسد اطہر سے کرتا اٹھا کر فرمایا یہان آؤ اور میری پیٹھ چھوؤ، ہاتھ پیٹھ سے خاتم نبوت پر ہو گیا، اور انہون نے اس کو اچھی طرح دیکھا،[3]

ایک مرتبہ آنحضرت نے پانی مانگا، پیالہ مین بال پڑا تھا انھون نے جلدی سے نکالا، اس پر آنحضرت نہایت خوش ہوئے، سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور کہا خدایا اسکو صاحب جمال کر،[4] جن لوگون نے ان کو ۹۳ – ۹۴ سال کے سن مین دیکھا بیان کرتے ہین کہ سر اور ڈاڑھی مین ایک بال بھی سفید

[1] کتاب مذکور ص ۲۰۴ ج ۵، [2] مسند ص ۳۴۰ ج ۵، [3] الصابہ الخصائص ۴۸ [4] الخصائص ۱۴۱، ۱۴۲

ہوا تھا[1]، وفات کے وقت جب ۱۲۰ سال کی عمر تھی، سر کے چند بال سفید ہو گئے تھے[2]۔

حضرت ابو عمرہ رضہ

نام و نسب | بشیر نام، ابو عمرہ کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے،
بشیر بن عمرو بن محصن بن عمرو بن عتیک بن عمرو بن مبذول (عامر) بن مالک بن نجار،
والدہ کا نام کبشہ بنت ثابت تھا، قبیلۂ نجار سے تھیں، اور حضرت حسان بن ثابت کی ہمشیر تھیں

اسلام | بیعت عقبہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے،

غزوات | بدر، اُحد، اور تمام غزوات میں آنحضرت کیساتھ شرکت کی، بدر یا احد میں اپنے بھائیوں کے ہمراہ آنحضرت کے پاس حاضر ہوئے، تو آپ نے فی کس ایک حصہ اور گھوڑے کو دو حصے مرحمت فرمائے
معرکۂ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے، ایک روایت ہے کہ اس جنگ میں ایک لاکھ درہم سے اعانت بھی کی تھی[3]،

وفات | میدان میں پہونچے تو باایں ہمہ پیرانہ سالی ۳ تیر مارے اور پھر خود روزہ کی حالت میں جام شہادت نوش فرمایا،

اولاد | دو لڑکے چھوڑے، بیوی کا نام معلوم نہیں مقوم بن عبد المطلب کہ آنحضرت کے چچا تھے ان کی بیٹی تھیں[4]،

---

[1] مسند ص ۱۴۱ ج ۵ [2] ایضاً، [3] تہذیب ص ۱۰۶ ج ۱۲، [4] اصابہ ص ۱۳۰،

حضرت اوس بن خولیؓ

نام و نسب: اوس نام، ابولیلیٰ کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، اوس بن خولی بن عبد اللہ بن حارث بن عبید بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج بن الحارث بن الخزرج،

اسلام: ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات: شجاع بن وہب اسدی سے مواخاۃ ہوئی، بدر، احد، اور تمام غزوات میں شریک ہوئے[1] ابن ابی الحقیق یہودی کے قتل کو جو سریہ گیا تھا، اس میں بعض کے خیال کے مطابق یہ بھی شامل تھے،

عمرۃ القضا میں آنحضرتؐ کے ہمرکاب تھے، چونکہ آنحضرتؐ کو قریش سے فریب کا خوف تھا، مرالظہران میں ٹھہر کر، اوس کو دو سو آدمی دئے، اور اسلحہ کے ساتھ بطن یا جج کی طرف روانہ کیا، اوس ذی طوی پہونچکر مقیم ہوئے،[2]

آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا تو گھر کے اندر حضرت عباس، حضرت علی، فضل، قثم، اور شقران کے سوا کوئی نہ تھا، صحابہ میں ہر شخص اندر جانے کا متمنی تھا، لیکن ان بزرگوں نے ہجوم کے خوف سے دروازے بند کر لئے تھے، انصار نے متفقاً آواز دی کہ ہم آنحضرتؐ کے ننہالی اعزہ ہیں اور ہمارا اسلام میں جو رتبہ ہے وہ سب کو معلوم ہے، ادھر اوس بن خولیؓ نے حضرت علیؓ کو اپنے بلانے کے لئے قسم دی، حضرت علیؓ نے کہا کہ ایک شخص آسکتا ہے کسی کو منتخب کرلو، سب نے اوسؓ پر اتفاق کیا، تو دروازہ کھلا اور وہ اندر جا کر بیٹھ گئے،

لیکن اس کے بعد اٹھے اور پانی پہونچانے کی خدمت انجام دی، چونکہ قوی آدمی تھے، ایک

---

[1] اصابہ ص ۸۵ ج ۱، [2] ایضاً و طبقات ابن سعد ص ۸۸ ج ۲ قسم ۱،

ہاتھ سے گھڑا اٹھا کر لاتے تھے[1]،

دفن کا وقت آیا تو اہل بیت کے ساتھ اوس بن خولی بھی لحد میں اترے[2]،

وفات | حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں انتقال کیا، یہ اُن کے محاصرہ سے قبل کا واقعہ ہے

فضل وکمال | شہسواری، کتابت، اور تیرنا خوب جانتے تھے، جو شخص عرب میں ان چیزوں کا ماہر ہوتا تھا اُس کو کامل کہتے تھے، چنانچہ ان کے متعلق بھی لوگوں کا یہی خیال ہے، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں

کان من الکملة[3]۔ کاملین میں تھے

حضرت ابو عبس بن جبرؓ

نام ونسب | عبد الرحمن نام، ابو عبس کنیت، قبیلۂ اوس کے خاندان حارثہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبد الرحمن بن جبر بن عمرو بن زید بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، جاہلیت میں عبد العزیٰ نام تھا، آنحضرتؐ نے بدل کر عبد الرحمن رکھا،

اسلام | ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے، اور ابو بردہؓ کو ہمراہ لے کر بنو حارثہ کے بت توڑے[4]،

جیش بن حذافہ سے برادری قائم ہوئی

غزوات | تمام غزوات میں شریک ہوئے، غزوۂ بدر میں ۴۸ سال کا سن تھا،

بنو نضیر میں کعب بن اشرف ایک یہودی تھا، رسول اللہ اور مسلمان سب اس سے پریشان تھے، انصار کی ایک جماعت اس کے قتل کے لئے آمادہ ہوئی حضرت ابو عبسؓ بھی ان میں شامل تھے

وفات | ۳۴ھ میں انتقال کیا، بیمار پڑے، حضرت عثمانؓ عیادت کو تشریف لائے[5] لیکن مرض اور

---

[1] طبقات ص ۱۲۶ و ۱۲۳ ج ۲ قسم ۲، [2] ایضاً ص ۱۲۶، [3] کتاب مذکور ص ۱۴۵ ج ۱، [4] اصابہ ص ۱۲۷ ج ۷، [5] ایضاً

پڑی نے جانبر نہ ہونے دیا، حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھی، اور بقیع میں لیجا کر دفن کیا، ابو بردہ بن نیار، محمد بن سلمہ، قتادہ بن نعمان، سلمہ بن سلامہ بن وقش جیسے اکابر قبر میں اترے، وفات کے وقت عام روایت کے مطابق ھفتاد سالہ تھے، لیکن یہ صحیح نہیں، اوپر گذر چکا ہے کہ بدر میں ۴۸ برس کا سن تھا، اس لحاظ سے ان کی عمر ۷۰ سال قرار پاتی ہے، استیعاب کے ایک نسخہ میں ۷۰ کے بجائے ۹۰ سال مذکور ہے[1]

اولاد: محمد اور زید دو لڑکے چھوڑے،

حلیہ: آنحضرت کی زندگی ہی میں آنکھ جاتی رہی تھی، آپ نے ان کو ایک عصا دیا کہ اس کو لیکر چلنے میں روشنی معلوم ہوگی ضعیفی میں جب بال سفید ہوگئے، مہندی کا خضاب لگاتے تھے،

فضل و کمال: ایام جاہلیت ہی میں علم کا شوق تھا، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں،

کان یکتب بالعربی قبل الاسلام[2] — اسلام سے قبل وہ عربی لکھ لیتے تھے،

مسلمان ہو کر قرآن و حدیث سیکھی، ۵ حدیثیں ان کے سلسلہ سے ہم تک پہونچی ہیں جن کے روایت کرنے والے رافع بن خدیج کے پوتے عبایہ ہیں،

حضرت ابو زید رضؓ

نام و نسب: قیس نام، ابو زید کنیت، قاری لقب، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، قیس بن السکن بن قیس بن زعوراء بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار، حضرت انس

[1] استعاب ص ۹۹ ج ۲، [2] اسد الغابہ ص ۳۰۸ ج ۳،

بن مالکؓ صحابی مشہور کے چچا ہوتے تھے،

غزوات غزوۂ بدر میں شریک ہوئے،

وفات خلافت فاروقی میں جسر ابو عبید کے معرکہ میں شہادت پائی، یہ ۱۵ھ کی اخیر تاریخ کا واقعہ ہے[1]

اولاد کوئی صلبی یادگار نہ تھی، اس لئے حضرت انسؓ کو ترکہ پہونچا[1]

فضل و کمال معنوی یادگاریں بہت ہیں اور لاکھوں سے متجاوز ہیں، حضرت ابو زید انصار کے ان چار حفاظ میں ہیں جنھوں نے آنحضرت ﷺ کی زندگی میں پورا قرآن یاد کر لیا تھا[2]، اس بنا پر آج جس قدر حافظ موجود ہیں اُن کا سلسلۂ روایت ان بزرگوار تک منتہی ہوتا ہے،

حضرت ابو اسید ساعدی

نام و نسب مالکؓ نام، ابو اسید کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، مالک بن ربیعہ بن بدن بن عامر بن عوف بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر

اسلام ہجرت سے قبل اسلام لائے،

غزوات تمام غزوات میں شرکت کی، غزوۂ بدر کی شرکت صحیح بخاری میں مذکور ہے[1]، فتح مکہ میں بنو ساعدہ کا جھنڈا ان کے پاس تھا،

وفات سنہ ۶۰ھ میں بمقام مدینہ انتقال فرمایا، بدریین میں سب سے اخیر فوت ہوئے، اس وقت

---

[1] اصابہ ص ۲۵۵ ج ۵، [2] صحیح بخاری ص ۷۴۸، ج ۲، [3] کتاب مذکور ص ۵۶۸، ج ۲،

عمر شریف ۸۰ سال تھی،

اولاد حسب ذیل اولاد چھوڑی، حمید، زبیر، منذر، حمزہ، ان کی اولاد مدینہ اور بغداد میں سکونت رکھتی تھی،

حلیہ حلیہ یہ تھا، قد کوتاہ، بال گھنے، سر اور ڈاڑھی سفید، کبھی خضاب بھی لگاتے تھے، حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں آنکھ جاتی رہی تھی،

فضل و کمال آنحضرت سے چند حدیثیں روایت کیں، راویوں میں اصحاب ذیل داخل ہیں حضرت انسؓ بن مالک، حضرت سہلؓ بن سعد، عباس بن سہل، علی بن عبید، ابو سعید، ابو سلمہ عبد الملک بن سعد، ابن سوید، ابراہیم بن سلمہ بن طلحہ، قرہ بن ابی قرہ، یزید بن زیاد،

"ب"

حضرت براءؓ بن مالک

نام ونسب | براءنام، حضرت انسؓ بن مالک مشہور صحابی کے علاتی بھائی ہین، مان کا نام سحاء تھا، بعض لوگون نے ان کو حضرت انسؓ کا حقیقی بھائی قرار دیا ہے، لیکن یہ صحیح نہین، حضرت ام سلیمؓ کی جسقدر اولاد پیدا ہوئی رجال کی کتابون مین بالتفصیل مذکور ہے، اُس مین براء کا کہین نام نہین،

اسلام | انصار مدینہ کے سربرآوردہ اشخاص تو گو جا بجا کر مسلمان ہو چکے تھے، عام طبقہ ہجرت نبوی سے پیشتر اور بعد تک حلقۂ اسلام مین داخل ہوتا رہا، حضرت براءؓ اسی زمانہ مین مسلمان ہوئے ہون گے،

غزوات | بدر مین شریک نہ تھے، اُحد سے لیکر باقی غزوات مین شرکت کی، اور جنگ یمامہ مین جو مسیلمہ کذاب (مدعی نبوت) سے ہوئی تھی، نہایت نمایان حصہ لیا، حضرت خالدؓ سردار لشکر تھے، براءؓ نے کہا کہ تم اٹھو، وہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور حمد وثنا کے بعد مسلمانون سے کہا "مدینہ والو! آج مدینہ کا خیال دل سے نکالدو، آج تمکو صرف خدا اور جنت کا خیال رکھنا چاہئے" اس تقریر سے تمام لشکر مین جوش کی ایک لہر پیدا ہو گئی اور لوگ گھوڑون پر چڑھ کر ان کے ساتھ ہو گئے،

ایک سردار سے مقابلہ ہوا، وہ بڑے ڈیل ڈول کا آدمی تھا، انھون نے اُس کے پاؤن پر تلوار ماری، وار اگرچہ خالی گیا تھا لیکن وہ ڈگمگا کر چت گرا، ساتھ ہی انھون نے اپنی تلوار میان مین رکھ کر اُس کی تلوار چھین لی اور ایسا صاف ہاتھ مارا جس سے وہ دو ٹکڑے ہو گیا،

اس مرحلہ سے فارغ پاکر برق وباد کی طرح حریفون پر ٹوٹ پڑے، اور ان کو ڈھکیل کر باغ کی دیوار تک ہٹا دیا، باغ مین مسیلمہ موجود تھا، اہل یمامہ اپنے پیغمبر کے لئے ایک آخری لڑائی لڑے لیکن کب تک آخر حقیقی جوش مصنوعی جوش پر غالب آیا، اور حضرت براءؓ نے مسلمانون سے کہا، "لوگو! مجھکو دشمن کے لشکر

مین پھینک دو، وہان پہونچ ایک فیصلہ کن جنگ کی، اور باغ کی دیوار پرچڑھ کر دوسری طرف کود گئے، حامیان مسیلمہ آمادہ کارزار ہوئے، لیکن اُنھون نے موقع پاکر جلدی سے دروازہ کھولدیا، اسلامی لشکر فاتحانہ باغ مین داخل ہوا اور مسیلمہ کذاب کی جماعت کو شکست فاش دی،

اِس جانبازی سے بدن چھلنی ہوگیا تھا، ۸۰ سے زاید تیر، تلوار اور نیزہ کے زخم لگے تھے، سواری پر خیمہ مین لائے گئے، ایک مہینہ تک علاج ہوتا رہا، اِس کے بعد شفا پائی حضرت خالدؓ علالت کے پورے زمانہ تک اِن کے ہمراہ رہے،

حریق کے معرکہ مین جو عراق مین ہوا تھا، نہایت جانبازی دکھائی، شہر کے ایک قلعہ پر حملہ کر رہا تھا، دشمنون نے گرم گرم کانٹے دار زنجیرین دیوار پر ڈال رکھی تھین، کوئی مسلمان دیوار کے قریب پہونچتا، تو وہ اس کو اوپر اُٹھا لیتے تھے، حضرت انسؓ دیوار پر چڑھنے کے لئے پہونچے، قلعہ والون نے ان کو بھی زنجیر سے اُٹھانا چاہا، وہ اوپر کھنچ رہے تھے کہ براءؓ کی نظر پڑ گئی، خود دیوار کے پاس آئے اور زنجیر کو اس زور سے جھٹکا دیا کہ اوپر کی رسی ٹوٹ گئی اور حضرت انسؓ نیچے گرے، زنجیر پکڑنے سے حضرت براءؓ کے ہاتھ کا تمام گوشت نچ گیا تھا، صرف ہڈیان چمکتی پڑتی تھین،

تستر (فارس) کے معرکہ مین وہ میمنہ کے افسر تھے، انھون نے تنہا ۱۰۰ سو آدمی قتل کئے اور جس قدر شرکت مین مارے ان کا حد و شمار نہین،

وفات

ہنوز یہ معرکہ جاری تھا، اور قلعہ فتح نہ ہوا تھا، کہ ایک دن حضرت انسؓ ان کے پاس گئے، وہ گانے مین مشغول تھے، کہا کہ خدا نے آپ کو اس سے اچھی چیز عطا فرمائی ہے (یعنی قرآن) اُس کو لحن سے پڑھئے، فرمایا شاید آپ کو یہ خوف ہے کہ کہین بستر پر میرا دم نہ نکل جائے، لیکن خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا، مین جب مرون گا، میدان مین مرون گا،

آنحضرتؐ نے ان کے متعلق ایک حدیث مین فرمایا تھا کہ بہت سے پراگندہ مو، غبار آلود جن کی

لوگون مین کوئی وقعت نہین ہوتی، جب خدا سے قسم کھا بیٹھتے ہین تو وہ اُن کی قسم کو پورا کر دیتا ہے، اور براءؓ بھی انھین لوگون مین ہین"، اِس بناء پر مسلمانون کو تستر مین جب ہزیمت ہوئی تو ان کے پاس آئے، کہ آج خدا سے قسم کھائیے، فرمایا اے خدا مین تجھکو قسم دیتا ہون کہ مسلمانون کو فتح دے اور مجھکو رسول اللہ صلعم کی زیارت سے مشرف کر!!

اِس کے بعد فوج کو لیکر خود حملہ کیا، زرارہ کا مرزبان کہ سلطنت فارس کے چیدہ اُمرا مین تھا مقابل آیا، انھون نے اُس کو قتل کر کے سامان پر قبضہ کر لیا، پھر نہایت جوش سے مارتے دھاڑتے پھاٹک تک پہونچے عین پھاٹک پر ہرمزان کا سامنا ہوا، دونون مین خوب لڑائی ہوئی اور حضرت براءؓ شہید ہوئے، تاہم میدان مسلمانون کے ہاتھ رہا، یہ سنہ ۲۰ھ کا واقعہ ہے

فضل و کمال — حضرت براءؓ آنحضرتؐ کے مخصوص صحابہ مین تھے، وہ برسون بساط نبوت کے حاشیہ نشین رہے، سینکڑون اور ہزارون حدیثین سُنی ہونگی لیکن تعجب ہے کہ اُن کی روایت کا سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا مصنف استیعاب لکھتے ہین،

کان البراء بن مالک احد الفضلاء (استیعاب ص ۷۰ ج ۱) براء فضلاء صحابہ مین تھے،

شاید جہاد کی مصروفیت حدیث بیان کرنے سے مانع رہی ہو،

اخلاق و عادات — انتہا درجہ کے جری اور بہادر تھے، حضرت عمرؓ اسی وجہ سے اِن کو کسی فوج کا افسر نہین بناتے تھے، افسران کو لکھتے کہ خبردار! براء کو امیر نہ بنانا، وہ آدمی نہین بلا ہین، سامنے ہی جائین گے،

گانے کا بہت شوق تھا، اور آواز اچھی پائی تھی، ایک سفر مین رجز پڑھ رہے تھے، آنحضرتؐ نے فرمایا ذرا عورتون کا خیال کرو، اس پر انھون نے سکوت اختیار کیا،

حضرت براءؓ بن عازب

نام و نسب براء نام، ابو عمارہ کنیت، خاندان حارثہ سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، براء بن عازب بن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، ننہال کی طرف سے حضرت ابو بردہ بن نیار جو غزوۂ بدر میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے تھے، اور قبیلۂ بلی سے تھے[۱]، ان کے ماموں تھے پیشتر وہ اپنی سسرال کے حلیف بھی بن چکے تھے،

حضرت براءؓ کے والد عازب صحابی تھے، صحیحین میں ان کا ایک قصہ مروی ہے، اور وہ یہ کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے اونٹ کا پالان خریدا اور کہا اس کو اپنے بیٹے سے اٹھوا کر میرے ساتھ بھیجئے، جواب دیا پیشتر ہجرت کا قصہ سنائیے[۲] پھر آپ جا سکتے ہیں،

اسلام مدینہ میں دعوتِ اسلام عام ہو چکی تھی، ماموں عقبہ میں بیعت کر چکے تھے، باپ نے بھی توحید و رسالت کا اقرار کر لیا تھا، بیٹے نے انھیں دونوں خاندانوں میں تربیت پائی تھی،

غزوات اور دیگر حالات مسلمان ہو کر احکام و مسائل کے سیکھنے میں مصروف ہوئے، مصعب بن عمیرؓ اور ابن مکتومؓ کی درسگاہ کتاب و سنت کا مرکز بنی ہوئی تھی، انھوں نے وہیں تعلیم پائی، پیشتر قرآن مجید پڑھنا شروع کیا، آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تو سبح اسم ربک الاعلیٰ کی سورۃ زیرِ درس تھی[۳]،

غزوۂ بدر میں اگرچہ کمسن تھے، تاہم جوشِ ایمان عین شباب پر تھا، رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے لڑائی کے ناقابل سمجھ کر واپس کر دیا[۴]،

غزوۂ احد میں پانزدہ سالہ تھے، لڑائی میں شریک ہوئے، خندق[۵]، حدیبیہ[۶]، خیبر میں بھی شرفِ شرکت حاصل کیا غزوۂ حنین میں نہایت پامردی سے مقابلہ کیا، ایک شخص نے پوچھا حنین میں تم بھاگ گئے تھے، فرمایا جہاں

---

۱ اصابہ حالات ابو بردہ، ۲ مسند ج ۴ ص ۲۸۲، ۳ بخاری ج ۱ ص ۵۵۵، ۴ ایضاً ص ۵۵۸، ۵ ایضاً ص ۵۶۴ ج ۲، ۶ ایضاً ج ۲ ص ۵۹۶

مین یہ شہادت دیتا ہون کہ رسول اللہ نے پیٹھ نہین پھیری، جلد باز لوگ البتہ دور دور تک پھیل گئے تھے[۱]،

اس روایت سے لوگون نے برأؓ کے عدم فرار پر استدلال کیا ہے، کہ بھاگنے کی صورت مین وہ ان واقعات کو دیکھ نہ سکتے تھے جن کے بچشم خود دیکھنے کے مدعی ہین، مسند کی ایک روایت بھی اس کی تائید مین پیش کیجا سکتی ہے، اس مین اس واقعہ کیساتھ یہ لفظ مذکور ہے،

قال رجل للبرا وهو يمزح معه[۲]
یعنی برا سے ایک شخص نے مذاق مین پوچھا،

اس سے معلوم ہوا کہ براؓ کا فرار ہونا اس عہد مین ایک مشہور بات تھی، اور سائل کا سوال صرف مذاق پر مبنی تھا،

غزوۂ طائف کے بعد اور حجۃ الوداع کے قبل آنحضرت صلعم نے حضرت خالدؓ کو کچھ لوگون کے ہمراہ یمن روانہ کیا حضرت برأؓ بھی ساتھ تھے، ان کے پیچھے حضرت علی علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا کہ اصحاب خالدؓ مین جو لوگ وہان رہنا چاہین تمھارے ساتھ رہ سکتے ہین اور جو آنا چاہتے ہون، مدینہ چلے آئین، حضرت براؓ یمن مین ٹھہر گئے اور وہان بہت اوقیہ مال غنیمت حاصل کیا[۳]،

غرض عہد نبوت کے وہ غزوات جن مین آنحضرتؐ کی نفس نفیس شرکت تھی، ان مین سے ۱۵ مین شرف شمولیت حاصل کیا[۴]، غزوات کے ساتھ اگر دیگر واقعات بھی ملادئے جائین، تو آنحضرتؐ کے ہمراہ سفر کرنے کی تعداد ۱۸ ہو جاتی ہے[۵]

سنہ ۲۴ھ (خلافت فاروقی) مین رے فتح کیا، غزوۂ تستر مین حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ہمراہ تھے، اور جناب امیر علیہ السلام کے عہد خلافت مین جو لڑائیان ہوئین، سب مین حضرت علیؓ کی طرف سے شریک ہوئے،

کوفہ مین ایک مکان بنالیا اور وہین سکونت اختیار کی،

حاشیہ صفحہ گذشتہ ۸ بخاری ص ۵۹۹ ۹ ترمذی ۲۱۰ ۱۰ بخاری ۶۰۷،

حاشیہ صفحہ ہذا، ۱ بخاری ۶۱۰، ۲ مسند ص ۲۸۲، ج ۴، ۳ صحیح بخاری ۶۲۳ ۴ مسند ص ۲۹۸، ج ۴، ۵ مسند ص ۲۹۲، ج ۴،

وفات ؁۸۰ھ میں کہ مصعب بن زبیر امیر کوفہ تھے، کوفہ میں انتقال فرمایا،[1]

اولاد حسب ذیل اولاد چھوڑی، عُبید، ربیع، لوط، سوید، یزید، ان میں سے موخر الذکر عمان کے امیر تھے[2]
سوید کے حالات میں صاحب طبقات نے لکھا ہے کہ عمان کے بہترین امیر ثابت ہوئے، تھے، ممکن ہے کہ یزید اور سوید دونوں عمان کے امیر مقرر ہوئے ہوں،

حلیہ آنحضرت سے قد چھوٹا تھا، خود فرماتے ہیں، ولدی افصر مِن یدہ[3]!
سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے، چونکہ سونا مردوں کے لئے شرعاً حرام ہے، لوگوں نے اعتراض کیا، فرمایا پہلے واقعہ سُن لو، ایک مرتبہ آنحضرت نے مال غنیمت تقسیم کیا، صرف یہ انگوٹھی رہ گئی، ادھر اُدھر دیکھا پھر مجھکو بلا کر فرمایا "لو، اس کو پہنو، یہ خدا اور رسول نے تمکو پہنائی ہے"، اب تم ہی بتاؤ، جو چیز اللہ اور رسول نے مجھے پہنائی ہو اُس کو کیونکر اُتار پھینکوں[4]؟

فضل و کمال فضلاء صحابہ میں تھے، حدیث کے نشر و اشاعت میں خاص اہتمام تھا، ان کے سلسلے سے جو حدیثیں روایت کی گئیں ان کی تعداد ۳۰۵ ہے، ان میں ۲۲ پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے،
بیان حدیث میں خاص احتیاط رکھتے تھے، اور اُس کی تعلیم خود آنحضرت صلعم سے پائی تھی آنحضرت نے ان کو ایک دعا بتائی، خود سنا کر فرمایا تم تو پڑھو، انھوں نے برسولک پڑھا، آنحضرت صلعم نے سبیک بتایا تھا، فرمایا نہیں، بسبک[5]!
اس کا یہ اثر تھا کہ حدیث بیان کرتے وقت خود ان نزاکتوں کا خیال رکھتے تھے، ایک مرتبہ نہایت صاف طور پر اپنی روایتوں کی نوعیت بیان کی، فرمایا
ما کل الحدیث سمعناہ من رسول اللہ، کان یحدثنا اصحابنا عنہ کانت تشغلنا عنہ رعیۃ الابل[6] یعنی جتنی حدیثیں بیان کروں، ضرور نہیں کہ سب رسول اللہ سے سنی بھی ہوں، ہم اونٹ چرایا کرتے تھے،

---

[1] مسند ص ۲۰۰ ج ۴، [2] طبقات ص ۷ ۲ ج ۶، [3] مسند ص ۲۸۹، [4] الیضاً ص ۲۹۴، [5] الیضاً ص ۲۹۳ ج ۴، [6] الیضاً ص ۲۸۲ ج ۴

اِس بناء پر آنحضرت صلعم کے پاس ہر وقت حاضر رہ سکتے تھے، بہت سی حدیثیں میں صحابہ سے روایت کرتا ہوں،

جن صحابہ سے حدیث روایت کی اپنے طبقہ کے سرآوردہ تھے، مثلاً حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، ابوایوبؓ، بلالؓ، عازبؓ،

جن لوگوں کو تلمذ کا فخر حاصل ہوا، اکابر تابعین سے تھے، ابن ابی لیلیٰ، عدی بن ثابت، ابو اسحاق، معاویہ بن سوید بن مقرن، ابوبردہ، ابوبکر پسران ابوموسی اشعری وغیرہ،

بسا اوقات حدیث کی مجلس میں صحابہ بھی شریک ہوتے تھے، ابوجحیفہؓ اور عبداللہ بن یزید خطمی تو راویوں کے زمرہ میں داخل ہو چکے تھے، اُن کے علاوہ اور بھی صحابہ آجاتے تھے، ایک روز کعب بن عجرہ جیسے صحابہ کے شا ان کی مجلس میں تشریف لائے تھے[1]،

مجلس میں مختلف قسم کے شکوک پیش ہوتے تھے، بعض آیات قرآنی پر شبہ وارد کرتے تھے، بعض مسائل فقہ دریافت کرتے تھے،

ایک شخص نے پوچھا کہ "لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ"، (اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو) میں مشرکین پر حملہ کرنا داخل ہے یا نہیں، فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے خود آنحضرت صلعم کو جہاد کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تھا، فقاتل فی سبیل اللہ لا تکلف الا نفسک، (خدا کی راہ میں لڑائی کرو، تم صرف اپنے نفس کے مکلف ہو)، تم نے جو آیت پیش کی، خرچ کے بارہ میں ہے[2]، (یعنی یہ نہ سمجھو کہ راہ خدا میں صرف کرنے سے ہم تباہ ہو جائیں گے، ایسا سمجھنا ہلاکت ہے)

عبدالرحمن بن مطعم (ابومنہال) کے ساتھی نے بازار میں کچھ درہم ایک مدت معینہ تک کے لئے فروخت کئے، عبدالرحمن نے کہا یہ درست بھی ہے؟ بولا ہاں، میں نے اس سے پہلے بھی بیچے لیکن کسی نے بُرا نہ کہا،

---

[1] مسند ج ۴ ص ۲۸۴، [2] مسند ص ۲۸۱ ج ۴،

یہ براء بن عازب کے پاس گئے اور واقعہ بیان کیا، فرمایا آنحضرت صلعم جب مدینہ تشریف لائے، ہم لوگ اس طرح خرید و فروخت کرتے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو ہاتھوں ہاتھ ہو اس میں مضائقہ نہیں لیکن اُدھار ناجائز ہے، مزید اطمینان کے لئے زید بن ارقم سے جاکر پوچھو، وہ ہم سب میں بڑے تاجر تھے، عبدالرحمن زید بن ارقم کے پاس گئے، انہوں نے براء کی تائید کی[1]

اس روایت میں صحابہ کا اپنے ہمعصروں سے جو برتاؤ تھا، صاف عیاں ہے، ہمارے زمانہ کے علماء میں معاصرت، بغض و عناد، جدال و قتال، اور حسد و کینہ پروری کا باعث بنتی ہے لیکن خیر القرون، ان تمام فتنہ و فساد سے معرّا تھا، وہاں اس کا نتیجہ شفقت و محبت، رفق و ملاطفت، اور انس و الفت کی صورت میں جلوہ گر ہوتا تھا،

اخلاق و عادات اخلاق و عادات میں اتباع سنت، حب رسول، انکسار و تواضع نہایت نمایاں ہیں اتباع سنت کا یہ حال تھا کہ نماز کی ایک ایک چیز رسول اللہؐ سے مشابہ تھی، ایک روز گھر والوں کو جمع کرکے کہا کہ آج جس طرح رسول اللہؐ وضوء کرتے اور نماز پڑھتے تھے، تم کو دکھادوں، خدا معلوم میری زندگی کب تک ہے؟

وضوء کرکے ظہر کی جماعت قائم کی، پھر عصر، مغرب، عشاء، سب اسی طرح پڑھائیں[2]

ایک روز آنحضرت صلعم کے سجدہ کی نقل کرکے بتائی[3]

ابوداؤدؓ ملاقات کو آئے تو خود سلام کیا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر خوب ہنسے، پھر فرمایا جانتے ہو میں نے ایسا کیوں کیا؟ آنحضرت صلعم نے میرے ساتھ ایک مرتبہ ایسا ہی کیا تھا، اور فرمایا تھا کہ جب دو مسلمان اس طرح ملیں اور کوئی ذاتی غرض درمیان میں نہ ہو تو دونوں کی مغفرت کیجاتی ہے[4]

صف نماز میں داہنی طرف کھڑے ہونے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، حضرت براءؓ داہنی

---

[1] صحیح بخاری ص ۲۶۱ ج ۱، [2] مسند ص ۲۸۸ ج ۴، [3] ایضاً ص ۳۰۳ ج ۴ [4] ایضاً ص ۲۸۹ ج ۴،

طرف کھڑا ہونا پسند کرتے تھے،۱؎

رسول اللہ کی محبت جان و مال سے زیادہ تھی، اور اس کا اثر ہر بات میں نمایاں تھا، آنحضرت کا حلیہ بیان کرتے ہیں تو ہر لفظ محبت کے آب حیات میں ڈوبا ہوا نکلتا ہے، فرماتے ہیں کہ "آنحضرت صلعم سب آدمیوں سے زیادہ خوبصورت تھے، میں نے سرخ چادر اوڑھے دیکھا تھا جتنی آپ پر کھلتی تھی، کسی پر نہ کھلتی تھی۲؎ ایک مرتبہ کسی نے دریافت کیا کہ آنحضرت صلعم کا چہرہ چمک میں تلوار کے مانند تھا، فرمایا نہ بلکہ چاند۳؎ کی طرح،

انکسار و تواضع کا یہ عالم تھا کہ با این ہمہ کہ برسوں رسول اللہ کے شرف صحبت سے مشرف رہے تھے، اپنے کو نہایت حقیر سمجھتے تھے، ایک شخص نے کہا کہ خوش قسمتی مبارک! آپ رسول اللہ کے صحابی ہیں، اور بیعت الرضوان میں بھی شریک ہو چکے ہیں، فرمایا برادر زادے! تم کو معلوم نہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد ہم نے کیا کیا؟۴؎

حضرت براء بن معرورؓ

نام و نسب براء نام، ابو بشر کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، براء ابن معرور بن صخر بن سابق بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن تزید بن جشم بن خزرج۔

والدہ کا نام رباب تھا، جو حضرت سعد بن معاذ سردار اوس کی حقیقی پھوپھی تھیں،

حضرت براء اپنے قبیلہ کے رئیس اور سردار تھے، جبل ذوکل، مسجد خربہ اور چند قلعے ان کی ملکیت تھے،

۱؎ [illegible] نوری ص ۲۰۰ ۲؎ صحیح [illegible] ۳؎ ایضاً ۴؎ صحیح بخاری ص ۵۹۹ ج ۱،

اسلام | عقبۂ کبیرہ سے قبل شرف باسلام ہوئے، بعض کا خیال ہے کہ عقبہ اولیٰ میں بیعت کی تھی، لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں، اس روایت کے نقل کرنے والے صرف محمد بن اسحاق ہیں، باقی تمام اصحاب سیرت اس کے ذکر سے خاموش ہیں،

مسلمان ہوکر قبلہ رخ نماز ادا کی، اور ہمیشہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے، فرماتے تھے کہ میں اس کی طرف پشت نہیں کرنا چاہتا، اور لوگ بیت المقدس کی طرف رخ کرتے تھے، اس بناء پر جب عقبۂ ثانیہ کی شرکت کے لئے مکہ روانہ ہوئے تو آنحضرتؐ سے استفسار کیا، یا نبی اللہ! مجکو خدا نے اسلام کی ہدایت دی، اور میں سفر کرکے یہاں آیا ہوں، میری خواہش ہے کہ نماز میں کعبہ کی طرف پشت نہ کروں، میرے ساتھی اسکے خلاف ہیں، اب آپ کیا فرماتے ہیں؟ ارشاد ہوا اگر کچھ دنوں صبر کرو تو امید ہے کہ یہی قبلہ قرار پاجائے، حضرت براءؓ نے فرمان نبوی کے مطابق بیت المقدس کی طرف رجوع کیا اور شام کی طرف رخ کرکے نماز ادا کی،

ایام تشریق میں بیعت کا وعدہ ہوا، آنحضرت صلعم حضرت عباسؓ کے ہمراہ عقبہ تشریف لائے اور فرمایا "تم سے اس شرط پر بیعت لیتا ہوں کہ میری اس طرح حفاظت کروگے جس طرح اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو" براءؓ نے آنحضرتؐ کا ہاتھ پکڑا اور کہا "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق و صداقت کیساتھ مبعوث کیا! ہم اپنی جانوں کی طرح آپ کی حفاظت کریں گے، یا رسول اللہ! آپ ہم سے بیعت لیجئے، خدا کی قسم ہم ایک مسلح جماعت ہیں، اور ہم نے ہتھیار آباعن جد وراثت میں پائے ہیں، یہ کہکر آنحضرتؐ سے بیعت کی، پھر تمام مجمع بیعت کے لئے بڑھا،

بیعت کے بعد نقباء کا انتخاب ہوا، حضرت براءؓ بنو سلمہ کے نقیب بنائے گئے،

وفات | ذی الحجہ میں بیعت کی تھی، اس کے دو مہینے کے بعد صفر میں انتقال کیا، وفات کے وقت وصیت کی کہ مجکو قبر میں قبلہ رخ رکھنا، یہ بھی وصیت کی کہ میرا ثلث مال رسول اللہ کی رائے پر ہے جس مصرف میں

۱؎ اسد الغابہ جلد ۱ ص ۱۷۴،

چاہئیں صرف کریں، یہ ہجرت سے ایک مہینہ قبل کا واقعہ ہے،

آنحضرتؐ مدینہ تشریف لائے تو صحابہ کو لیکر حضرت براءؓ کی قبر پر آئے اور چار تکبیروں سے نمازِ جنازہ پڑھی جس مال کے متعلق وصیت کی تھی، آنحضرتؐ نے اس کو قبول کر کے پھر ان کے لڑکے کو واپس دیدیا،

اولاد — اولاد کی تفصیل معلوم نہیں، حضرت بشرؓ ایک صاحبزادے تھے، جو بیعت عقبہ میں اپنے والد کیساتھ شریک تھے، براءؓ کے بعد آنحضرتؐ نے اُن کو بنو سلمہ کا سردار بنایا تھا، غزوۂ خیبر میں آنحضرتؐ کو بکری کے گوشت میں زہر دیا گیا تھا حضرت بشرؓ نے بھی یہ گوشت کھایا تھا، اسی کے اثر سے انتقال فرمایا،

"ث"

حضرت ثابت بن قیسؓ

نام و نسب — ثابت نام، ابو محمد کنیت، خطیب رسول اللہ لقب، قبیلہ خزرج سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، ثابت بن قیس بن شماس بن زہیر بن مالک بن امرء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج، والدہ کا نام معلوم نہیں، اتنا معلوم ہے کہ خاندان طے سے تھیں[1]۔

اسلام — ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے،

غزوات اور دیگر حالات — آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تو خیر مقدم کے لئے تمام شہر امنڈ آیا تھا، اس موقع پر حضرت ثابتؓ نے جو خطبہ دیا تھا اس کا ایک فقرہ یہ تھا،

نمنعک مما نمنع منہ انفسنا واولادنا فما لنا؟ قال الجنۃ! قالوا رضینا!![2]

یعنی "ہم آپ کی اس چیز سے حفاظت کریں گے جس سے اپنی جان اور اولاد کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن ہمکو اس کا معاوضہ کیا ملیگا؟" آنحضرت صلعم نے فرمایا "جنت" تو تمام مجمع پکار اٹھا کہ "ہم سب راضی ہیں"،

---

[1] اسد الغابہ ص ۲۲۹ ج ۱، [2] اصابہ ص ۲۰۳ ج ۱،

غزوۂ بدر میں شریک نہ تھے، اصحاب مغازی نے اگرچہ ان کو اصحاب بدر کے زمرہ میں شامل نہیں کیا ہے
لیکن علامہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یہی رائے ظاہر کی ہے[1]
باقی غزوات کی شرکت پر تمام ائمۂ فن کا اتفاق ہے،

غزوۂ مریسیع میں کہ ۵ھ میں واقع ہوا حضرت جویریہؓ (ام المومنین) اسیر ہو کر حضرت ثابتؓ اور ان کے
ابن عم کے حصہ میں آئی تھیں، انھوں نے ۹ اوقیہ سونے پر مکاتب بنایا، حضرت جویریہؓ نے آنحضرتؐ سے
مدد طلب کی، آپ نے رقم مذکور ادا کر کے ان کو ہمیشہ کے لئے غلامی سے نجات دی اور اپنے حبالۂ عقد میں لے لیا[2]

۹ھ میں بنو تمیم کا وفد آیا، اور بدویانہ طریقہ پر آنحضرت صلعم کے دروازہ پر آکر آواز دی کہ "محمد باہر نکلو"
آپ باہر تشریف لائے تو بات چیت کے بعد عطارد بن حاجب کو کھڑا کیا کہ تمیم کے رتبہ سے آنحضرت صلعم کو آگاہ
کرے، عطارد، اس قبیلہ کا مشہور خطیب تھا، تقریر ختم ہوئی تو آنحضرت صلعم نے حضرت ثابتؓ کو حکم دیا کہ تم اسکا
جواب دو، حضرت ثابتؓ نے اس فصاحت و بلاغت سے جواب دیا کہ اقرع بن حابس بول اٹھا، اپنے باپ
کی قسم ان کا خطیب ہمارے خطیب سے بہتر ہے[3]،

اسی سال مسیلمہ کذاب، بنو حنیفہ کی ایک بڑی جماعت کیساتھ مدینہ آیا، آنحضرت صلعم ثابت
بن قیسؓ کو لیکر اس کے پاس گئے، ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، مسیلمہ نے کہا کہ اگر اپنے بعد مجھ کو خلیفہ بناؤ تو میں بھی
تمھاری اتباع کرتا ہوں، آنحضرتؐ نے فرمایا "خلافت تو بڑی چیز ہے، میں تجھ کو یہ چھڑی دینا بھی گوارہ نہیں
کر سکتا، خدا نے تیری نسبت جو فیصلہ کر دیا ہے وہ ہو کر رہے گا، میں تیرے انجام کو خواب میں دیکھ چکا ہوں اور
زیادہ گفتگو کی ضرورت ہو تو ثابتؓ موجود ہیں ان سے پوچھ، اب میں جاتا ہوں[4]

۱۱ھ میں آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا، انصار سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنانے کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ
میں جمع تھے، حضرت ابوبکرؓ کو خبر ہوئی تو حضرت عمرؓ وغیرہ کو لیکر پہونچے، اس موقع پر حضرت ثابتؓ نے جو خطبہ

[1] دیکھو کتاب مذکور ص ۱۲ ج ۲، [2] طبقات ابن سعد ص ۹۴، [3] الفصاص ص ۱۱۴ و طبری ص ۱۷۱۶ ج ۳، [4] صحیح بخاری ص ۶۲۸ ج ۲،

دیا تھا، حسب ذیل ہے،

اما بعد فنحن انصار اللہ وکتیبۃ الاسلام و انتم معاشر المہاجرین رہط وقد دفت دافۃ من قومکم فاذا ھم یریدون ان یختزلونا من اصلنا وان یحضنونا من الامر[1]

یعنی ہم خدا کے مددگار اور اسلام کی فوج ہیں، اور مہاجرین معدودے چند ہیں، تعجب ہے کہ اس پر بھی کچھ لوگ ہم کو خلافت سے محروم کرنا چاہتے ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ تم نے جو کچھ کہا بالکل صحیح ہے، تاہم قریش کے سوا دوسرا خلیفہ نہیں ہو سکتا،

اسی سنہ میں طلیحہ پر فوج کشی ہوئی، حضرت خالدؓ اس مہم کے افسر تھے، انصار حضرت ثابتؓ کی ماتحتی میں تھے[2]

وفات — ۱۲ھ میں مسیلمۂ کذاب سے مقابلہ ہوا، حضرت ثابتؓ اس میں شریک تھے، جب مسلمانوں کو شکست ہوئی، حضرت انسؓ نے آکر کہا چچا! آپ نے دیکھا؟ وہ خوشبو مل رہے تھے، بولے کہ لڑنے کا یہ طریقہ نہیں، ہم لوگ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں اس طرح نہیں لڑتے تھے، اس کے بعد اٹھے اور خندق کھود کر نہایت پامردی سے لڑے اور آخر شہادت حاصل کی،

بدن پر زرہ نہایت عمدہ تھی، ایک مسلمان نے اتار لی، انھوں نے دوسرے شخص سے خواب میں آکر کہا کہ فلاں مسلمان نے میری زرہ لی ہے، تم خالدؓ سے کہو کہ اس سے وصول کر لیں اور مدینہ ہو کر حضرت ابوبکرؓ سے کہنا کہ ثابت پر اتنا قرض تھا، وہ اس زرہ سے ادا کریں، اور میرا فلاں غلام آزاد کر دیں،

حضرت خالدؓ نے زرہ لے لی اور حضرت ابوبکرؓ نے اس وصیت پر عمل کیا،

یہ واقعہ صحیح بخاری میں بھی مذکور ہے، لیکن مختصر ہے، طبرانی نے نہایت تفصیل سے اس کو حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے،

---

[1] صحیح بخاری ص ۱۰۱۰ ج ۲، [2] طبری ص ۱۸۹۱ ج ۴،

اہل وعیال | ایک لڑکی تھیں جن کا نام معلوم نہیں، لڑکوں کے نام یہ ہیں، محمد، یحییٰ، عبد اللہ، اسمٰعیل

بیوی کا نام جمیلہ تھا، اور عبد اللہ بن ابی بن سلول سردار خزرج کی بیٹی تھیں[1]

فضل وکمال | صحیح بخاری میں ان سے ایک روایت منقول ہے، اور بھی چند حدیثیں ہیں جن کو حضرت انس[رض] بن مالک، عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ، محمد بن قیس نے روایت کیا ہے،

حضرت ثابت نہایت فصیح البیان اور زبان آور تھے، انصار نے اسی بنا پر ان کو اپنا خطیب بنایا تھا، آنحضرت صلعم نے بھی دربار نبوت کا انھیں کو خطیب تجویز فرمایا،[2]

اخلاق | احترام نبوت ان کی سیرت کا جلی عنوان ہے، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ان کو موجود نہ پاکر فرمایا، کوئی ثابت کی خبر لاتا، ایک شخص نے کہا میں جاتا ہوں، گھر میں جاکر دیکھا تو سر نیچا کئے بیٹھے تھے، پوچھا کیا ہے؟ کہا کیا بتاؤں بہت برا حال ہے، میری آواز تیز ہے، آنحضرت صلعم کے سامنے چلا کر بولتا تھا، اب میرا سارا عمل باطل ہوگیا، اور جہنمی ہوگیا ہوں، (یہ اس آیت کی طرف اشارہ تھا جس میں آنحضرت صلعم کے روبرو آہستہ بولنے کی ہدایت نازل ہوئی تھی)، اس شخص نے آنحضرت صلعم کو خبر کی، آنحضرت صلعم نے فرمایا ان سے جاکر کہو کہ تم جہنمی نہیں، میں تم کو جنت کی بشارت سناتا ہوں[3]،

آنحضرت صلعم کو ان سے جو محبت اور انس تھا، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ بیمار پڑے تو خود عیادت کو تشریف لے گئے، اور ان کے صحیح وسالم ہونے کی ان الفاظ میں دعا کی،

اذھب الباس رب الناس عن ثابت بن قیس بن شماس![4]

---

[1] طبقات ص ۹۰ ج ۵ [2] صحیح بخاری ص ۷۲۸ ج ۲، [3] ایضاً ص ۱۰۱۷ ج ۲، [4] تہذیب التہذیب ص ۱۲ ج ۲،

حضرت ثابت بن ضحاکؓ

نام و نسب: ثابت نام، ابو زید کنیت، قبیلۂ اشہل سے ہیں سلسلۂ نسب یہ ہے، ثابت بن ضحاک بن خلیفہ بن ثعلبہ بن عدی بن کعب بن عبد الاشہل،

بعثت نبوی کے تیسرے سال تولد ہوئے، بعض لوگوں نے ۳ھ سال ولادت قرار دیا ہے، لیکن یہ قطعاً غلط ہے،

غزوات: غزوۂ حمراء الاسد میں شریک تھے، خندق میں آنحضرت صلعم کیلئے سوار تھے، اور صحیح مسلم کی روایت کے بموجب بیعت الرضوان میں شرکت کی تھی،

ابن مندہ نے لکھا ہے کہ امام بخاریؒ نے ان کی شرکت بدر تسلیم کی ہے، عجب نہیں کہ یہ خیال صحیح ہو ترمذی نے بھی ان کے بدر میں شریک ہونیکا تذکرہ کیا ہے،

ابن سعد کی روایت کے بموجب غزوۂ احد کی شرکت بھی ثابت ہوتی ہے، کیونکہ انھوں نے حمراء الاسد کے ذکر میں ضمناً یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس غزوہ میں صرف وہی لوگ شریک تھے جنھوں نے غزوۂ احد میں شرکت کی تھی[۱]

لیکن ہمارے نزدیک یہ تمام روائتیں ناقابل اعتبار ہیں، کیونکہ جہاد کی شرکت کے لئے ۱۵ سال کا سن ضروری تھا، اور جیسا کہ اوپر معلوم ہوا حضرت ثابتؓ کا سال ولادت ۳ نبوی ہے، اس بناء پر ہجرت کے وقت ان کی عمر کم و بیش ۱۰ سال تھی، غزوۂ بدر ۲ھ اور غزوۂ احد ۳ھ میں ہوا، اس لئے اس وقت ان کا سن ۱۲، ۱۳ سال کا تھا جو جہاد کی شرکت کے لئے قطعاً ناکافی ہے، صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت آئی ہے[۲]

[۱] طبقات ص ۴۴، [۲] بخاری ص ۵۸۸ ج ۲،

ان النبی صلعم عرضہ یوم احد وھو ابن اربع عشرۃ سنۃ فلم یجزہ وعرضہ یوم الخندق وھو ابن خمسۃ عشر سنۃ فاجازہ۔

کہ وہ احد میں چہاردہ سالہ تھے، آنحضرت کے سامنے پیش ہوئے تو میدان کی اجازت نہیں ملی لیکن دوسرے سال خندق میں پانزدہ سالہ تھے، اس بنا پر آنحضرت صلعم نے اجازت دیدی،

براء بن عازب کے متعلق بھی اسی قسم کی روایت ہے، ان روایتوں کی موجودگی میں جو نہایت صحیح سند سے ثابت ہیں، دوسری روایتوں پر کسی طرح اعتماد نہیں کیا جا سکتا،

اس بناء پر ہمارے نزدیک بدر و احد کے بجائے ان کا پہلا غزوہ خندق تھا، [illegible] کے بجائے دوسرے کاموں کے لئے منتخب ہوئے تھے، چنانچہ مصنف اصابہ لکھتے ہیں

وکان دلیلہ الی حمراء الاسد

یعنی وہ آنحضرت صلعم کو حمراء الاسد کا راستہ بتاتے تھے

عہد نبوی کے بعد شام کی سکونت اختیار کی، پھر وہاں سے بصرہ چلے گئے

وفات | حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا، بعضوں نے سنہ ۶۴ھ کی تصریح کی ہے

اولاد | ایک بیٹا چھوڑا، زید نام تھا، اسی بناء پر ابن سیرین نے ان کو حضرت زید بن ثابت صحابی مشہور کا والد سمجھا ہے، لیکن یہ غلطی ہے، زید بن ثابت کے والد جاہلیت میں فوت ہوئے، اور کفر کی حالت میں مارے گئے، اس کے ماسوا زید خود ان کے ہمسن تھے، اس بناء پر یہ ان کے باپ کیونکر ہو سکتے ہیں،

یہ خیال اس لحاظ سے بھی ناقابل التفات ہے، کہ ابو قلابہ نے ان سے روایتیں کی ہیں، اور ابو قلابہ سنہ ۶۴ھ سے پیشتر کسی طرح روایت کے قابل نہ ہو سکتے تھے، کیونکہ انھوں نے ۶۴ھ کے بعد تحصیل میں قدم رکھا تھا، اور حضرت زید بن ثابتؓ کے متعلق عام خیال ہے کہ ۴۵ھ میں فوت ہو چکے تھے،

وضل وکمال | حضرت ثابت کے سلسلہ سے جو روایتیں مروی ہیں، ان کی تعداد ۱۴ ہے، ان کے تلامذہ کے زمرہ میں ابو قلابہ اور عبد اللہ بن معقل داخل ہیں،

۱؎ کتاب مذکور ص ۲۰۱ ج ۱

ج

حضرت جابر بن عبداللہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات جابر نام، ابو عبداللہ کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ، والدہ کا نام نسیبہ تھا، جن کا سلسلۂ نسب حضرت جابرؓ کے آبائی سلسلہ میں زید بن حرام پر ملجاتا ہے،

سلمہ کی اولاد اگرچہ حرہ اور مسجد قبلتین تک پھیلی ہوئی تھی، لیکن خاص بنو حرام قبرستان اور ایک چھوٹی مسجد کے درمیان آباد تھے،

حضرت جابرؓ کے دادا (عمرو) اپنے خاندان کے رئیس تھے، عین الازرق (ایک چشمہ ہے) جس کو مروان بن حکم نے امیر معاویہ کے عہد میں درست کرایا تھا، انہیں کی ملکیت تھا، بنو سلمہ کے بعض قلعے اور جابر بن عتیک کے قریب کے کئی قلعے، ان کے تحت و تصرف میں تھے،

عمرو کے بعد یہ چیزیں عبداللہ کے قبضہ میں آئیں، حضرت جابرؓ انہیں عبداللہ کے فرزند ہیں، جو تقریباً سنہ ۶۱۱ء (مطابق ۳۳ عام الفیل) میں ہجرت سے ۲۰ سال قبل تولد ہوئے تھے۔

اسلام عقبۂ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے اور ان کے والد کو یہ شرف حاصل ہوا کہ بنو حرام کے نقیب تجویز کئے گئے، اس بیعت میں ان کا سن ۱۸، ۱۹ سال کا تھا،

غزوات اور عام حالات ان کے والد نے غزوۂ احد میں شہادت حاصل کی، کافروں نے مثلہ کردیا تھا، اس بنا پر جنازہ کپڑا اوڑھا کر لایا گیا، حضرت جابرؓ کپڑا اٹھا کر دیکھنا چاہتے، لوگ منع کرتے، آنحضرت صلعم نے یہ دیکھ کر کپڑا اٹھا دیا، بہن پاس کھڑی تھیں، بھائی کی حالت دیکھ کر ایک چیخ ماری، آنحضرت صلعم نے پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے کہا ان کی بہن، فرمایا تم روؤ یا نہ روؤ جب تک جنازہ رکھا رہا، فرشتے پروں سے سایہ کئے تھے[1]، حضرت

[1] مسلم ص ۲۹۶ ج ۲، بخاری ص ۵۸۴ ج ۲

حضرت عبداللہ نے دس خردسال لڑکیاں چھوڑیں جو گھر میں بلک رہی تھیں، انھوں نے اپنے بھائی حضرت جابرؓ کے پاس ایک اونٹ بھیجا کہ ابا جان کی لاش گھر لے آئیں اور مقبرہ بنی سلمہ میں دفن کریں، وہ تیار ہو گئے، آنحضرت کو خبر ہوئی، فرمایا کہ جہاں ان کے دوسرے بھائی (شہداء) دفن کئے جائیں گے، وہیں وہ بھی دفن ہوں گے چنانچہ احد[۱] کے گنج شہیداں میں دفن کئے گئے،

ان پر قرض بہت تھا حضرت جابرؓ کو فکر ہوئی کہ کسی طرح ادا ہو جانا چاہئے لیکن ادا کہاں سے کرتے کل دو باغ تھے جن کی پوری پیداوار قرض کو کافی نہ تھی، رسول اللہ کے پاس گھبرائے ہوئے آئے اور کہا یہودیوں کو بلا کر کچھ وضع کروا دیجئے، آپ نے ان لوگوں کو طلب فرما کر جابرؓ کا مدعا بیان کیا، انہوں نے چھوڑنے سے انکار کیا، پھر یہ کہا کہ دو مرتبہ میں اپنا قرض وصول کرو، نصف اس سال، اور نصف دوسرے سال، وہ لوگ اس پر بھی رضامند نہ ہوئے، آپ نے یہ دیکھ کر حضرت جابرؓ کو تسکین دی اور فرمایا کہ سنیچر کے دن تمہارے ہاں آؤنگا، صبح کے وقت تشریف لائے، تالی کے پاس بیٹھ کر وضو کیا، مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی، پھر خیمہ میں آکر متمکن ہوئے، بعد میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی پہونچ گئے، تقسیم کا وقت آیا تو ارشاد ہوا کہ چھوہاروں کو قسم وار الگ کر دو، پھر مجھے خبر کرنا، خبر ہونے پر باہر آئے اور ایک ڈھیر پر بیٹھ گئے، جابرؓ نے بانٹنا شروع کیا، اور آپ دعا کرتے رہے، خدا کی قدرت کہ قرض ادا ہونے کے بعد بہت کچھ بچ گیا، حضرت جابرؓ خوشی میں آپ کے پاس آئے اور کہا قرض ادا ہو گیا، اور اتنا فاضل ہے، آپ نے خدا کا شکر ادا کیا، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی بہت مسرت ہوئی۔

وہاں سے مکان لائے، گوشت، خرما، اور پانی پیش کیا، فرمایا شاید تم کو معلوم ہے کہ میں گوشت رغبت سے کھاتا ہوں چلنے کا وقت آیا تو اندر سے آواز آئی کہ مجھ پر اور میرے شوہر پر درود پڑھئے، فرمایا اللّٰھم صلّ علیھم[۲]

والد کی موجودگی تک انھوں نے کسی غزوہ میں حصہ نہیں لیا،

صحیح مسلم میں ہے کہ انہوں نے بدر میں میدان کا عزم کیا لیکن باپ مانع ہوئے، احد میں بھی ایسا ہی

---

[۱] مسند ۳۹۶ [۲] یہ واقعہ مسند صفحات ۲۹۷ و ۳۰۳ و ۳۱۳ و ۳۶۵ و ۳۹۱ و ۳۹۵ و ۳۹۸ میں موجود ہے بخاری ص ۵۸۰ ج ۲

اتفاق پیش آیا، لیکن باپ جب اُحد میں شہید ہوگئے، تو باقی غزوات میں نہایت گرمجوشی سے شرکت کی، چنانچہ آنحضرت کیساتھ ان کو ۱۹ غزوات میں شرف شرکت حاصل ہوا[1]، ابتدائی غزوات سے رکنے کی وجہ یہ تھی کہ ان کے والد خود میدان میں جایا کرتے تھے، گھر میں ۹ لڑکیاں تھیں[2] دونوں لڑائی پر جاتے تو گھر بالکل خالی ہوجاتا[3]، تاہم بعض روایتوں سے ان کے شریک ہونے کی شہادت ملتی ہے، چنانچہ امام بخاری اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بدر کے دن وہ لوگوں کو پانی پلاتے تھے[4]، غزوۂ ذات الرقاع جو ۴ھ میں ہوا، اس میں وہ شامل تھے[5]، واپسی کے وقت ان کا اونٹ تھک گیا تھا، آنحضرت نے دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے واقعہ بیان کیا، آپ نے ایک لکڑی سے مارا اور دعا کی، اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ تیز رو ہوگیا[6]،

اسی سنہ میں خندق کا معرکہ پیش آیا، وہ خندق کھود رہے تھے، اسی اثنا میں رسول اللہ صلعم خود کدال لیکر ایک سخت پتھر کھودنے تشریف لائے، دیکھا تو شکم مبارک پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھا ہوا ہے، بیتاب ہوکر عرض کی کہ مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے، گھر پہونچے اور بیوی سے کہا کہ آج ایسی بات دیکھی جس پر صبر نہیں ہوسکتا تمھارے ہاں کچھ ہو تو پکاؤ، خود ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور کہا، کہ میں رسول اللہ صلعم کو لیکر آتا ہوں، آنحضرت کے پاس گئے کہ میرے ہاں چلکر ما حضر تناول فرمائیے، سردار دو عالم کے کاشانہ میں تین روز سے فاقہ تھا، دعوت قبول فرمائی اور منادی کرادی کہ جابر نے آپ سب لوگوں کی دعوت کی ہے، انتظام آپ اور دو تین آدمیوں کے لئے کیا تھا، نہایت تنگدل ہوئے مگر ادب سے خاموش ہو رہے، آنحضرت تمام مجمع کو لیکر ان کے مکان تشریف لائے، خود بھی کھانا نوش فرمایا اور اور لوگوں نے بھی کھایا، جو کچھ باقی بچا ان کی بیوی سے فرمایا کہ یہ تم کھاؤ، اور لوگوں کے ہاں بھیجو، کیونکہ لوگ بھوک میں مبتلا ہیں،

۶ھ میں بنو مصطلق کا غزوہ ہوا، آنحضرت روانگی کے قصد سے اونٹ پر سوار ہوئے اور نماز پڑھتے

---

[1] مسند ۹ ۳۲ ج ۳، [2] یہ صحیح بخاری کی روایت ہے ۶ لڑکیاں چھوٹی تھیں [3] اصابہ ج ۱ ص ۲۲۲، [4] مسند ۳۷۵، [5] مسند ۳ [6] بخاری ص ۵۸۸ ج ۲ و ۵۸۹،

لگے، اُن کو کسی کام سے بھیجا تھا، واپس آئے تو لوٹ کا حکم دیا۱؎

اس غزوہ کے بعد غزوۂ انمار واقع ہوا، وہ اس میں موجود تھے۲؎

اسی سنہ میں آنحضرت صلعم عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے، ۱۵۰۰ جان نثار ہمرکاب تھے،

بیعت الرضوان کا مشہور واقعہ اسی میں پیش آیا، اور حضرت جابرؓ شرف بیعت سے مشرف ہوئے۳؎ اس میں حضرت عمرؓ رسول اللہ

کا، اور حضرت جابرؓ حضرت عمرؓ کا بیعت کے وقت ہاتھ پکڑے تھے۴؎ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگ ساری دنیا سے

بہتر ہو۵؎

حدیبیہ میں مشرکین عمرہ سے مزاحم ہوئے تھے، اس بنا پر دوسرے سال یعنی ۷ھ میں آنحضرتؐ نے

عمرہ کا ارادہ فرمایا جس کو عمرۃ القضا کہتے ہیں ۴- ذی حجہ کو مکہ پہونچے، لوگ حج کا احرام باندھے تھے، فرمایا

اس کو عمرہ کر لو۶؎

رجب ۸ھ میں ساحل کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا، حضرت ابو عبیدہؓ اس کے امیر تھے، اسلام کی تاریخ

میں یہ عجیب ابتلا کا وقت تھا، لیکن مسلمان اس میں پورے اترے، زاد راہ ختم ہو گیا، تو جھاڑ جھاڑ کر لوگ

کھا رہے تھے، آخر سمندر سے ایک بڑی مچھلی کنارہ آئی، اور لوگوں نے خطبہ بھی پڑھا، گزرگاہ جان گیا،

مچھلی نہایت دراز تھی سردار لشکر نے اس کی ایک پسلی کھڑی کرائی، سب سے اونچا اونٹ انتخاب کیا گیا

سب سے لمبے آدمی کی تلاش ہوئی، چنانچہ وہ اس کے نیچے سے نکل گیا، حضرت جابرؓ پانچ آدمیوں کے ساتھ اسکی

آنکھ میں بیٹھ گئے تو کسی کو نہ بھی نہ لگا، اس مچھلی کا نام عنبر تھا، ۱۵- روز تک کھائی گئی، کھانے والے ۳۰۰ تھے

اس کے بعد اور بھی غزوات پیش آئے، جن میں ان کی شرکت رہی، حنین اور تبوک میں ان کا

نام صراحت سے آیا ہے، حجۃ الوداع کہ ۱۰ھ میں ہوا، اس میں بھی وہ شامل تھے،

۱؎ بخاری غزوۂ انمار، ۲؎ بخاری غزوۂ حدیبیہ، ۳؎ مسند ۳:۳۰۵، ۴؎ مسند ۳:۳۹۶، ۵؎ بخاری غزوۂ حدیبیہ،

۶؎ مسند ۳:۳۰۲، ۷؎ مسند ۳:۳۰۸، ۸؎ صحیح مسلم ۲:۴۳ ح ۵۰، ۹؎ مسند ۳:۳۰۸، ۱۰؎ مسند ۳:۳۴۹، ۳۱۴، ۳۲۹،

۳۶ھ میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں خلافت پر نزاع ہوئی، حضرت جابرؓ حضرت علیؓ کی طرف سے صفین میں جاکر لڑے۔

۴۰ھ میں امیر معاویہ کا عامل بسر بن ابی ارطاۃ حجاز و یمن پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے آیا اور مدینہ میں ایک خطبہ دیا، اور کہا کہ بنو سلمہ کو اس وقت تک امان نہیں جب تک جابرؓ میرے پاس نہ حاضر ہوں، حضرت جابرؓ کو جان کا خوف تھا، حضرت ام سلمہؓ (ام المومنین) کے پاس جاکر مشورہ کیا، انھوں نے کہا میں نے اپنے لڑکوں کو بھی بیعت کی رائے دی ہے، تم بھی بیعت کرلو، عرض کیا یہ تو گمراہی پر بیعت ہے، فرمایا، مجبوری ہے، لیکن میری رائے یہی ہے، وہاں سے اٹھ کر بسر کے پاس آئے اور امیر معاویہ کی خلافت پر بیعت کی۔

۷۴ھ میں حجاج مدینہ کا امیر تھا، اس کے جور و ظلم سے صحابہ بھی محفوظ نہ رہے چنانچہ اس نے متعدد صحابہ پر یہ عنایت کی، کہ گردنوں پر اور حضرت جابرؓ کے ہاتھ پر مہر لگوائی۔[1]

وفات یہ سنہ ان کی زندگی کا اخیر سال تھا، بالکل ضعیف اور ناتوان ہوگئے تھے، آنکھوں نے الگ جواب دیدیا تھا عمر ۹۴ سال تک پہونچ چکی تھی، اس پر حکومت کا جبر و تشدد اور بھی وبال جان ہو رہا تھا، عقبۂ کبیرہ کا نورانی منظر جن آنکھوں نے دیکھا تھا، ان میں صرف یہی ایک بزرگ باقی رہ گئے تھے، صحابۂ کرام کے طبقہ میں بھی بہت کم لوگ بقید حیات تھے، اس بنا پر ان کا وجود عالم اسلامی میں بسا غنیمت تھا، حجاج کے ظلم و ستم نے جس سال ان کا قوت و زور توڑا، طائر روح نے اسی سال قفسِ عنصری کی تیلیاں توڑ دیں، انتقال کے وقت وصیت کی کہ حجاج جنازہ نہ پڑھائے، حضرت عثمانؓ کے بیٹے ابان نے نماز پڑھائی اور بقیع میں دفن کیا۔

تاریخ بخاری میں ہے کہ حجاج جنازہ میں آیا تھا، اور تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ نماز بھی اسی نے

---

[1] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۵۷، ۲ اسد الغابہ ج ۲ حالات سہل بن سعد ص ۳۶۶

پڑھائی تھی،

اہل وعیال حضرت جابرؓ نے اپنے والد کی شہادت کے بعد ایک بیوہ عورت سے نکاح کیا تھا، آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا، بیوہ سے کیا فائدہ، کسی کنواری سے کیا ہوتا، وہ تم سے کھیلتی، تم اس سے کھیلتے، عرض کیا بہنیں خردسال تھیں، اس لئے ہوشیار عورت کی ضرورت تھی، جو ان کے کنگھی کرتی، جوئیں دیکھتی، کپڑے سی کر پہناتی، فرمایا اصبت[1] (تم نے ٹھیک کیا)،

دوسری شادی بنو سلمہ میں کی، اسلام میں عورت کو دیکھ کر شادی کرنے کی اجازت ہے، پیام دیا تو لڑکی کو چھپ کر دیکھ لیا پھر شادی کی[2]

پہلی بیوی کا نام سہیلہ بنت مسعود تھا[3]، صحابیہ تھیں اور انصار کے قبیلہ ظفر کی لڑکی تھیں، دوسری کا نام حارثہ تھا، وہ محمد بن مسلمہ بن سلمہ کی جو قبیلۂ اوس سے تھے، اور معزز صحابی تھے، بیٹی تھیں[4]،

اولاد کے نام یہ ہیں، عبد الرحمن[5]، عقیل، محمد، حمیدہ، میمونہ، ام حبیب[6]

حلیہ حلیہ یہ تھا، مونچھ خوب کٹی ہوئی، سر اور ڈاڑھی میں زرد خضاب لگاتے تھے، آنکھیں اخیر عمر میں جاتی رہی تھیں،

مکان مسجد نبوی سے ایک میل دور تھا، اس سے متصل ایک مسجد بھی بنوائی تھی[7]،

علم وفضل تحصیل کی ابتدا سرچشمۂ وحی سے ہوئی، لیکن تربیت یافتگان نبوت میں جو لوگ علوم و فنون کے مرکز تھے، ان کے حلقوں سے بھی استفادہ کیا، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، ابوعبیدہؓ، طلحہؓ، معاذ بن جبلؓ، عمارؓ، خالد بن ولیدؓ، ابوبردہ بن نیارؓ، ابو قتادہؓ، ابوہریرہؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوحمید ساعدیؓ، عبد اللہ بن انیسؓ، ام شریکؓ، ام مالکؓ، ام مبشرؓ، ام کلثوم بنت ابوبکر صدیقؓ (تابعیہ تھیں) سب کے سب

---

۱ مسند ۳۰۰، ۲ بخاری ۵۰۰ ج ۲، ۳ مسند ۳۴۴ ۴ ۳۰۵، فتح الباری ج ۷، ۵ طبقات ۲۰۳، ۶ مسند ۳۴۱ ج ۳، ۷ مسند ۳۴۳، ۸ نزہۃ الابرار قلمی ۹ مسند ۳۰۳،

اِن کے اساتذہ مین داخل ہین،

حدیث کا یہ شوق تھا کہ ایک ایک حدیث کے لئے مہینوں کا سفر کرتے تھے، عبداللہ بن انیس کے پاس ایک حدیث تھی، وہ شام مین رہتے تھے، حضرت جابرؓ کو معلوم ہوا تو ایک اونٹ خریدا اور اُن کے پاس پہونچ کر کہا کہ وہ حدیث بیان کیجئے مین نے اس لئے عجلت کی کہ شاید میرا خاتمہ ہوجاتا، اور حدیث سننے سے رہجاتی،[1]

مسلم بن مخلد امیر مصر تھے، ان کے پاس ایک حدیث تھی، خبر لگی تو مصر پہونچے، اور حدیث کی اجازت لی، اس سفر کا تذکرہ طبرانی مین موجود ہے[2]

تحصیل علم سے فراغت ملی تو مسند درس پر جلوہ فرما ہوئے، حلقۂ درس مسجد نبوی مین قائم تھا، شائقین مقامات بعیدہ سے آتے تھے، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، یمن، کوفہ، بصرہ، مصر، ان مقامات مین اُن کا دریائے فیض رواں تھا،

کمالات کے مظہر تفسیر و حدیث و فقہ کے فن تھے، تفسیر مین اگرچہ روایتین کثیر نہین، تاہم معتدبہ ہین، لوگون مین درود کے متعلق بہت اختلاف تھا، بعض کہتے تھے کہ مسلمان جہنم مین نہ داخل ہوگا، بعض کا خیال تھا کہ سب جائین گے مگر مسلمانون کو نجات ملجائیگی، حضرت جابرؓ سے پوچھا، فرمایا، بر و فاجر، نیک و بد سب جہنم مین داخل ہون گے، لیکن اچھون پر آگ کا کوئی اثر نہ ہوگا، پھر متقیون کو نجات ملیگی، اور ظالم اُس مین رہجائین گے[3]

طلق بن حبیب کو شفاعت کا انکار تھا، حضرت جابرؓ کے پاس آکر مناظرہ شروع کیا، خلود فی النار کے متعلق جتنی آیتین قرآن مین ہین، سب پڑھین، فرمایا شاید تم اپنے کو مجھ سے زیادہ قرآن و حدیث کا عالم جانتے ہو، انھون نے کہا استغفراللہ! میرا خیال بھی نہین ہوسکتا، ارشاد ہوا تو سنو! یہ آیتین مشرکین کے متعلق ہین

---

[1] ادب المفرد بخاری، [2] فتح الباری ج ۱ ص ۱۵۹، [3] اصابہ ج ۱ ص ۲۱۳، [4] مسند ج ۳ ص ۳۲۹،

جو لوگ عذاب دینے کے بعد نکال لئے گئے، ان کا اس میں ذکر نہیں، لیکن رسول اللہ نے حدیث میں اسکو بیان فرما دیا ہے۱؎،

حدیث ان کی تمام کوششوں کا جولانگاہ ہے، تمام عمر اشاعتِ حدیث ان کی زندگی کا اہم مقصد رہا، باایں ہمہ کہ کثیر الروایت تھے، یعنی مرویات ۱۵۴۰ تک پہنچتی تھیں، بیان حدیث میں نہایت احتیاط و حزم سے کام لیتے تھے، ایک حدیث بیان کی سمعت کا لفظ بولنا چاہتے تھے، پھر رک گئے، اور اسے اوپر موقوف کر دی اس کا سبب یہ تھا کہ انکو الفاظ پر اطمینان نہ ہو سکا۲؎،

تلامذۂ حدیث کا شمار طوالت سے خالی نہیں، تابعین کا ہر طبقہ ان کے خرمن فیض کا خوشہ چین ہے لیکن خاص شاگردوں کے نام حسب ذیل ہیں،

امام باقر علیہ السلام، محمد بن منکدر، سعید بن میناء، سعید بن ابی ہلال، عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری محمد بن عمرو بن حسن علیہ السلام، حسن بن محمد حنفیہ، وغیرہم،

فقہ بھی انکی علمی ہوسکاریوں کا منظہر ہے، مسائل و فتاوی جو وقتاً فوقتاً پوچھے گئے، جمع کر دیے جائیں تو ایک مختصر سا رسالہ تیار ہو سکتا ہے،

اخلاق وعادات | اقامت حدود اللہ، جوشِ ایمان، جرأتِ اظہار حق، امر بالمعروف، مودت رسول، اتباعِ سنت و رفق بین المسلمین، سدو دینی، اخلاق کی بیخ و بنیاد ہیں، اور قدرت نے حضرت جابرؓ کو نہایت فیاضی سے ان تمام چیزوں سے حصہ دیا تھا،

اقامت حدود اللہ، جماعتِ الٰہی کا فرض ہوتا ہے، حضرت جابرؓ کو اس میں یگانہ و بیگانہ کا فرق و امتیاز روک نہ سکتا تھا، حضرت ماعز بن اسلمی کہ مدینہ کے باشندے اور اصحاب پاک میں داخل تھے، انکا واقعہ پیش آیا تو خود بھی رسول پر پکڑا اپنے ہاتھ سے پتھر مارے۳؎،

۱؎ مسند ج ۳ ص ۳۹۴، ۲؎ مسند ج ۳ ص ۳۰۳، ۳؎ مسند ج ۳ ص ۳۸۱

اظہارِ حق میں کسی کی وجاہت ذاتی خلل انداز نہ ہوسکتی،

حضرت سعد بن معاذ انصاریؓ قبیلۂ اوس کے سردار اور بڑے رتبہ کے صحابی ہے، ان کا انتقال ہوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "آج عرش اعظم جنبش میں آگیا ہے"، حضرت براء بن عازبؓ کو یہ حدیث معلوم تھی، لیکن وہ عرش رحمٰن کے بجائے صرف سریر کہتے تھے، جس سے جنازہ کا ٹھاٹھر مراد ہے، حضرت جابرؓ سے لوگوں نے براءؓ کا قول نقل کیا، فرمایا کہ حدیث تو یہی ہے جو میں نے بیان کی، باقی براء کا قول تو وہ باہمی بغض و عداوت و کینہ توزی کا نتیجہ اور اثر ہے، اوس و خزرج میں اسلام سے پہلے سخت مخاصمت تھی[1]،

اس واقعہ کا یہ پہلو بھی یاد رکھنے کے قابل ہے، کہ حضرت جابرؓ قبیلۂ خزرج سے تھے، اس بناء پر ان کو خزرجیوں کا ہم آہنگ و ہمنوا ہونا چاہیئے تھا،

حجاج بن یوسف مدینہ کا امیر ہو کر آیا، اوقات نماز میں کچھ رد و بدل کیا، لوگ ان کے پاس دوڑے آئے، ارشاد کیا، کہ آنحضرتؐ ظہر کی نماز دوپہر کے بعد عصر کی آفتاب صاف اور روشن ہونے تک، مغرب کی، وقت غروب، فجر کی تاریکی میں پڑھتے تھے، اور عشاء کے، وقت لوگوں کا انتظار ہوتا تھا، اگر جلد مجمع ہو گیا تو جلد پڑھتے تھے ورنہ دیر میں[2]،

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے تین برس کے لئے اپنی زمین کا پھل فروخت کر دیا تھا، ان کو خبر پہونچی کچھ لوگوں کو لیکر مسجد آئے، اور سب کے سامنے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے جب تک پھل کھانے کے قابل نہ ہو جائے اسکا فروخت کرنا جائز نہیں (پھر نکلنے سے قبل کیونکر جائز ہو سکتا ہے)

ایک سرگروہ فتنہ و فساد مدینہ آیا، لوگوں نے حضرت جابرؓ کو گھیرا کہ اس کو شر سے باز رکھئے، اس زمانہ میں وہ بینائی سے محروم ہو چکے تھے، اپنے دو بیٹوں کو بلایا، دونوں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نکلے، اور کہا کہ خدا اس کو ہلاک کرے جس نے رسول اللہ کو خوف میں ڈال رکھا ہے، بیٹوں نے عرض کی کہ رسول اللہ تو وفات

---

۱ صحیح بخاری ج ۱، ص ۵۳۶، ج ۱، ۲ مسند ج ۳، ص ۳۶۹، ۳ مسند ج ۳، ص ۳۹۵،

ہو چکے، اب ان کو خوف کیسا، فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا ارشاد مبارک ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا، گویا خود مجھے ڈرایا۔[۱]

پیروی رسول اور اتباع سنت میں جوش و ولولہ ظاہر ہوتا تھا کہ آنحضرتؐ کو ایک مرتبہ صرف ایک کپڑہ اوڑھے نماز پڑھتے دیکھا تھا، خود بھی اسی طرح نماز پڑھی، شاگردوں نے کہا کہ آپ کے پاس چادر رکھی تھی، اس کو کیوں نہ اوڑھ لیا، کہ ازار و چادر دو کپڑے ہو جاتے، فرمایا اس لئے کہ تم جیسے بے وقوف، رسول اللہؐ کی اس رخصت کو دیکھیں اور اعتراض کریں۔[۲]

آنحضرت صلعم نے مسجد فتح میں ۳ روز (پیر، منگل، بدھ) دعا مانگی تھی، تیسرے دن نماز کے اندر قبول ہوئی، تو چہرہ مبارک پر بشارت کی موجیں، نور بنکر دوڑ رہی تھیں، حضرت جابرؓ نے یہ واقعہ دیکھا تھا، چنانچہ جب کوئی مشکل آن پڑتی، اس خاص وقت میں وہاں جاکر دعا کرتے، اور قبولیت و اجابت کا مژدہ لاتے تھے۔[۳]

حب رسولؐ کا نتیجہ فدائیت ہے، حضرت جابرؓ نے ابتدا ہی سے اسکا ثبوت بہم پہونچایا تھا، عقبۂ ثانیہ میں، عرب و عجم کی جنگ پر جس قافلہ نے بیعت کی تھی وہ اس میں شامل تھے،

غزوات نبوی میں انھوں نے سرفروشی اور فداکاری کا علانیہ ثبوت دیا تھا، اور غزوۂ حدیبیہ یا مشہد بیعت الرضوان میں، ان میں جس قوت نے کام کیا تھا، اسکا اقرار خود مصحف ناطق میں کیا گیا ہے،

حب رسولؐ کے دلفریب مناظر یہ ہیں،

غزوۂ خندق میں تمام لشکر بے آب و دانہ تھا، اور سید کونین تو ۳ دن سے فاقہ مست تھا، پیٹ پر پتھر باندھ کر مہمات جنگ میں مصروفیت تھی، آقا کو اس حالت میں دیکھا تو کام چھوڑ کر مکان گئے اور دعوت کا انتظام کیا،[۴]

آنحضرتؐ کی خدمت میں اعلیٰ قسم کے چھوہارے جس میں گٹھلی نہ تھی پیش کئے، آپ نے دیکھ کر

---

۱ مسند ۳، ۳۵۴، ۲ مسند ۳، ۳۳۱، ۳ مسند ۳، ۳۳۲، ۴ مسند ۳، ۳۰۴

فرمایا کہ مین گوشت سمجھا تھا، گھر جا کر بیوی سے کہا، اُنھون نے بکری ذبح کرکے گوشت پکا دیا[1]،

ایک روز آنحضرتؐ اِن کے مکان تشریف لے گئے، آپ کی عادت معلوم تھی، اُٹھے اور ایک فربہ بکری کا بچہ ذبح کیا، وہ چلائی تو آپ نے فرمایا کہ نسل اور دودھ کیون قطع کرتے ہو؟ عرض کیا، ابھی بچہ ہے چھوہارے کھا کر اتنی موٹی ہو گئی[2]،

آنحضرتؐ سامنے سے گذرے، یہ ڈھال مین چھوہارے لئے تھے، شرکت کی دعوت دی، آپ نے قبول فرمائی[3]،

حدیبیہ سے آنحضرتؐ کے ساتھ چلے، سقیا مین قیام ہوا، پانی موجود نہ تھا، معاذ بن جبل کی زبان سے نکلا کہ کوئی پانی پلاتا، حضرت جابرؓ چند انصار کو لیکر پانی کی تلاش مین روانہ ہوئے، ۲۳ میل چلکر اثایہ مین پانی ملا، مشکون مین بھر کر لائے، عشاء کے بعد دیکھا تو ایک شخص اونٹ پر سوار حوض کی طرف جا رہا ہے، یہ آنحضرت صلعم تھے، بڑھ کر مہار تھام لی، اونٹ کو بٹھایا، آنحضرتؐ نے اُتر کر نماز پڑھی، خود بھی پہلو مین کھڑے ہو کر نماز مین شریک ہوئے[4]،

ایک مرتبہ رسول اللہؐ گھوڑے سے گر پڑے تھے، وہ عیادت کو آئے[5]،

رسول اللہؐ کو کبھی قرض کی ضرورت ہوتی تو اُن سے لیتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ قرض لیا تھا، ادائیگی کے وقت کچھ زیادہ دیا[6]،

رسول اللہ صلعم کو بھی اُن سے بہت محبت تھی، ایک خاص واقعہ مین ان کے لئے ۲۵ مرتبہ استغفار فرمایا تھا[7]، ایک مرتبہ بیمار پڑے، تو خود عیادت کو تشریف لائے، وہ بیہوش تھے، وضو کرکے پانی کے چھینٹے دیے، تو ہوش آیا، اب تک اِن کے کوئی اولاد نہ تھی، اور باپ بھی فوت ہو چکے تھے، شریعت مین ایسے شخص کے وارث کو کلالہ کہتے ہین، چونکہ زندگی سے نا امید ہو چکے تھے، عرض کیا کہ مین مرگیا تو کلالہ وارث

---

[1] مسند ۳/۳۴۴، [2] مسند ۳/۲۹۶، [3] مسند ۳/۳۹۹، [4] مسند ۳۸۰، [5] مسند ۳/۳۰۰، [6] مسند ۳/۳۰۲، [7] اصابہ ۷

ہوگا، فرمائیے میراث کیونکر تقسیم کروں، ؟ کیا دو ثلث بہنوں کو دیدوں، ؟ فرمایا اچھا ہے دیدو، عرض کیا خواہ نصف ؟ فرمایا ہاں، یہ کہکر باہر تشریف لائے، پھر واپس ہوئے اور آکر کہا، جابر! تم اس مرض میں نہ مروگے تمھارے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے، یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ، (تم سے اے پیغمبر! لوگ کلالہ کے بارہ میں استفتاء کرتے ہیں، کہو کہ خدا کا اس کے متعلق یہ فتویٰ ہے،

تم بہنوں کو دو ثلث دے سکتے ہو،[۱]

کہیں دعوت ہوتی تو ساتھ لیجاتے[۲] کبھی خود اپنے ساتھ مکان پر لاتے اور کھانا کھلاتے،

ایک روز وہ اپنے گھر کی دیوار کے سایہ میں بیٹھے تھے، رسول اللہ صلعم سامنے سے گذرے، یہ دوڑ کر ساتھ ہولئے، ادب کے خیال سے پیچھے پیچھے چل رہے تھے، فرمایا پاس آجاؤ، ان کا ہاتھ پکڑا اور کاشانہ پر لوالائے، پردہ گراکر اندر بلایا، اندر سے ۳ ٹکیاں اور سرکہ ایک صاف کپڑے پر رکھ کر آیا، آپ نے ڈیڑھ ڈیڑھ روٹی تقسیم کی، اور فرمایا سرکہ بہت عمدہ سالن ہے، جابرؓ کہتے ہیں کہ اس دن سے سرکہ کو میں نہایت محبوب رکھتا ہوں[۳]،

کچھ اسی پر موقوف نہیں، نوازشات خاصہ ہر صورت میں ہوتی رہتی تھیں،

غزوۂ ذات الرقاع میں وہ نہایت عمدہ اونٹ پر سوار تھے، جس کی زود رفتاری کا یہ حال تھا کہ تمام اونٹوں سے پیش پیش تھا، چلتے چلتے یکایک رک گیا[۴]، اب جنبش بھی نہ تھی، پیچھے سے آواز آئی کیا ہوا، یہ آنحضرتؐ تھے، تشریف لائے اور ایک کوڑا مارا، اونٹ اب نہایت تیز تھا، ان کو ہے اڑا، آنحضرتؐ نے فرمایا اس کو میرے ہاتھ فروخت کردو، عرض کی حاضر ہے لیکن قیمت کی ضرورت نہیں، فرمایا نہیں، قیمت دیجائے گی[۵]، درخواست کی کہ مدینہ تک میں اسی پر چلونگا، منظور فرمائی گئی، شہر پہونچکر اونٹ کو لیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کہ اونٹ یہ ہے، آپ اس کو گھوم گھوم کے دیکھتے تھے، اور فرماتے تھے کیسا اچھا

۱؎ مسند ۲۹۸ و ۳۷۳، ۲؎ مسند ۳۸۷، ۳؎ مسند ۳۷۹ و ۳۴، ۴؎ مسند ۳۷۲، ۵؎ مسند ۳۱۴،

ہے؟ اس کے بعد حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ اتنے اوقیہ سونا تول دو، اُس کے بعد کچھ اور بھی عطا فرمایا، پوچھا دام پا چکے؟ کہا جی ہاں، فرمایا، دام اور اونٹ دونوں لیجاؤ، سب تمہارا ہے، ایک یہودی نے اس واقعہ[1] کو سُنا تو تعجب کیا،

قیمت سے زیادہ دام چونکہ آنحضرتؐ کی بخشش تھی، ایک تھیلی میں علیحدہ حفاظت سے رکھدی، حرہ کے دن اہلِ شام نے اُن کے گھر پر چھاپہ مارا، اس میں دوسری چیزوں کے ساتھ اس کو بھی مالِ غنیمت سمجھ کر لوٹ لے گئے[2]،

بحرین سے مال آنے والا تھا، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تمکو ۳- انجورہ بھر کر دونگا، (انجورہ ۲- لپ کے برابر) مال آیا تو آپ کا انتقال ہو چکا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے منادی کرائی کہ رسول اللہ کا کسی سے وعدہ ہو یا کسی کا قرض آتا ہو، تو وہ مجھ سے لے سکتا ہے، حضرت جابرؓ نے کہا کہ مجھ سے وعدہ تھا، فرمایا لے لو، ۳- انجورہ میں ۵۰۰ نکلے، ان کو گھر جا کر رکھ آئے اور واپس آکر خاص اپنا حصہ طلب کیا، جواب ملا اب میرے پاس نہیں، تین مرتبہ انکار کرنے پر کہا کہ میرا حصہ دینے میں اس قدر بخل کیوں ہے، ارشاد ہوا افسوس! تم مجھ کو بخیل کہتے ہو، حالانکہ بخل سے بدتر کوئی شے نہیں، ہمیں بتاؤ کہ نہ ہونے کا کیا علاج ہے[3]،

رسول اللہ کا ادب واحترام خاص طور پر ملحوظ رہتا تھا، اعمال وعقائد میں تو آنحضرتؐ کا ہر قول وفعل فرض وواجب کا درجہ رکھتا تھا، اور اس میں کسیکو مجال انکار نہ تھی، لیکن امورِ باہمی میں بھی یہ خیال تھا کہ جن باتوں کو آنحضرتؐ ۳ مرتبہ ارشاد فرماتے، بے چون وچرا تسلیم کر لیجاتی، ۱-۲ مرتبہ میں قیل وقال کی گنجائش رہتی تھی[4]،

مسلمانوں سے محبت کرنے اور رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ کی مجسم تصویر تھے،

ان کا پڑوسی کہیں سفر میں گیا تھا، واپس آیا تو بایں جلالتِ قدر، ملاقات کو تشریف لے گئے، اس نے لوگوں کے تفرق وتحزب کی داستان سنائی، بدعات کا رائج ہونا بیان کیا، صحابہ نے کثرتِ اسلام، اپنے مذہب کے

---

[1] مسند ۳، ۳۷۲، [2] مسند ۳، ۳۰۳، [3] مسند ۳، ۳۱۴، [4] مسند ۳، ۳۰۳، [5] مسند ۳۵۸ و ۳۵۹،

خون سے سینچی تھی، ان واقعات کے کان کب متحمل ہوسکتے تھے، بے اختیار آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا رسول اللہ صلعم نے سچ کہا تھا کہ لوگ جس طرح گروہ گروہ خدائی دین میں داخل ہوئے ہیں، اسی طرح خارج بھی ہوجائیں گے[۱]

ان خوبیوں کے ساتھ مذہبی جوش اور حرارت بھی نہایت نمایاں تھی، ایک میل سے پنجوقتہ نماز پڑھنے آتے تھے، ظہر کے وقت گرمی کی یہ شدت ہوتی تھی کہ زمین پر سجدہ کرنا دشوار تھا، ہاتھ میں کنکریاں ٹھنڈی کرتے، اور سجدہ کرتے وقت ان کو بچھا لیتے تھے[۲]، تاہم آنا ترک نہ ہوتا تھا،

ایک مرتبہ مسجد نبوی کے قرب میں مکانات خالی ہوئے حضرت جابرؓ اور بنو سلمہ کا ارادہ ہوا کہ یہاں اٹھ آئیں کہ نماز کا آرام ہوگا، آنحضرتؐ سے درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ تمھیں وہاں سے آنے میں ہر قدم پر ثواب ملتا ہے، سوچو تو کتنا ثواب ہوا، سب نے کہا کہ حضور کا ارشاد بدل وجان منظور ہے[۳]،

حج کئی کئے تھے، دو کا تذکرہ حدیث میں آیا ہے، پہلا حجۃ الوداع، دوسرا ایک اور جس میں محمد بن عباد بن جعفر نے ایک مسئلہ پوچھا تھا[۴]

سادگی مسلمانوں کی ترقی کا اصلی راز ہے، حضرت جابرؓ نہایت سادہ مزاج تھے، صحابہ کا ایک گروہ مکان پر ملنے آیا، اندر سے روٹی اور سرکہ لائے، اور کہا بسم اللہ، اس کو نوش فرمائے، سرکہ کی بڑی فضیلت آئی ہے، پھر فرمایا کہ آدمی کے پاس اگر اس کے احباب واعزہ آئیں تو جو کچھ حاضر ہو پیش کردے، اس میں کوتاہی نہ کرے، اسی طرح ان لوگوں کا فرض ہے کہ پیش کردہ چیز کو خوشی خوشی کھائیں اور اس کو حقیر نہ سمجھیں، کیونکہ تکلف میں دونوں کی ہلاکت کا سامان متصور ہے[۵]،

عیادت مریض، ہمدردی واخوت کا مظہر اتم ہے، حضرت جابرؓ عیادت کرتے تھے، رسول اللہ صلعم گھوڑے سے گرے تو عیادت کے لئے گئے تھے،

مقنع بیمار ہوئے اور دیکھنے کو گئے تو فرمایا، میرے خیال میں تم پچھنے لگاؤ، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے

[۱] مسند ۳۴۳، [۲] مسند ۳۰۳، [۳] مسند ۳۲۲، [۴] مسند ۳۹۰، [۵] مسند ۳۷۱، [۶] مسند ۳۷۱،

کہ اس مین شفا ہے[۱]

بے تکلفی بہت تھی، ملنے جلنے کا بہت سادہ انداز تھا، آنحضرت صلعم سے زیادہ کون محترم و معزز ہو سکتا تھا، لیکن جب آپ چلتے لوگ آپ کے برابر یا آگے چلتے تھے، حضرت جابرؓ فرماتے ہین کہ اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کے پیچھے فرشتے چلتے تھے،[۲]

آنحضرت صلعم کی ایک ایک چیز دل و دماغ مین جاگزین تھی، بیعت الرضوان کی بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی، لوگ اس کو متبرک سمجھ کر نماز پڑھنے لگے، حضرت عمرؓ نے کٹوا دیا، سعید بن حزن کا بیان ہے کہ اس درخت کو ہم لوگ دوسرے ہی سال بھول گئے تھے،[۳] لیکن حضرت جابرؓ کو برسون کے بعد بھی یاد تھا، اخیر عمر مین نابینا ہو گئے تھے، حدیبیہ کا قصہ بیان کیا تو فرمایا، کہ آج آنکھین ہوتین تو وہ موقع دکھلا دیتا۔[۴]

حضرت جبّار بن صخرؓ

نام و نسب جبّار نام، ابو عبداللہ کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہین، نسب نامہ یہ ہے جبّار بن صخر بن امیہ بن خنیس بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ، والدہ کا نام سعاد بنت سلمہ تھا، اور جشم بن خزرج کے قبیلہ سے تھین،

اسلام بیعت عقبۂ ثانیہ مین شریک تھے،

غزوات اور دیگر حالات مقداد اسود کندی سے کہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، مواخاۃ ہوئی، تمام غزوات مین شرف شرکت حاصل کیا، غزوۂ بدر مین ۳۲ سالہ تھے،

---

[۱] مسند ۵ ۳۴۳، [۲] مسند ۳ ۳۳۲، [۳] صحیح بخاری ص ۵۹۹ ج ۲، [۴] صحیح بخاری ص ۵۹۸ ج ۲

خیبر فتح ہونے کے بعد آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن رواحہ کو ایک سال خارجی بنا کر بھیجا تھا غزوۂ موتہ میں ان کی شہادت ہوئی، تو جبارؓ کو اس منصب کے لئے انتخاب کیا، جبارؓ ہر سال خیبر کے پھلوں کا تخمینہ کرنے کے لئے بھیجے جاتے تھے،

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں بھی اسی منصب پر مامور رہے، اور حضرت عمرؓ نے جب یہود کو خیبر سے جلا وطن کیا تو مہاجرین و انصار کو لیکر خود خیبر گئے تھے اس سفر میں جبار بن صخر بھی انکے ہمراہ تھے،

وفات سنہ ۳۰ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں انتقال کیا، اس وقت ان کی عمر ۶۲ سال کی تھی،

فضل و کمال مسند میں چند حدیثیں ان کے سلسلہ[1] سے مروی ہیں، حساب میں کمال حاصل تھا، یہی وجہ تھی کہ دار الخلافت میں حساب اور خارص کا عہدہ ان کو تفویض ہوا تھا،

اخلاق حبِ رسول پر ذیل کا واقعہ شاہد ہے،

مکہ معظمہ کے سفر میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اثایہ میں کون جا کر پانی کا انتظام کرتا، جبارؓ نے اٹھ کر کہا میں جاتا ہوں، وہاں پہونچکر حوض کے ارد گرد ڈھیلے رکھے اور اس میں پانی بھرا، محنت کرنے کی وجہ سے تھک گئے تھے، آنکھ لگ گئی، آنحضرتؐ پہونچے اور فرمایا مالک حوض! امین اپنے اونٹ کو پانی پلا سکتا ہوں؟ انھوں نے رسول اللہ کی آواز پہچانکر اجازت دی، آپ اونٹ بٹھا کر اترے اور وضو کے لئے پانی مانگا، انھوں نے آپ کو وضو کرا کے خود بھی وضو کیا، اور پھر آنحضرتؐ کے ساتھ نماز میں کھڑے ہوئے، چونکہ بائیں جانب کھڑے تھے، آنحضرت صلعم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر داہنے جانب کر دیا، تھوڑی دیر میں تمام لوگ آپہونچے اور تنہائی کا لطفِ صحبت مفقود ہوگیا،

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۴۲۲ ج ۳،

حضرت جلیبیب رضی اللہ

جلیبیب نام تھا، انصار کے کسی قبیلہ سے تھے، سلسلہ نسب معلوم نہیں، آنحضرتؐ نے انصار کی ایک لڑکی سے ان کی نسبت ٹھہرائی، چونکہ نہایت کم رو اور پستہ قد تھے، لڑکی کے ماں باپ نے انکار کرنا چاہا، لیکن لڑکی نہایت سمجھدار اور عقلمند تھی، اس کو معلوم ہوا تو یہ آیت پڑھی، ما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم، یعنی جب اللہ اور رسول کسی بات کا فیصلہ کردیں تو کسی مسلمان کو اس میں چون وچرا کی گنجائش نہیں، اور کہا کہ میں بالکل رضامند ہوں، جو رسول اللہؐ کی مرضی ہے، وہی میری بھی ہے، آنحضرتؐ کو خبر ہوئی تو نہایت مسرور ہوئے، فرمایا،

اللھم صب علیھا الخیر صبا ولا تجعل عیشھا کدا، خداوندا اس پر خیر کا دریا بہادے اور اس کی زندگی کو تلخ نہ کر،

دعاء نبوی کا یہ اثر ہوا کہ تمام انصار میں اس سے زیادہ کوئی بیوہ تونگر اور خراج نہ تھی، رضامندی پا کر آنحضرتؐ نے جلیبیب سے کہا کہ فلاں لڑکی سے تمہارا نکاح کرتا ہوں، بولے یا رسول اللہ! تو آپ مجھے کھوٹا پائیں گے، فرمایا لکنک عند اللہ لست بکاسد، یعنی تم خدا کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو[1] (اس واقعہ میں اور بھی تفصیل ہے)

شہادت آنحضرتؐ کے ساتھ کسی غزوہ میں تھے، مال غنیمت آیا تو ارشاد ہوا، دیکھو کون کون لوگ گم ہیں، لوگوں نے چند آدمیوں کے نام گنائے، آپ نے سہ مرتبہ پوچھا اور وہی جواب ملا تو فرمایا، لکنی افقد جلیبیبا، لیکن میں جلیبیب کو گم پاتا ہوں،

مسلمان حضرت جلیبیبؓ کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ سات آدمیوں کے پہلو میں مقتول پڑے

---

[1] استیعاب ص ۱۰۰ ج ۱، دیگر کتب رجال و مسند احمد بن حنبل

ہین، آنحضرت صلعم کو خبر کی تو خود تشریف لائے، او لاش کے پاس کھڑے ہو کر کہا،

قتل سبعة ثم قتلوه هذا مني انا منه! ساتھ کو قتل کرکے خود قتل ہوا یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں

هذا مني وانا منه ا یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں،

اس کے بعد جلیبیب کو اپنے بازؤن پر اٹھا کر لائے، اور قبر کھدوا کر دفن کیا، اور غسل نہین دیا[۱]، انا للہ وانا الیہ راجعون،

حضرت جلیبیبؓ واقعی خدا کے نزدیک کھوٹے نہ تھے، شہادت عظمیٰ کے ساتھ یہ شرف کیا عظیم الشان تھا کہ رسول اللہ کے دست مبارک، چارپائی یا تختہ کے بجائے ان کا تابوت تھے، تمام لوگوں کا تابوت لکڑی کے تختون سے تیار ہوتا ہے، لیکن جلیبیب کا تابوت مہبط وحی والہام کا دست مبارک تھا،

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہان نیاز مندے ۔ کہ بوقت جان سپردن بسرش رسیدہ باشی

"ح"

حضرت حباب بن منذر بن جموحؓ

نام ونسب حباب نام، ابو عمر کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہین، نسب نامہ یہ ہے، حباب بن منذر بن جموح بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ،

اسلام ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے،

غزوات اور دیگر حالات تمام غزوات مین شرکت کی، غزوۂ بدر مین قبیلۂ خزرج کا علم ان کے پاس تھا[۲]، بدر کے قریب پہونچکر آنحضرت صلعم نے ڈیرے ڈالے، حبابؓ نے کہا یا رسول اللہ! اس مقام پر اترنے کے لئے حکم خداوندی ہے یا آپ کی ذاتی رائے ہے؟ فرمایا میری رائے ہے، عرض کی تو یہ موقع

۱؎ صحیح مسلم ص ۲۸۴ ج ۲، ۲؎ طبقات ابن سعد ص ۷۰،

ٹھیک نہین ہمکو پانی کے پاس اُترنا چاہیے، اور تمام کنوؤن پر قبضہ کرکے ایک حوض تیار کرنا چاہیے، تاکہ ہمارے لشکر مین پانی کی قلت نہ ہو، اور دشمن شدتِ تشنگی سے پریشان ہو جائے، آنحضرتؐ نے فرمایا حباب صحیح کہتے ہین، چنانچہ تمام لشکر کو لیکر چاہِ بدر پر نزول اجلال ہوا[1]

غزوۂ اُحد مین قریش اس سر و سامان سے نکلے تھے، کہ مدینہ ہل گیا تھا، ذوالحلیفہ پہونچے تو آنحضرتؐ نے دو جاسوس بھیجے اور اُن کے بعد حبابؓ کو روانہ فرمایا، اُنھون نے تمام لشکر مین گھوم کر مختلف خبرین بہم پہونچائین، اور اُن کی تعداد کا صحیح اندازہ کرکے آنحضرتؐ کو خبر دی۔

اس غزوہ مین بھی خزرج کا علم ان کے پاس تھا بعض کا خیال ہے کہ سعد بن عبادہؓ علمبردار تھے، غزوۂ خیبر مین ایک حصہ کا اور حنین مین تمام خزرج کا علم انھین کو تفویض ہوا تھا[2] سقیفۂ ساعدہ مین، وہ سعد بن عبادہ کے سرگرم حامی تھے، اور ان کے خلیفہ بنانے پر زور دیرہے تھے،

اثنائے خطبہ مین ایک یہ فقرہ کہا تھا، اَنَا جُذَیْلُهَا الْمُحَكَّكُ وَعُذَيْقُهَا الْمُرَجَّبُ، اس کا یہ مطلب تھا، کہ مین قوم کا معتمد ہون اور لوگ میری رائے سے فائدہ اُٹھاتے ہین، اس کے بعد یہ رائے پیش کی، کہ دو امیر ہون، ایک انصاری اور ایک مہاجری، حضرت عمرؓ نے برجستہ کہا، یہ ناممکن ہے، دو بادشہ در اقلیمے نہ گنجند۔!

وفات حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین فوت ہوئے، عمر ۵۰ سال سے متجاوز تھی، غزوۂ بدر مین ۳۳ برس کا سن تھا،

فضل وکمال حدیث مین ابوالطفیل عامر بن واثلہ ان کے شاگرد ہین،

شاعری عرب کا فطری جوہر ہے، حضرت حباب بھی شعر کہتے تھے، یہ شعر انھین کی طرف منسوب ہین۔

الم تعلما للّٰه در ابیکما	کیا تمھیں خبر نہیں (تمھارے باپ کی بھلائی خدا کیلئے ہو)
وما الناس الا اکمه وبصیر	کہ دو لوگ دو طرح کے ہوتے ہین، قدرتی نابینا اور بینا،

[1] طبقات ص ۹ و اسد الغابہ ص ۳۶۵ ج ۱، [2] ایضاً ص ۲۷، [3] ایضاً ص ۶۷، [4] ایضاً ص ۷۷ و ۷۸، [5] صحیح بخاری ص ۱ ج ۲،

فانا واعداء السی محمد	چنانچہ ہم اور آنحضرتؐ کے دشمن دونوں تیر ہیں
اسودُ لھا فی العالمین زئیر	جن کی گرج سے تمام عالم گونج اٹھا ہے
نصرنا وآویناالنبی ومالہ	لیکن ہم کو یہ تسرت ہے کہ ہم نے پیغمبر کو پناہ دی اور مدد کی
سوانا من اھل الملتین نصیر	اور ہمارے سوا آپ کا کوئی مددگار نہیں ہے،

خطبہ اچھا دیتے تھے، اور اس میں فصاحت وبلاغت کے پورے جوہر دکھاتے تھے، سقیفہ ساعدہ میں انھوں نے دو خطبے دئے تھے جن سے قوّت تقریر اور زور بیان کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے، کہنا یہ ہے کہ انصار چاہیں تو خلافت کو نقصان پہونچا سکتے ہیں، ان کو کس بلیغ پیرایہ میں ادا کیا ہے،

اما واللہ لئن شئتم لنعیدنّھا جذعۃ!

دیکھو اس میں خلافت کو ایک اونٹ فرض کیا ہے، پھر زور دیکر کہہ رہے ہیں کہ تم چاہو تو میں اس کو پانچ برس کا ایک بچہ بنا سکتا ہوں

اسی طرح اپنی حیثیت اور ذاتی وجاہت کا اظہار مدّنظر ہے، اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں؛

انا جذیلھا المحکک وعذیقھا المرجب میں انصار کے خارشتی اونٹ کے بدن رگڑنے کا ستون اور اس کے تناور درخت کا سہارا دیتا ہوں،

عرب میں جس اونٹ کے خارش نکلتی تھی صحت یابی کے لئے ایک لکڑی یا ستون سے باندھ دیتے تھے، وہ اپنا بدن رگڑ رگڑ کر اچھا ہو جاتا تھا، اسی طرح کھجور کے بہت بڑے درخت کے نیچے جس کے جھکنے کا خوف ہوتا تھا، ایک دیوار بنا دیتے، یا لکڑی گاڑ دیتے تھے، تو درخت سیدھا رہتا تھا،

حضرت حبابؓ نے اپنی ذمہ داری کو اسی لکڑی اور دیوار سے تشبیہ دی ہے،

حضرت حرام بن ملحانؓ

نام ونسب — حرام نام، قاری لقب، سلسلہ نسب یہ ہے، حرام بن مالک (ملحان) بن خالد بن زید ابن حرام، بن جندب بن عامر، بن غنم بن عدی بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج حضرت ام سلیمؓ کے بھائی تھے، جو آنحضرتؐ کی خالہ اور حضرت انسؓ بن مالک صحابی مشہور کی والدہ ماجدہ تھین،

اسلام — بنو نجار، صدائے اسلام پر لبیک کہنے مین تمام انصار کے پیش پیش رہے ہین، حضرت ام سلیمؓ کی وجہ سے، خاندان عدی اسلام کے نام سے گوش آشنا ہو چکا تھا، بھائی نے بھی قبول اسلام مین اسی زمانہ مین سبقت کی،

غزوات اور وفات — بدر اور احد کے معرکون مین ان کی شرکت کا پتہ نہین، سریہ بیر معونہ ۴ھ کہ احد کے بعد ہوا تھا، البتہ ان کے موجود ہونے کی شہادت ملتی ہے

آنحضرت صلعم کے پاس کچھ لوگ یہ درخواست لیکر آئے کہ ہمارے ملک مین اشاعت اسلام کے لئے کچھ آدمی بھیجدیجئے جو قرآن وسنت کی اچھی طرح تعلیم دے سکین، آپ نے ۷۰ آدمیون کو جو قراء کے لقب سے مشہور تھے، ان کے ساتھ کردیا، حرام بھی اسی جماعت مین تھے، وہان پہونچکر ایک مقام پر قیام کیا، حرام دو آدمیون کے ساتھ جن مین ایک لنگڑا تھا، قبیلہ مین اشاعت اسلام کیلئے گئے، ان کو قریب چھوڑ دیا کہ تم یہین ٹھہرو، پہلے مین جاتا ہون، اگر زندہ بچ گیا تو خیر ورنہ تم دوڑ کر ہمارے ساتھیون کو خبر کردینا، خود کھڑے ہوکر کہا کہ آنحضرتؐ کی رسالت پر کچھ کہنا چاہتا ہون، تم مجھے امان دیتے ہو، ادھر ان کی تقریر شروع ہوئی ادھر قبیلہ والون نے ایک شخص کو اشارہ کردیا جس نے پیچھے سے نیزہ کا وار کیا جو ایک

لہ صحیح بخاری ص ۵۸۵ ج ۲،

پہلو سے دوسرے پہلو کو توڑ کر نکل گیا، حضرت حرامؓ نے زخم سے خون لیکر چہرہ اور سر پر چھڑکا، اور فرمایا اللہ اکبر، فزت ورب الکعبہ، اساتھیوں میں سے لنگڑا پہاڑ پر چھپ رہا، دوسرے نے مسلمانوں کو خبر کی، سب موقع پر پہونچے اور اسی جگہ لڑکر جام شہادت نوش کیا،

بنا کردند خوش رسمے بخون وخاک غلطیدن   خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

یہ بیکسی و بے بسی کا دردناک حادثہ جو حالت غربت میں پیش آیا تھا، اس کی خبر وطن کو کیونکر پہونچتی، لیکن جس کی راہ میں یہ سب کچھ ہوا تھا، اس نے خود آنحضرتؐ کو ان کا پیغام پہونچا دیا اور وہ یہ تھا، انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا،[۱] آنحضرت صلعم نے ایک مہینہ تک قاتلین کے حق میں دعائے بد کی،

فضل وکمال قرآن وحدیث میں اس قدر عبور تھا کہ نجد میں ان کی اشاعت کے لئے مقرر کئے گئے، صحیح مسلم میں ہے کہ قرآن پڑھا کرتے اور رات کے وقت اسکا درس دیتے تھے،[۲] اسی وجہ سے قاری لقب پڑ گیا تھا[۳]

اخلاق رات کو نماز پڑھتے،[۴] دن کو مختلف نیک کام کرتے، مسجد نبوی میں پانی بھر کر رکھتے، لکڑی کاٹ کر فروخت کرتے[۵] اور اس سے اصحاب صفہ اور دوسرے محتاج مسلمانوں کی غذا مہیا کرتے تھے[۶]

ان کریمانہ اخلاق میں جوش ملی جسکا نظارہ اوپر ہو چکا ہے، اضافہ کردیا جائے تو محاسن ومکارم کا ایسا دیدہ زیب مرقع پیش نظر ہوتا ہے، جس کے موجود ہوتے ہوئے دوسرے مرقع کی حاجت نہیں رہتی،

۱؎ صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۶ و ۵۸۷ ۲؎ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۳ ۳؎ صحیح بخاری صفحہ ۵۸۶ ۴؎ ایضاً ۵؎ ایضاً ۶؎ صحیح مسلم ص ۱۰۳ ج ۲

حضرت حسان بن ثابتؓ

نام و نسب حسان، ابو الولید کنیت، شاعرِ رسول اللہ لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، حسان بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج، والدہ کا نام فریعہ بنت خالد بن حنیس بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن کعب بن ساعدہ تھا، قبیلہ خزرج سے تھیں، اور سعد بن عبادہ سردارِ خزرج کی بنت عم ہوتی تھیں[1] حسانؓ نے ایک شعر میں انکا نام ظاہر کیا ہے،

امسی الجلابیب قد عزوا وقد کثروا — وابن الفریعۃ امسی بیضۃ البلد[2]

اسلام کے زمانہ تک موجود تھیں، اسلام لائیں اور بیعت کے شرف سے مشرف ہوئیں،

حضرت حسانؓ کے اجداد اپنے قبیلہ کے رئیس تھے، فارع کا قلعہ جو مسجد نبوی سے جانب غرب باب الرحمۃ کے مقابل واقع تھا، انھیں کا مسکونہ گاہ تھا، حسانؓ کہتے ہیں

ارقت لتوماض البروق اللوامع — ونحن نشاوی بین سلع وفارع[3]

سلسلۂ اجداد کی چار پشتیں نہایت معمر گذریں، عرب میں کسی خاندان کی چار پشت اتنی طویل العمر نہیں مل سکتیں، حرام جو حضرت حسانؓ کے پردادا تھے، ۱۲۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے، ان کے بیٹے منذر، اور ثابت بن منذر اور حسان بن ثابت، ان سب نے یہی عمر پائی[4]، عبد الرحمٰن بن حسان اپنے اجداد کی عمروں پر بے اختیار ہنستے تھے، ایک روز اسی ہنسی میں لیٹ گئے اور ہنستے ہنستے دم نکل گیا،

اسلام حضرت حسانؓ حالتِ ضعیفی میں ایمان لائے، ہجرت کے وقت ۶۰ برس کا سن تھا،

غزوات دل کے فطرۃً کمزور تھے، اس لئے کسی غزوہ میں شریک نہ ہو سکے[5]، ابن عباس سے ایک روایت ہے

[1] صحیح بخاری ص ۵۹۵ ج ۲، [2] اصابہ ص ۲۶۷ ج ۸، [3] خلاصۃ الوفا ص ۱۹۱، [4] اسد الغابہ ص ۵ ج ۲، [5] اصابہ ص ۹ ج ۲

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوات میں شرکت کی تھی، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں،[1]

قیل لابن عباس قدم حسان اللعین	ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ حسان ملعون آیا ہے، فرمایا
فقال ابن عباس ما هو بلعين قد جاهد	ملعون کیونکر ہو سکتے ہیں، انہوں نے رسول اللہ کیسا
مع رسول الله بنفسه ولسانه	تھ اپنے نفس اور زبان سے جہاد کیا ہے

لیکن عام تذکرے اس کے خلاف ہیں، غزوہ خندق میں عورتوں کے ساتھ وہ قلعہ میں تھے، آنحضرت صلعم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب بھی اسی قلعہ میں تھیں، ایک یہودی نے قلعہ کے گرد چکر لگایا، حضرت صفیہؓ کو اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں یہودیوں کو اطلاع ہو گئی تو بڑی مشکل پیش آئیگی کیونکہ آنحضرتؐ جہاد میں مشغول ہیں، حسانؓ سے کہا اس کو مارو، ورنہ یہود سے جاکر خبر کردیگا، انہوں نے جواب دیا تمہیں معلوم ہے کہ میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں، حضرت صفیہؓ نے مرد سے یہ جواب سنکر ایک ستون اٹھایا، اور خود مردانہ وار نکلکر مقابلہ کیا، جس میں کامیاب ہوئیں اور قتل کرکے اندر چلی آئیں، پھر کہا کہ اب جاکر اسکا سامان اتار لاؤ، بولے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں،[2]

صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں کہ یہ ان کے جبن کی انتہا تھی کہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ آنحضرتؐ نے انھیں قلعہ کے اندر بٹھا دیا تھا،[3]

حضرت حسانؓ جان کے بجائے زبان سے جہاد کرتے تھے، غزوہ بنو نضیر میں کہ ۴ھ میں ہوا تھا آنحضرتؐ نے بنو نضیر کے درخت جلوائے، تو انہوں نے یہ شعر کہا،[4]

فهان على سراة بني لؤي ۔۔۔ حريق بالبويرة مستطير

بنو نضیر اور قریش میں باہم نصرت و مدد کا معاہدہ تھا، اس بناء پر قریش کو غیرت دلاتے ہیں کہ تم بنو نضیر کی اس وقت کہ مسلمان ان کے باغ جلا رہے تھے، کچھ مدد نہ کرسکے، یہ شعر مکہ پہونچا تو

[1] تہذیب التہذیب ص ۲۴۸ ج ۲، [2] اسد الغابہ ص ۶ ج ۲، [3] ایضاً [4] صحیح بخاری ص ۵۷۵ ج ۲،

تو ابو سفیان بن حارث نے جواب دیا،

ادام الله ذالك من صنيع | وحرق في نواحيها السعير
ستعلم اينا منها بنزه | وتعلم اي ارضينا نضير

یعنی خدا تم کو ہمیشہ اسی کی توفیق دے، یہاں تک کہ آس پاس کے شعلوں سے خود مدینہ خاکستر ہوجائے اور ہم دور سے بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھیں[1]،

سنہ۵ھ میں غزوۂ مریسیع سے واپسی کے وقت منافقین نے حضرت عائشہؓ کو اتہام لگایا، عبداللہ بن ابی ان سب میں پیش پیش تھا، مسلمانوں میں بھی چند آدمی اس کے ہمخیال تھے، جن میں حسان، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش بھی شامل تھیں، جب حضرت عائشہؓ کی برأت میں آیتیں اتریں تو آپ نے ان لوگوں کو ۸۰ ۸۰ کوڑے مارے[2]،

صحیح بخاری میں اگرچہ کوڑے مارنے کا تذکرہ نہیں تاہم نہ مارنے کی بھی کوئی وجہ نہیں، جو لوگ کسی مسلمان کو تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ پیش کرسکیں ان کے متعلق قرآن مجید میں ہے،

فاجلدوهم ثمانين جلدة (سورہ نور پ ۱۸) ان کو ۸۰ کوڑے مارو،

اس بناء پر قرآن مجید کی شہادت سب سے زیادہ قابل اعتبار ہے، آنحضرتؐ نے اسی کے بموجب عمل کیا ہوگا،

بااینہمہ حضرت عائشہؓ کے سامنے حسانؓ کو کوئی برا کہتا تو منع کرتیں اور کہتیں کہ وہ آنحضرتؐ کی طرف سے کفار کو جواب دیا کرتے تھے، اور آپ کی مدافعت کرتے تھے[3]،

ایک مرتبہ حضرت حسانؓ حضرت عائشہؓ کو شعر سنارہے تھے، مسروق بھی آگئے، اور کہا آپ ان کو کیوں آنے دیتی ہیں حالانکہ خدا نے فرمایا ہے کہ افک میں جس نے زیادہ حصہ لیا اس کے لئے بڑا عذاب ہے،

---

[1] بخاری ص ۵۷۵ ج ۲، [2] اسد الغابہ ص ۶ ج ۲، [3] بخاری ص ۹۰۹ ج ۲،

فرمایا یہ اندھے ہوگئے، اِس سے زیادہ اور کیا عذاب ہوگا، پھر کہا بات یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ؐ کے لئے مشرکین کی ہجو کرتے تھے[1]،

سنہ ۹ھ میں بنو تمیم کا وفد آیا جس میں زبرقان بن بدر نے اپنی قوم کی فضیلت میں چند اشعار پڑھے، آنحضرت ؐ نے حسان ؓ سے کہا تم اٹھ کے اس کا جواب دو، چنانچہ انھوں نے اسی ردیف وقافیہ میں برجستہ جواب دیا[2]

ان الذوائب من فهر واخوتهم — قد بینوا سنة للناس تتبع

یرضی بها کل من کانت سریرته — تقوی الاله وبالامر الذی شرعوا

قوم اذا حاربوا ضروا عدوهم — او حاولوا النفع فی اشیاعهم نفعوا

سجیة تلك منهم غیر محدثة — ان الخلائق فاعلم شرها البدع

لو کان فی الناس سباقون بعدهم — فکل سبق لادنی سبقهم تبع

لا یرقع الناس ما اوهت اکفهم — عند الدفاع ولا یوهون ما رقعوا

ولا یضنون عن جار بفضلهم — ولا یمسهم فی مطمع طبع

اعفة ذکرت للناس عفتهم — لا یبخلون ولا یردیهم طمع

خذ منهم ما اتوا عفوا اذا عطفوا — ولا یکن همك الامر الذی منعوا

فان فی حربهم فاترك عداوتهم — شرا یخاض الیه الصاب والسلع

اکرم بقوم رسول الله شیعتهم — اذا تفرقت الاهواء والشیع

سنہ ۱۱ھ میں آنحضرت ؐ نے انتقال فرمایا، مسلمانوں کے لئے اس سے بڑھ کے کوئی غم نہیں ہوسکتا تھا، حضرت حسان ؓ نے کئی پُر درد مرثئے لکھے، جو ابن سعد نے طبقات میں نقل کئے ہیں، ہم ان کے مطلع پر اکتفا کرتے ہیں، پہلے مرثیہ کا مطلع ہے،

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۹۱ ج ۲، [2] استیعاب ص ۱۳۱ ج ۱،

البت حلفة برغير ذي دخل	مني الية حق غير افساد
بالله ما حملت انثى ولا وضعت	مثل النبي نبي الرحمة الهاد

آگے چلکر لکھتے ہیں

امسى نساءك عطلن البيوت فما	يصرمن خلف قفا ستر باوتاد
مثل الرواهب يلبسن المسوح وقد	ايقن بالبؤس بعد النعمة البادي

دوسرے مرثیے میں جس کا مطلع

مابال عينك لا تنام كانما	كحلت ما قيها بكحل الارمد ہے

اپنی مصیبت اور رنج وغم کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں،

سنبي بقيت الترب المهفي ليتني	كنت المغيب في الضريح الملحد

پھر کہتے ہیں،

آاقيم بعدك بالمدينة بينهم	يا لهف نفسي ليتني لم اولد

تیسرا مرثیہ اس مطلع سے شروع ہوتا ہے،

ياعين جودي بدمع منك اسبال	ولا تملن من سح واعوال –،،

چوتھے مرثیے کا پہلا شعر یہ ہے،

نب المساكين ان الخير فارقهم	مع الرسول تولى عنهم سحرا

آنحضرت کے بعد عرصہ تک زندہ رہے،

وفات: امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی، ۱۲۰ برس کا سن تھا، بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ۵۴ھ سے پیشتر انتقال کیا، لیکن یہ صحیح نہیں۔

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۹۱و ۹۲ ج ۲ قسم ۲،

اہل وعیال بیوی کا نام سیرین تھا جو ماریہ قبطیہ حرم رسول اللہ کی ہمشیر تھیں، ان سے عبد الرحمن نام ایک لڑکا پیدا ہوا، اسی بنا پر عبد الرحمن، اور حضرت ابراہیم بن رسول اللہ حقیقی خالہ زاد بھائی تھے[1]

مکان جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں انکا آبائی مسکن، فارع کا قلعہ تھا، لیکن جب ابوطلحہ نے بیرحا کو صدقہ کرکے اپنے اعزہ پر تقسیم کردیا اور اُن کے حصہ میں بھی ایک باغ آیا تو یہاں سکونت اختیار کی، یہ مقام بقیع سے قریب واقع تھا، امیر معاویہ نے ان سے خرید کے اس جگہ ایک قصر بنوایا تھا، جو قصر بنی حدیلہ کے نام سے مشہور رہے،

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کو یہ زمین آنحضرت نے اس لئے دی تھی کہ اُنھوں نے صفوان بن معطل کا وار برداشت کیا تھا، لیکن یہ کسی طرح ٹھیک نہیں، اوّل تو وہ کبھی میدان جنگ میں شریک نہیں ہوئے، دوسرے خود اس روایت کی سند مشتبہ ہے ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تائید صحیح بخاری سے ہوتی ہے[2]،

فضل وکمال آنحضرت سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، راویوں میں حضرت براء بن عازب، سعید بن مسیب، ابوسلمہ بن عبد الرحمن، عروہ بن زبیر، ابوالحسن مولی بنونوفل، خارجہ بن زید بن ثابت، یحیی بن عبد الرحمن بن حاطب، اور دیگر حضرات ہیں،

شاعری حضرت حسان کی سیرت میں شاعری ایک مستقل عنوان ہے، شعروسخن، عرب کا فطری مذاق تھا، امیر وسلطان سے لیکر چرواہان اور گلہ بان تک شاعر ہوتے تھے، دُنیا کی تمام قومیں تاج و اورنگ ملنے کے بعد شاعر بنی ہیں، لیکن عرب باایہمہ صحرانوردی، وخانہ ویران برباد می، تمدن ہونے سے قبل ہی اقلیم شاعری کے تاجدار بن گئے تھے،

عرب میں چند قبائل تھے، جو شاعروں کے معدن تھے، مثلاً قیس، ربیعہ، تمیم، مضر، یمن، موتمر الکذ

---

[1] اسد الغابہ ص ۶، ج ۲، [2] کتاب مذکور ص ۵۴۶ ج ۲،

قبیلہ میں اوس و خزرج کا بھی شمار تھا جن سے حضرت حسانؓ کا آبائی سلسلۂ نسب ملتا ہے،

ان قبائل میں بھی چند مخصوص خاندان تھے، جن کے ہاں شاعری ابًا عن جد وراثت کے طور پر چلی آتی تھی، حضرت حسانؓ بھی انھیں میں تھے، ان کے باپ، دادا، پردادا، خود، اور اُن کے بیٹے عبدالرحمن اور پوتے سعید بن عبدالرحمن، سب شاعر گذرے ہیں[1]،

شعراء کے چار طبقے ہیں، جاہلی قدیم (اسلام سے قبل) مخضرم (جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں) اسلامی اور محدث، حضرت حسانؓ دوسرے طبقے میں ہیں، یعنی اُنھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں کو دیکھا ہے[2]،

ان شاعروں میں کچھ لوگ اصحاب مذہبات کے نام سے مشہور ہیں، مذہبات اصل میں ذہب سے مشتق ہے جس کے معنی سونا ہیں، چونکہ بعض شاعروں کے منتخب اشعار، سونے کے پانی سے لکھے گئے تھے اس لئے مذہبہ کہلاتے ہیں، بعد میں ہر شاعر کے سب سے بہتر شعر کو مذہبہ کہا جانے لگا[3]، حضرت حسانؓ کے مذہبہ کا مطلع یہ ہے[4]

لعمر ابیک الخیر حقا لما نبا   علیّ لسانی فی الخطوب ولا یدی

حضرت حسانؓ شاعری کے لحاظ سے جاہلیت کے بہترین شاعر تھے، اصمعی کہتا ہے،

شعر حسان فی الجاھلیۃ من اجود الشعر[5]

ایک مرتبہ کعب بن زہیر نے فخریہ کہا،

فمن للقوافی شانھا من یحوکھا   اذا ما مضیٰ کعب وفوز جرول

تو مرزو (برادر شماخ، شاعر مشہور) نے فوراً ٹوکا کہ[6]،

فلست کحسان الحسام بن ثابت

---

[1] کتاب العمدہ ابن رشیق قیروانی ص ۲۳۵، ج ۲، [2] الصابہ ص ۱۲ ح ۱، [3] ایضاً ص ۱۲ ح ۱، [4] دیوان حضرت حسان ص ۲۹،

آبادی کے لحاظ سے عرب کے باشندے دو حصوں پر منقسم ہیں، اہل دبر (دیہات والے) اور اہل مدر (شہر والے) اہل مدر میں مکہ، مدینہ، طائف، کے باشندے شامل ہیں، باقی تمام ملک قصبات اور دیہات سے بھرا ہوا ہے، شعراء عموماً انہیں دیہاتوں کے باشندے تھے لیکن چند شاعر شہروں میں بھی پیدا ہوئے ان سب میں حضرت حسانؓ کو بالاجماع فوقیت حاصل ہے[۱]،

خصوصیات شاعری شعر کے اگرچہ مختلف اصناف اور قسمیں ہیں، لیکن ان میں اصولی حیثیت صرف چار کو حاصل ہے، رغبت، رہبت، طرب، غضب، چنانچہ رغبت میں مدح، تشکر، رہبت میں معذرت، طلب رافت، طلب میں شوق، تغزل، اور غضب میں ہجو، اور عتاب و خشم، داخل ہیں[۲]، حضرت حسانؓ کا کلام ان میں سے ہر رنگ میں موجود ہے، اگرچہ ہجو کا رنگ ان سب سے زیادہ تیز اور شوخ ہے

خصوصیات شاعری حسب ذیل ہیں،

۱ - جدت استعارات، اگرچہ عربوں کی شاعری تمدن پر موقوف نہیں، تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تمدن سے متاثر ضرور ہے، تمدن عرب کی حقیقی صبح صادق، قرآن مجید اور آنحضرتؐ کی ذات بابرکات سے طلوع ہوئی، قرآن مجید فصاحت و بلاغت کا سب سے بڑا معجزہ ہے، اس نے بڑے بڑے زبان آوروں کو اپنے سامنے خاموش کر دیا تھا، اس بناء پر جو شاعر مذہب اسلام میں داخل ہوئے، ان میں فصاحت و بلاغت کی ایک نئی روح پیدا ہوئی حضرت حسانؓ ان میں سب سے بڑھ کر تھے،

قرآن مجید میں صحابہ کی تعریف یہاں کی گئی ہے، یہ فقرہ بھی کہا گیا ہے، سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ،

حاشیہ صفحہ گذشتہ، [۵] طبقات الشعر والشعراء ابن قتیبہ ص ۱۷۰، [۶] الیضاً ص ۶۹،

حاشیہ صفحہ ہذا، [۱] کتاب العمدہ ص ۵۶ ج ۱ و اسد الغابہ ص ۶ ج ۲، [۲] کتاب العمدہ ص ۷۷، ۷۸، ج ۱،

حسانؓ اثر کو استعارہ بنا کر حضرت عثمانؓ کے قاتلین کا ذکر کرتے ہیں،

ضحوا باشمط عنوان السجود به یقطع اللیل تسبیحا و قرآنا

لوگوں نے اوس کھچڑی بالوں والے کی قربانی کردی جسکی پیشانی میں سجدہ کا نشان تھا اور تمام رات تسبیح و قرآن خوانی میں گذارتا تھا،

دیکھو اس شعر میں چہرہ کو "عنوان السجود به" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، جو بالکل جدید استعارہ ہے۔

۲- اشارہ کی لطافت، اشارہ کی ایک قسم تلمیح یا تجاوز ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ شاعر کسی چیز کا ذکر کرنا چاہتا ہے، لیکن پھر اس سے عمداً گریز کرتا ہے، اور ایک ایسی صفت بیان کرتا ہے جس میں وہ چیز بھی صاف طور پر جھلکتی نظر آتی ہے،

عرب میں ہزاروں قبیلے صحراؤں اور بیابانوں میں اقامت گزین تھے، وہ ہمیشہ خانہ بدوش پھرا کرتے تھے، جہاں کہیں پانی ملا طرح اقامت ڈالدی، پانی ختم ہو گیا تو کسی اور طرف رُخ کیا، شاعروں نے اس مضمون کو مختلف طور سے باندھا ہے، لیکن حضرت حسانؓ نے جس طرز سے ادا کیا ہے، وہ بالکل اچھوتا اور نہایت لطیف ہے،

اولاد جفنة حول قبر ابیهم قبر ابن ماریة الکریم المفضل

جفنہ کی اولاد اپنے باپ ابن ماریہ کی قبر کے گرد رہتی ہے جو نہایت سخی اور فیاض تھا۔

ممدوح چونکہ عرب کی نسل تھا، اس بناء پر اس کی تعریف کے ساتھ ایک ملیح اشارہ کردیا، کہ یہ لوگ خانہ بدوش نہیں، بلکہ بادشاہ ہیں، اور بے خوف و خطر اپنے باپ کی قبر کے اردگرد رہتے ہیں، ان کا مقام سکونت نہایت سرسبز و شاداب ہے، اس بناء پر ان کو مارے مارے پھرنے کی ضرورت نہیں ہوتی،

۳- کنایہ کی بداعت، عرب شاعر بعض صفات کو کنایہ اور تعریض کی شکل میں پیش کرتا ہے مثلاً

ؔ کتاب العمدہ ص ۲۰۶ ج ۱

یہ کہنا ہو کہ ممدوح نہایت ذی رتبہ اور فیاض ہے تو وہ کہیگا "المجد بین ثوبیہ والکرم فی برد یہ" یعنی یہ اوصاف اس کے کپڑون کے اندر ہین، حضرت حسانؓ اس کو بالکل نئے انداز سے ادا کرتے ہین،

بنی المجد بیتا فاستقرت عمادہ علینا فاعی الناس ان یتحولا

مقصود یہ ہے کہ ہم نہایت بلند رتبہ ہین، اس کو اس طرح بیان کرتے ہین کہ مجد و بزرگی نے ہمارے یہان ایک گھر بنایا ہے اور اس کے ستون اسقدر مضبوط گاڑے ہین کہ لوگ ہٹانا چاہین تو نہیں ہٹا سکتے اس مین مجد کا ایک گھر بنانا، پھر اس کے ستون اپنے یہان قائم کرنا، اور لوگون کا ان کو نہ ہٹا سکنا، بالکل جدید انداز بیان ہے،

۴- وزن کی خوبی، اس کا یہ مدعا ہے کہ وزن کے لحاظ سے ہلکا ہو، ذیل کے اشعار کس درجہ سبک اور ڈھلے ہوئے نکلے ہین،

ماھاج حسان رسوم المقام ومظعن الحی ومبنی الخیام

والنؤی قد ھدم اعضادہ تقادم العھد بواد تھام

قد ادرک الواشون ما املوا والحبل من شعثاء رث الرمام

کأن فاھا عنب بارد فی رصف تحت ظلال الغمام

۵- قافیہ کی عمدگی، اس مین الفاظ کی نشست، جملون کی ترکیب اور کلام کی سلاست، وروانی کے ساتھ ساتھ یہ صنعت ہوتی ہے کہ بیت اول کے پہلے مصرع کا مقطع قصیدہ کا قافیہ بن سکتا ہے،

اس میدان کا مرد صرف امرء القیس ہے، تاہم اور شاعرون نے بھی کوشش کی ہے، حضرت حسانؓ نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا مطلع یہ ہے،

---

[۱] نقد الشعر قدامہ بن جعفر ص ۱۰،

الم تسال الربع الجدید التکلما بمد فع اشداخ فبرقۃ اکلما

اس کے بعد کا یہ شعر ہے،

الی رسم دار الحی ان متکلما انطق بالمعروف من کان اکلما[1]

۶- الفاظ کا حاوی اور جامع ہونا، اس کے یہ معنی ہیں کہ شاعر ایک مفہوم کو ادا کرتا ہے جس میں وہ تمام چیزیں بیان کر دیتا ہے، جس میں اس مفہوم کے پورے طور پر ادا ہونے کو دخل ہے مثلاً یہ شعر،

لم تفتہا شمس النہار بشئ غیر ان الشباب لیس بدائم[2]

۷- قلت مبالغہ، حضرت حسانؓ کی عہد اسلام کی شاعری مبالغہ سے بالکل خالی ہے ظاہر ہے کہ جو شعر مبالغہ سے خالی ہوا، بالکل پھیکا اور بے مزہ ہوگا، وہ خود کہتے ہیں کہ اسلام جھوٹ سے منع کرتا ہے، اس لئے میں نے افراط کو کہ جھوٹ کی ایک قسم ہے، بالکل چھوڑ دیا ہے[3]،

جاہلیت کی شاعری میں بھی مبالغہ کا کم عنصر شامل تھا، نابغہ نے ان کے حسب ذیل شعر

لنا الجفنات الغر یلمعن بالضحی واسیافنا یقطرن من نجدۃ دما[4]

میں اسی نقطۂ خیال سے نکتہ چینی کی ہے، اس کے نزدیک "غر" کے بجائے "بیض"، "ضحی" کے جگہ "دجی"، اور "یقطرن" کے مقام "یجرین" کہنا چاہئے تھا،

لیکن در اصل یہ خیال صحیح نہیں، کیونکہ حضرت حسانؓ کو شعر میں پیالوں کی سفیدی بیان کرنا مقصود نہیں، بلکہ صرف شہرت اور نباہت کا اظہار مد نظر ہے اور غر سے مشہور چیز کا مراد لینا تمام عرب میں عام تھا، مثلاً یوم اغر، اور ید غراء وغیرہ،

اسی طرح "ضحی" کے بجائے "دجی" صحیح نہیں، کیونکہ دن میں وہی چیزیں زیادہ چمکتی ہیں جن کی

---

[1] نقد الشعراء قدامہ بن جعفر ص ۱۵، [2] الخصائص ۵۰، [3] اسد الغابہ ص ۵ ج ۲، [4] نقد الشعراء ص ۱۸،

روشنی نہایت تیز اور شدید ہو، اور رات کو مرجھوٹی اور معمولی چیز نمایاں ہو جاتی ہے، مثلاً ستارے
کہ دن کو بھی موجود رہتے ہین لیکن اُن کی روشنی آفتاب کی وجہ سے ماند رہتی ہے، یا چراغ بلکہ اُس کی
تاریکی مین پرندون کی آنکھیں تک چمک اُٹھتی ہین اور ایک خاص قسم کی مکھی جس کو عربی مین یراع اور
فارسی مین کرمکِ شب تاب کہتے ہین بالکل آگ کا شعلہ معلوم ہوتی ہے،

اسی طرح یقطرن کے جگہ یجرین، محاورۂ عرب کے خلاف ہے، عرب مین جب کسی بہادر اور
جانباز کی تعریف کی جاتی ہے تو کہتے ہین "سیفہ یقطر دما" یہ کوئی نہین کہتا کہ سیفہ یجری دما،

دفاعی نظمیں [1] حضرت حسانؓ کی اسلامی شاعری کا موضوع مدافعت عن الدین یا ہجو کفار ہے، اُنھون نے
بہت سے کفار کی ہجو لکھی ہے لیکن فحاشی سے اُنکا کلام بالکل پاک ہے عربون کے نزدیک ہجو کی غرض
محض اپنے قبیلہ کی مدافعت ہوتی تھی، اِس بنا پر وہ اپنے اشعار مین صحیح صحیح واقعات، نہایت موزون
اور مناسب پیرایہ مین نظم کرتے تھے، چنانچہ زہیر نے تجاہل کے
طور پر یہ اشعار لکھے[1]،

وما ادری وسوف اخال ادری | اقوم آل حصن ام نساء

مجھے معلوم نہین، اور عنقریب معلوم ہو جائیگا، کہ آل حصن مرد ہین یا عورت،

فان تکن النساء مخبات | فحق لکل محصنۃ ھداء

اگر عورتیں ہین، تو اُن کو ہدیہ کرنا چاہیے،

تو لوگون کو نہایت گران گذرا، کہ عرب مین یہ سب سے سخت ہجو لکھی گئی تھی،

حضرت حسانؓ کی ہجو سب و شتم پر مشتمل نہ تھی، بلکہ مدافعت تھی، اور وہ بھی بطریق احسن و
بہ پیرایۂ مناسب، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہین[2]،

---

[1] کتاب العمدہ ص ۱۳۹ ج ۲، [2] کتاب مذکور ص ۵ ج ۲،

كَانَ حِسَّانُ وَكَعْبُ يُعَارِضَانِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فِي الْوَقَائِعِ وَالْأَيَّامِ وَالْمَآثِرِ وَيَذْكُرُونَ مَثَالِبَهُمْ

یعنی حسان اور کعب مشرکین کی ہمسری رجزیہ نظموں کا جواب دیتے تھے، اور ان کے مثالب کا تذکرہ کرتے تھے،

حضرت حسانؓ کی ہجوگوئی کا شانِ نزول یہ ہے کہ مشرکین مکہ میں ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب، عبداللہ بن زبعری، عمرو بن عاص، ضرار بن خطاب، آنحضرتؐ کی ہجو کرتے تھے، لوگوں نے جناب امیر علیہ السلام سے درخواست کی کہ ان کے جواب میں آپ ہجو لکھیں، فرمایا کہ رسول اللہ ارشاد کریں تو میں بالکل آمادہ ہوں آنحضرتؐ کو خبر ہوئی تو فرمایا علی اس کام کے لئے موزون نہیں، اس کو انصار کریں گے جنہوں نے میری تلوار سے مدد کی ہے، حسانؓ نے زبان پکڑ کر کہا میں یہ کام بخوشی قبول کرتا ہوں

ارشاد ہوا کہ قریش کی ہجو کس طرح کروگے حالانکہ میں بھی انھیں میں سے ہوں، عرض کی "لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِينِ"، میں آپ کو اس طرح نکالونگا جیسے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے[1] فرمایا تو تم نسب ناموں میں ابوبکرؓ سے مدد لینا، ان کو قریش کے نسب میں اچھی واقفیت ہے، حضرت حسانؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس جاتے، اور ان سے دریافت کرتے تھے، حضرت ابوبکرؓ بتلاتے کہ فلان فلان عورتوں کو چھوڑ دینا، یہ رسول اللہ کی دادیاں ہیں، باقی فلان فلان عورتوں کا تذکرہ کرنا، ابوسفیان بن حارث کی ہجو میں یہ اشعار لکھے،

وَإِنَّ سَنَامَ الْمَجْدِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ	بَنُو بِنْتِ مَخْزُومٍ وَوَالِدُكَ الْعَبْدُ
وَمَنْ وَلَدَتْ أَبْنَاءُ زُهْرَةَ مِنْهُمُ	كِرَامٌ وَلَمْ يَقْرُبْ عَجَائِزَكَ الْمَجْدُ
وَلَسْتَ كَعَبَّاسٍ وَلَا كَابْنِ أُمِّهِ	وَلٰكِنْ لَئِيمٌ لَا يَقُومُ لَهُ زَنْدُ
وَإِنَّ امْرَءًا كَانَتْ سُمَيَّةُ أُمَّهُ	وَسَمْرَاءُ مَغْمُورٌ إِذَا بَلَغَ الْجَهْدُ

[1] صحیح بخاری ص ۹۹ ح ۲ و اسد الغابہ ص ۴ ح ۲،

وانت هجين نيط فی آل هاشم ……… کما نيط خلف الراکب القدح الفرد

تو ہولا کہ ان شعروں میں ابوبکرؓ کا حصہ ضرور ہے، اس میں انھوں نے حضرت عبد اللہ، ابو طالب، زبیر، حضرت حمزہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت عباسؓ اور ضرار بن عبد المطلب کو مستثنیٰ کر کے، ابو سفیان کی ماں سمیہ اور اسکے باپ حارث کی ماں سمراء پر طنز کیا ہے[1]

اسی ابو سفیان کی ہجو میں کہتے ہیں،

هجوت محمدا فاجبت عنه ……… وعند الله فی ذاک الجزاء

هجوت مطهرا برا حنيفا ……… امين الله شيمته الوفاء

اتهجوه ولست له بکفؤ ……… فشرکما لخيرکما الفداء

فان ابی ووالده وعرضی ……… لعرض محمد منکم وقاء

آنحضرت صلعم اس مدافعت سے نہایت خوش ہوتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا، یا حسان اجب عن رسول اللہ اللهم ايده بروح القدس، اے حسان میری طرف سے جواب دے، خداوند روح القدس کے ذریعہ اس کی تائید کر،

ایک مرتبہ ارشاد ہوا، اهجهم وجبريل معك[2] یعنی تو مشرکین کی ہجو کر، جبرئیل تیرے ساتھ ہے،

مشرکین پر ان شعروں کا جو اثر پڑتا تھا، اس کو آنحضرتؐ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے،

ان قوله فيهم اشد من وقع النبل[3] حسان کا شعر ان میں تیر و نشتر کا کام کرتا ہے،

اب ہم ہجو کے چیدہ اشعار لکھتے ہیں

اتهجوه ولست له بند ……… فشرکما لخيرکما الفداء

تو با این ہمہ کہ آنحضرتؐ کا کفو نہیں، ان کی ہجو کرتا ہے، بس تم میں کا برا اچھے پر قربان ہو،

---

[1] اسد الغابہ ص ۵ ج ۲، [2] صحیح بخاری ص ۹ ج ۲، [3] استیعاب ص ۱۲۹ ج ۱،

اِس شعر کا اخیر مصرع اِس قدر مقبول ہوا کہ ضرب المثل کے طور پر مستعمل ہوتا ہے،

وَاَشهدُ انّ الّک مِن قُریشٍ — کَالّ السقب مِن رَأل النعام

مین جانتا ہون کہ تیری قرابت قریش سے ہے لیکن اِس طرح جیسے اونٹ کے بچّہ کی شتر مرغ کے بچّہ سے ہوتی ہے،

ابن مفرغ نے انھین کا پہلا مصرعہ اُڑا کر امیر معاویہ کی ہجو لکھی تھی.

واشهدُ ان الّک من زیادٍ[1]

وامک سوداء مودونۃ — کانّ انا ملها الحنظب[2]

تیری ماں کالی حبشن ہے اور بے انتہا پستہ قد ہے، اُنگلیاں گویا حنظب (ایک چھوٹا جانور) ہیں

مدح | مدح اچھی لکھتے تھے، آلِ غسان کی تعریف مین جو اشعار لکھے ہین، ان مین سے بعض ہم اِس مقام پر نقل کرتے ہین،

یسقون مَن ورد البریض علیهم — بَرَدی یصفق بالرحیق السلسل

جو اُن کے ہاں جاتا ہے وہ اس کو بردی (نہر کا نام ہے) کا پانی، صاف شراب میں ملا کر پلاتے ہیں

مصعب بن زبیر کی مدح مین ابن قیس نے ایک شعر اسی کے قریب قریب کہا ہے، لیکن جو مضمون اِس مین ادا ہوا ہے، اُس مین نہین ادا ہوا[3]،

اسی طرح یہ شعر،

یغشون حتی ما تهرّ کلابهم — لا یسألون عن السواد المقبل

اِس بات مین اختلاف ہے کہ مدح کا سب سے بہتر شعر کون ہے، ۳ شاعرون کے ۳ شعر اِس باب مین سب سے بہتر ہین، لیکن ان مین بھی ترجیح کس کو ہے، یہ امر نا قابل انفصال ہے، حطیئہ،

---

[1] طبقات الشعراء و الشعراء ص ۲۱۲، [2] دیوان حسان ص ۲، [3] کتاب العمدہ ص ۳۷ ج ۲،

حضرت حسانؓ کے شعر کو ترجیح دیتا ہے، اور لوگ ابو الطمحان اور نابغہ کے شعروں کو بہتر بتاتے ہیں[۱] عبدالملک بن مروان کہ اہل زبان اور زبان کا حاکم تھا، اُس کا فیصلہ یہ ہے کہ،

ان امدح بیت قالته العرب بیت حسان هذا[۲]، عرب نے مدح میں اشعار لکھے ان میں سب سے بہتر حسان کا شعر ہے،

اگر مضمون کے لحاظ سے دیکھا جائے تو واقعی عجیب جدت کی ہے، شاہانِ غسان کے جود و سخا کو اس پیرایہ میں بیان کرتے ہیں کہ مہمانوں کی اتنی کثرت رہتی ہے کہ کُتّے تک مانوس ہوگئے ہیں اور انکو دیکھ کر نہیں بھونکتے،

یہ جاہلیت کے اشعار تھے، آنحضرتؐ کی مدح میں جو شعر لکھے ہیں اب اُن کو بھی سننا چاہئے،

متی یبد فی الدجی البهیم جبینه یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

جب آنحضرتؐ کی پیشانی اندھیری رات میں نظر آتی ہے تو اُسکی چمک نہایت روشن چراغ کی طرح ہوتی ہے[۳]

فمن کان او من قد یکون کاحمد نظام لحق او نکال لملحد

پس آنحضرتؐ کا مثل کہ حق کا نظام اور ملحد کو عذاب جان ہیں، کون پیدا ہوا اور کون آئندہ ہوسکتا ہے،

حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ آنحضرتؐ کا ذکر کیا تو فرمایا کہ آپ ایسے ہی تھے جیسا کہ حسانؓ نے کہا ہے[۴]

آنحضرتؐ مسجد نبوی میں منبر کھوا دیتے تھے، حضرت حسانؓ اس پر کھڑے ہوکر رسول اللہ کی مدح کرتے اور آپ نہایت مسرور ہوتے تھے[۵]

بنو تمیم کا وفد آیا اور حسانؓ نے قریش کی مدح میں شعر پڑھے، تو سب کے سب بول اُٹھے کہ محمدؐ کا خطیب ہمارے خطیب سے اور انکا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے[۶]

حصان رزان ماتزن بریبة وتصبح غرثی من لحوم الغوافل

[۱] ایضاً ص ۱۱۰ ج ۴، [۲] استیعاب ص ۱۳۰ ج ۱، [۳] اسد الغابہ ص ۲ ج ۲ [۴] ایضاً، [۵] استیعاب ص ۱۳۱ ج ۱

حضرت عائشہؓ کی مدح میں ہے، انکو سنایا تو بولیں کہ خیر میں تو ایسی ہوں لیکن تم ایسے نہیں[1]

افتخار | حسب ذیل اشعار فخریہ ہیں،

اهدی لهم مدحا قلب موازره　　فیما احب لسان حائک صنع[2]

میں ممدوح کی ایسی مدح کرتا ہوں جسمیں قلب کی اعانت شامل ہوتی ہے اور جس کو سحر کی درست کرنے والی اور ہنر باز لسند کرتی ہے،

اس میں انھوں نے زبان کو وسعت کلام کا ماہر قرار دیا ہے،

الباك ارحنا عازب الشعر بعدما　　تمهل فی روض المعانی العجائب

ممدوح کے پاس وہ شعر بھیجے ہیں جو بہات بعید المعنی ہیں اور جو معانی کے گلشن میں قیام کرچکے تھے،

غرائب لاقت فی فنائک انسها　　من المجد فهی الآن غیر غرائب

جو نوادر تھے، تمھارے ہاں عزت سے ایسے مانوس ہوئے کہ اب اجنبی نہیں رہے ہیں،

مقصد یہ ہے کہ میرے اشعار نہایت بلند معنی رکھتے ہیں، اور ان کو اکابر شعراء کے علاوہ دوسرا شخص نہیں باندھ سکتا ہے یہ ممدوح کی قدردانی ہے جو اس کی مدح میں شعر نکلتے ہیں، ورنہ وہ تو گلستان معانی میں مقیم ہوگئے ہیں، کیونکہ کسی کو اپنا اہل نہیں پاتے،

وقافیة مثل السنان رزئتها　　تناولت من جو السماء نزولها

اور ایک قافیہ جو تیر کی طرح ہے کیا خوب ہے، میں آسمان سے اس کو اتار لایا ہوں[3]

مرثیہ | حضرت حسانؓ نے بہت سے مرثیے لکھے ہیں، جن میں کا ہر ہر شعر مجسم سوز و گداز ہے، آنحضرتؐ کے مرثیے ہم اوپر نقل کرچکے ہیں، اس بناء پر یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں

اخلاقی تعلیم | ایک تجربہ کار شاعر، ایک سن رسیدہ بزرگ اور سب سے بڑھ کر ایک مقدس صحابی ہونے

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۹۷ ج ۲، [2] کلال الاعجاز ص ۲۹۵، [3] طبقات الشعراء الشعراء ص ۱۷۲،

کی حیثیت سے، حضرت حسانؓ کا موضوع شاعری، وعظ و پند، اور اعلیٰ اخلاق کی طرف قوم کو رغبت دلانا ہے، چنانچہ ادب کے متعلق فرماتے ہیں[1]،

اصون عرضی بمالی لا ادنسه　　لا بارک الله بعد العرض فی المال

میں اپنی آبرو مال کے ذریعہ سے بچاتا ہوں کیونکہ　　جس مال سے آبرو نہ حاصل ہو، وہ اچھا نہیں

احتال للمال ان اودی فاکسبه　　ولست للعرض ان اودی بمحتال

مال اگر نہ رہے تو پھر حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن آبرو بار بار حاصل نہیں ہو سکتی،

نرم و گرم ہونے کے متعلق کہتے ہیں،

وانی لحلو تعتوینی مرارة　　وانی لتراک لما لم اعوّد

میں شیریں ہوں لیکن مجھے تلخی پیش آجاتی ہے، اور میں جس چیز کا عادی نہیں اوس کو چھوڑ دیتا ہوں

ظلم کا انجام بُرا ہوتا ہے،

ندع السوال عن الامور وبحثها　　ولرب حافر حفرة هو یصرع

ہم کسی بات کی کھود کرید میں نہیں پڑتے کیونکہ گڑھا کھودنے والا اکثر اوسی میں پچھاڑا جاتا ہے،

آدمی کو ہمیشہ ایک سان رہنا چاہیئے، امیر ہو کر آپے سے باہر اور غریب ہو کر غمگین نہ ہونا چاہیئے

فلا المال ینسینی حیائی وحفظتی　　ولا وقعات الدهر یفللن مبردی

مال ہوتا ہے تو حیا اور حفاظت کو ہاتھ سے نہیں دیتا اور مصیبت آتی ہے تو آرام میں خلل نہیں ڈالتا،

اپنی موت بلانا،

فلاتک کالشاة التی کان حتفها　　بحفر ذراعیها فلم ترض محفر

تم اُس بکری کی طرح ہو جاؤ جس نے اپنے کھر سے زمین کھود کر موت بلائی تھی

---

[1] حماسہ ابوتمام ص ۵۸۹ و ۵۹۰ ج ۲، [2] حماسہ بحتری ص ۱۱۲، [3] ایضاً ص ۱۱۳، [4] ایضاً ص ۱۱۹، [5] ایضاً ص ۱۸۹،

بڑے لوگوں کے کینوں اور بغض کی حالت،

وقوم من البغضاء زور کأنما   تأجج فیهم مما تجن لنا الجمر[1]

بہت سے آدمیوں کے پیٹ میں انگارے بھرے رہتے ہیں

یجیش بما فیها لنا الغلی مثل ما   تجیش بما فیها من اللهب القدر

ان کے اندر کینے اس طرح جوش مارتے ہیں جس طرح انگارے پر دیگ کا کھانا،

تصد اذا ما واجهتنی خدودهم   لدی محفل حتی کأنهم صعر

تم جب محفلوں میں ان کے متکبرانہ چہرے دیکھتے ہو تو ٹھٹھک کر رہ جاتے ہو،

بات کا پورا کرنا،

وانی اذا ما قلت قولا فعلته   واعرض عما لیس قلبی بفاعل[2]

میں جب کوئی بات کہتا ہوں تو کر گذرتا ہوں، اور جس کام کو دل نہیں چاہتا ہے اس سے اعراض کرتا ہوں

ومن طرفی ان شئت الا اقوله   ومنع خلیل من هنات بطائل

اگر میں یہ کہوں تو کوئی زبردستی کرنے والا نہیں، اور دوست کا کسی بات سے روکنا بیکار نہیں ہوتا

غدر اور خیانت کی برائی

یا حار من یغدر بذمة جاره   منکم فان محمد لم یغدر[3]

اے حارث! تم میں جو ہمسایہ سے غدر کرتا ہے، بس لے کہ محمدؐ غدر نہیں کرتے،

ان تغدروا فالغدر منکم شیمة   والغدر ینبت فی اصول السخبر

تم اگر غدر کرتے ہو تو وہ تمہارا شیوہ ہے، غدر سخبر کی جڑوں سے نکلتا ہے،

والامانة المری حین تلقیته   مثل الزجاجة صدعها لم یجبر

---

[1] الصناص ۵۰، [2] الصناص ۳۴۴، [3] الصناص ۱۳۸،

حارث مرّیؔ کی امامت ہم جہاں ماؤ اس شیشے کی طرح ہوگی کہ اسکاف درست نہین ہوسکتا،

بُری باتون سے درگذر

اُعرِضَ عن العوراء حینَ سمعتہا　　　واصفح کانّک غافل لا تسمعُ[۱]

بُری بات سن کر اعراض کیا کرو، اِس طرح کہ تم نے اس کو سنا ہی نہیں،

ذلّت کی زندگی بسر کرنا۔

کرہوا الموت فاستبیح حماہُم　　　واقاموا فعل اللئیم الذلیلٗ[۲]

اُنھوں نے موت کو ناپسند کیا اس بنا پر اُن کی آبرو ریزی ہوئی،

أمن الموت تہربون فانّ الموت　　　موت الہزال غیر جمیل

اگر تم موت سے بھاگتے ہو، تو کمزوری کی موت اچھی نہین ہوتی،

متفرق چیدہ کلام | حضرت حسانؓ کے متفرق چیدہ اشعار حسب ذیل ہین،

قومٌ اذا حاربوا ضرّوا عدوّہُم　　　او حاولوا النفع فی اشیاعہم نفعوا

سجیّۃٌ تلک منہم غیرُ محدثۃٍ　　　انّ الخلائق فاعلم شرّہا البدعُ

علم معانی مین بدیع کی ایک قسم نہایت لطیف ہے، اور بالکل وجدانی ہے اور وہ یہ کہ کلام کے تمام اجزا متحد، اور ایک دوسرے مین داخل ہون، ہر لفظ کا ربط نہایت شدید ہو، یہانتک کہ پورا جملہ موتی کی ایک لڑی معلوم ہو، مذکورۂ بالا شعر اسی صفت مین ہے، اور اِس مین تقسیم نے، اور بھی لطف زیادہ کر دیا ہے[۳]

وانّ سنام المجد من آل ہاشم　　　بنو بنت مخزوم ووالدک العبد

مقصود یہ ہے کہ جس کی ہجو کی ہے اُس کو غلام ثابت کرین، اور یہ بیان کرین کہ اسکا غلام ہونا

---

۱ حماسۂ بحتری ص ۱۲۲، ۲ الصناعتین ۲۶، ۳ دلائل الاعجاز ص ۴۷۶

سب پر روشن ہے، اِس کو "العبد" کے الف لام نے ظاہر کردیا ہے، اگر "والدک عبد" کہتے تو صرف خبر معلوم ہوتی، غلامی کا آشکار او ہویدا ہونا سمجھ میں نہ آسکتا تھا[1]

اصوی حدیث الدمان فی حلتی لصیبح وصوت المعر دالعراد

یہ شعر اس درجہ موثر ہے کہ بعض اہل مدینہ کا بیان ہے کہ میں جب پڑھتا ہوں، جذبات شجاعت برانگیختہ ہوجاتے ہیں[2]

دیوان حضرت حسانؓ کے اشعار، عرصہ تک لوگوں کی زبانوں اور سینوں میں محفوظ رہے لیکن بعد میں زینت دہ سفینہ بھی ہوگئے، ابو سعید سکری نے اِن کو جمع کیا، اور تشریح کی چنانچہ اصابہ میں اُس کے حوالے جابجا موجود ہیں، (اصابہ ص ۸، ح ۳، ایضاً، ح ۱) لیکن بعد میں کسی دوسرے شخص نے اُس کی شرح لکھی، اور ہندوستان اور ٹونس (افریقہ) میں طبع ہوا، سنہ ۱۹۱۰ء میں انگلستان کی مشہور کمیٹی "گب موریل سیریز" نے نہایت اہتمام سے چھاپا، لندن، برلن، پیرس اور سینٹ پیٹرسبرگ کے متعدد قلمی نسخوں و نیز مطبوعہ نسخوں سے مقابلہ کیا،

لیکن باایں ہمہ اس کی صحت کے متعلق قطعی رائے نہیں دیجاسکتی، احادیث، لغت، اور ادب کی کتابوں میں جو اشعار منقول ہیں بے شبہ صحیح ہیں، کیونکہ اِن کی حفاظت میں خاص اہتمام کیا جاتا تھا، باقی اشعار کے متعلق اطمینان مشکل ہے،

حضرت علیؓ کے دیوان میں پہلا شعر

الناس فی صورۃ التشبیہ اکفاءُ ابوھم آدم والام حواءُ

ہے لیکن عبدالقاہر جرجانی کہ ادب کے امام اور علم معانی و بیان کے موجد تھے، اسرار البلاغۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ اشعار محمد بن ربیع موصلی کے ہیں[3]

[1] دلائل الاعجاز ص ۱۴۸، [2] طبقات الشعر والشعراء ص ۷۰، [3] کتاب مذکور ص ۱۴۴،

دیوان حسانؓ کو بھی اسی پر قیاس کیجئے، صاحب استیعاب لکھتے ہیں[1]،

قال الاصمعی حسان احد فحول الشعراء	اصمعی نے کہا کہ حسان نہایت زبردست
فقال له ابوحاتم یاتی له اشعار لینه	شاعر تھے، ابوحاتم بولے بعض اشعار تو بہت کمزور
فقال الاصمعی تنسب الیه اشیاء	کہتے تھے، اصمعی نے جواب دیا کہ بہت سے شعر انکے
لا تصح عنه،	ہیں بلکہ لوگوں نے منسوب کردیئے ہیں،

اصمعی، دوسری صدی ہجری میں تھا، اور تیسری صدی میں انتقال کیا، جب تیسری صدی میں اسقدر آمیزش ہوگئی تھی، تو ۱۳ صدیاں گذرنے پر خدا جانے کتنے انقلاب ہوئے ہوں گے،

اخلاق وعادات | حب رسولؐ، آنحضرتؐ کی طرف سے جہاد لسانی کرنے سے ظاہر ہوتی ہے، نیز دربار رسالت سے تقرب اور مخصوص تعلقات اس پر شاہد عدل ہیں،

جبن و بزدلی کے باوجود اخلاقی جرأت موجود تھی، ایک مرتبہ مسجد نبوی میں شعر پڑھ رہے تھے حضرت عمرؓ نے منع کیا، تو جواب میں کہا کہ میں تم سے بہتر شخص کے سامنے پڑھا کرتا تھا[2]

جاہلیت میں شراب پیتے تھے، لیکن جب سے مسلمان ہوئے قطعی پرہیز کیا، ایک مرتبہ ان کے قبیلہ کے چند نوجوان مے نوشی میں مصروف تھے، حسانؓ نے دیکھا تو بہت لعنت ملامت کی، جواب ملا یہ سب آپ ہی کا فیض ہے، آپ کا شعر ہے،

ونشربها فتترکنا ملوکا　　واسدا ما ینهنهنا اللقاء

ہم اسی کے بموجب پیتے ہیں، فرمایا یہ جاہلیت کا شعر ہے، خدا کی قسم جب سے مسلمان ہوا شراب منہ نہیں لگائی[3]

---

[1] استیعاب ص ۱۳۳ ج ۱، [2] صحیح بخاری ص ۹۰۹ ج ۲ و ۴۵۶ ص ۲۲۲ ج ۵، [3] ایضاً ... ص ۱۲۹ ج ۱

حضرت حارثہ بن سراقہؓ

نام ونسب حارثہ نام، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، حارثہ بن سراقہ بن حارث بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار، والدہ کا نام ربیع بنت نضر تھا جو نہایت جلیل القدر صحابیہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حقیقی پھوپھی تھیں،

اسلام والد ہجرت سے قبل فوت ہوئے، والدہ زندہ تھیں، اسلام لائیں، ماں کے ساتھ بیٹے نے بھی دائرۂ اسلام میں شمولیت اختیار کی،

غزوۂ بدر کی شرکت اور شہادت غزوۂ بدر میں شریک تھے، جس روز کوچ کا حکم ہوا، سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے[1]، آنحضرتؐ نے ان کو ناظر نگران، بنا کر ساتھ لیا[2]، ایک حوض پر پانی پی رہے تھے حبان بن عرقہ نے ایک تیر مارا جس نے گلے کے پار ہو کر اس تشنۂ دین کو شربتِ شہادت سے سیراب کیا، کہتے ہیں کہ انصار میں سب سے پہلے انہیں کو شرف شہادت حاصل ہوا،

بدر سے واپسی کے وقت، حارثہ کی ماں، آنحضرتؐ کی خدمت میں آئیں، اور کہا یا رسول اللہ! حارثہ کی مجھے جس قدر محبت تھی آپ کو معلوم ہے، اگر جنت میں گئے ہوں تو صبر کروں گی، ورنہ آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں، ارشاد ہوا کیا کہہ رہی ہو، جنت ایک نہیں بلکہ کثرت سے ہیں، اور حارثہ تو جنت الفردوس میں ہے[3]،

ربیع اس بشارت کو سنکر باغ باغ ہو گئیں ہنستی ہوئی اٹھیں، کہنے لگیں بخ بخ یا حارثہ! یعنی واہ واہ اے حارثہ[4]

---

[1] اسد الغابہ ص ۳۵۶ ج ۱ [2] صحیح بخاری ص ۵۶۴ ج ۲ [3] صحیح بخاری ص ۹۷۰ ج ۲، [4] اسد الغابہ ص ۳۷۶ ج ۱

اولاد | چونکہ جوان مرے تھے، کوئی اولاد نہین چھوڑی،

اخلاق | حضرت حارثہ اپنی مان کے نہایت اطاعت گذار و فرمان بردار تھے، مصنف اسد الغابہ لکھتے ہین،

کان عظیم البر بامہ[1] یعنی مان کے معاملہ مین نہایت نیکوکار تھے،

جوش ایمان کا نظارہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کسی طرف جارہے تھے، حارثہ سامنے آئے، فرمایا حارثہ! صبح کیسی کی؟ بولے اس طرح کہ سچا مسلمان ہون، فرمایا ذرا سوچ کے کہو، کیونکہ ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے، عرض کی، یا رسول اللہ! دنیا سے منہ پھیر لیا ہے، رات کو روان اور دن کو تشنہ دہن رہتا ہون، اس وقت یہ حال ہے کہ اپنے کو عرش کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہا ہون، جنتی جنت اور جہنمی دوزخ مین جاتے ہوئے مجھے معلوم ہو رہے ہین، ارشاد ہوا کہ جس بندے کا قلب خدا منور کردے، وہ پھر خدا سے جدا نہین ہوتا، حارثہ نے درخواست کی کہ میرے لئے شہادت کی دعا کیجئے، آپ نے دعا کی جس کی قبولیت غزوۂ بدر مین ظاہر ہوئی

حضرت حارث بن صمہ رضہ

نام و نسب | حارث نام، ابو سعید کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے ہین، سلسلۂ نسب یہ ہے، حارث بن صمہ بن عمرو بن عتیک بن عمرو بن عامر (مبذول) بن مالک بن نجار،

اسلام | ہجرت سے قبل اسلام لائے،

---

[1] ایضاً ص ۳۵۵ ج ۱،

صہیب رومی سے کہ راہِ خدا میں سخت سے سخت مصیبتوں کا مقابلہ کر چکے تھے اخوت قائم ہوئی

غزوات اور دیگر حالات

غزوۂ بدر میں شریک تھے، آنحضرتؐ کی معیت میں روحا نام ایک مقام پر پہونچے، تو وہان چوٹ آئی، آنحضرتؐ نے مدینہ واپس کیا، اور غنیمت واجر میں شامل تصور فرمایا،

غزوۂ اُحد میں جب تمام لوگ منتشر ہو گئے تھے، اُنھون نے مرنے پر کمر باندھکر نہایت پامردی سے وادِ شجاعت دی اور عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ کو قتل کیا، آنحضرتؐ اِس کا تمام سامان ان کو دیدیا، اِن کے علاوہ اِس غزوہ مین اور کسی مسلمان کو کسی کافر کا سامان نہین دیا،

اُس معرکہ مین آنحضرتؐ نے ان سے پوچھا کہ تم نے عبدالرحمن بن عوف کو دیکھا ہے، بولے کہ پہاڑ کی طرف مشرکین کے نرغہ مین تھے، مین نے جانا چاہا لیکن حضور پر نظر پڑی تو اُس طرف پھر آیا ارشاد ہوا کہ ان کو فرشتے بچا رہے ہین، حارثؓ، عبدالرحمن بن عوف کے پاس گئے، دیکھا تو اُن کے سامنے سات آدمی بچھڑے ہین، پوچھا یہ سب تمھین نے مارے؟ بولے ارطاۃ اور ابن فلان فلان کو مین نے قتل کیا، باقی اِن لوگون کے قاتل مجھکو نظر نہین آئے، حارثؓ نے کہا کہ رسول اللہ نے بالکل صحیح فرمایا تھا،

وفات بیر معونہ کے معرکہ مین عمرو بن اُمیہ کیسا تھ کسی درخت کے نیچے بیٹھے تھے، چیلین اور دوسرے پرند نظر آئے، عمرو کو ساتھ لیکر اسی سمت چلے، دیکھا تو مسلمانون کی لاشین خاک وخون مین تڑپ رہی ہین، عمرو سے کہا بولو کیا ارادہ ہے، اُنھون نے جواب دیا، یہ تو ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ حق پر ہین، کہا تو پھر کیا دیکھتے ہو جہان منذر مارے جائین، مین کس طرح وہان سے ہٹ سکتا ہون، عمرو کو ساتھ لیکر کفار کیطرف بڑھے، کافرون نے تیرون کی بوچھار کی، جو بدن مین ہر جگہ پیوست ہو گئے، اُن کی روح مطہر نے داعیِ اجل کو لبیک کہا، اور عمرو اسیر ہو گئے،

اولاد — دو بیٹے یادگار چھوڑے، سعد، اور ابوجہم جو دونوں کے دونوں صحابی تھے،

فضل وکمال — اشعار ذیل حضرت حارثؓ کے طبعزاد ہیں،

یا رب ان الحارث بن صمه   اقبل فی مهامه مهمه

یسوق بالنبی هادی الامة

حضرت حنظلہؓ بن ابی عامر

نام ونسب — حنظلہ نام، غسیل الملائکہ، تقی القاب، قبیلۂ اوس کے خاندان عمرو بن عوف سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، حنظلہ بن ابی عامر، عمرو بن صیفی بن مالک بن امیہ بن ضبیعہ بن زید بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس، والدہ کا نام معلوم نہیں، اتنا معلوم ہے کہ عبداللہ بن ابی رئیس خزرج کی ہمشیر تھیں،

ابو عامر (حنظلہ کا باپ) قبیلۂ اوس میں نہایت شریف اور با اثر شخص تھا، بعثت نبوی کا قائل تھا، اسی اخلاقی قوت نے رہبانیت کی طرف مائل کیا، ریاست و سیادی سے دست کش ہوکر مذہبی سیادت حاصل کی اور پلاس پہنکر گوشۂ عزلت اختیار کیا راہب اسی وجہ سے لقب پڑا، لیکن جب آنحضرتؐ مبعوث ہوئے، اور مدینہ میں خلافت الٰہی کی بنا ڈالی گئی، تو ابو عامر اور ابن اُبی دونوں کی سیادت میں رخنہ پڑا، چنانچہ ابن اُبی نے منافقانہ طرز عمل اختیار کیا اور مدینہ ہی میں مقیم رہا، ابو عامر کا پیمانۂ صبر نہایت لبریز تھا، مدینہ میں نہ ٹھہر سکا، اور مکہ کی سکونت اختیار کی، غزوۂ اُحد میں قریش مکہ نہایت سروسامان سے اٹھے تو ابو عامر بھی جوش حسد میں ان کے ساتھ آیا، آنحضرتؐ نے اس کیلئے

فاسق کا لقب تجویز کیا جس سے تاریخ اسلام مین وہ اب تک مشہور ہے،

اُحد کے بعد پھر مکہ کو مراجعت کی اور وہین مقیم رہا، ۸ھ مین جب فضائے بطحا پر توحید کا علم لہرایا تو اس پر یہ زمین بھی تنگ ہو گئی، مکہ سے نکل کر روم پہونچا، اور ہرقل کے دامن مین پناہ لی، اور اسی جگہ ۹ھ یا ۱۰ھ مین مرگیا

ابو عامر کی شدتِ کفر کا یہ عالم تھا، اب اُس کے بیٹے (حنظلہ) کی حرارتِ ایمان بھی ملاحظہ ہو، اُنھون نے اسلام قبول کیا، اور مسلمانون مین خاص عزت پیدا کی، آنحضرتؐ سے عرض کی کہ حکم ہو تو اپنے باپ کا خاتمہ کر دون، لیکن آنحضرتؐ نے منظور نہین کیا، عبداللہ بن اُبی کے فرزند حضرت عبداللہؓ نے بھی یہی درخواست کی تھی، ان کو بھی یہی جواب عنایت ہوا[1]

غزوۂ بدر مین کسی سبب سے شریک نہ تھے، اُحد مین شرکت کی جو اُن کے لئے پہلا اور آخری غزوہ ثابت ہوا

شہادت — بیوی سے ہم بستر تھے، نفیرِ عام سنی، اسی وقت جوش مین اُٹھ کھڑے ہوئے نہانا یاد نہ رہا تھا، شمشیر بکف میدان مین پہونچے، ابوسفیان بن حرب رئیس کفر سے مقابلہ ہوا اُس کو اُٹھا کر دے مارا چاہتے تھے کہ کام تمام کر دین، کہ شداد بن اسود لیثی (ابن شعوب) نے دیکھ لیا، جھپٹ کر بڑھا، اور ایسا صاف ہاتھ مارا کہ حنظلہ کا سر دھڑ سے الگ ہو گیا، ابوسفیان کہتا ہے،

ولو شئت نجتنی کمیت طمرۃ ولم احمل النعماء لابن شعوب

بعض کا خیال ہے کہ ابوسفیان نے ابن شعوب کیساتھ ملکر مارا تھا، مار کر بولا حنظلۃ بحنظلۃ یعنی حنظلہ، حنظلہ کے مقابلہ مین ہے،

بدر مین ابوسفیان کا ایک لڑکا حنظلہ مسلمانون کے ہاتھ سے مارا گیا تھا، یہ اسی کیطرف اشارہ تھا،

---

[1] اصابہ ص ۵۴ ح ۲،

چونکہ حالتِ جنابت میں شہید ہوئے تھے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی بیوی سے دریافت کرو، بات کیا تھی؟ بیوی نے واقعہ بیان کیا، فرمایا اسی وجہ سے فرشتے غسل دے رہے تھے، غسیل ملائکہ کا لقب اسی وجہ سے اُن کو حاصل ہوا

اولاد — حضرت عبداللہؓ ایک فرزند تھے، جن کا آنحضرتؐ کی وفات کے وقت سات سال کا سن تھا، سنِ شعور کو پہنچکر باپ کے خلف الرشید ثابت ہوئے، یزید بن معاویہ کی شرمناک حرکتوں سے بیزار ہوکر نقض بیعت کی اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے آستانۂ خلافت پر سرِ نیاز خم کیا، شام سے فوجیں آئیں جنھوں نے حرہ کا وہ خونین منظر رونما کیا جن کے تصور سے آج بھی مدینۃ الرسولؐ کے در و دیوار کانپ اُٹھتے ہیں، حضرت عبداللہؓ نے جرأت کر کے تمام مدینہ کو اُبھارا اور خود سپہ سالار بنکر میدان میں نکلے انصار کثرت سے شہید ہوئے، حضرت عبداللہؓ نے اپنے بیٹوں کو کہ تعداد میں ۸ تھے یکے بعد دیگرے آگے بڑھایا سب قتل ہوئے اور وہ اپنی آنکھوں سے یہ دردانگیز سطر دیکھتے رہے، آخر خود بھی مقابلہ کے لئے بڑھے جبیں وہ ردائے خونین ملبوس بدن ہوئی جس کو اُن کے پدر بزرگوار جنگ اُحد میں اُوڑھ چکے تھے، یہ واقعۂ روح فرسا، ذی الحجہ ۶۳ھ میں ہوا،

اخلاق — اخلاق و عادات کی عظمت و بلندی، احاطۂ تحریر میں کب آسکتی ہے، "پدر فاسق" کا "فرزند" تقی، اپنی قوم کے ناصیۂ کمال پر غرۂ عظمت بنکر چمکا، قبیلۂ اوس ہمیشہ اس کے وجود با جود پر فخر کرتا تھا، ایک مرتبہ انصار کے دونوں قبیلے اپنے فضائل فخریہ بیان کر رہے تھے، آدمیوں نے اس موقع پر نہایت عظیم المرتبت اصحاب کو پیش کیا تھا، جن میں سب سے پہلے حضرت حنظلہؓ کا نام نامی تھا،

"خ"

حضرت خبیب رضؓ بن عدی

نام ونسب نام نامی خبیب تھا، اور قبیلۂ اوس سے تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے، خبیب بن عدی بن مالک بن عامر بن مجدعہ بن جحجبی بن عوف بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس

اسلام ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے،

غزوات غزوۂ بدر میں شریک تھے، اور مجاہدین کے اسباب کی نگرانی سپرد تھی[1]، اس غزوہ میں انھون نے حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا[2]،

سنہ۳ھ میں غزوۂ رجیع ہوا، آنحضرت صلعم نے عاصم بن ثابت انصاری کو دس آدمیون پر امیر بنا کر جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا تھا، عسفان اور مکہ کے درمیان بنی ہذیل کا ایک قبیلہ لحیان رہتا تھا، اس کو خبر ہوگئی، سنو تیر اندازون نے اس مختصر جماعت کو آکر گھیر لیا، ۷۔ آدمی اسی جگہ لڑکر شہید ہوگئے، تین شخص جن میں ایک حضرت خبیب بھی تھے، زندہ بچے، ان کی جان بخشی کا عہد وپیمان ہوا اور پہاڑی پر سے نیچے اترے، ان لوگون نے کمانون کے تار کھول کر ان کے ہاتھ باندھے، ایک غیرت مند اس بے عزتی کو نہ دیکھ سکا اور مردانہ وار جان دی، اب صرف دو شخص باقی رہ گئے، ان کو لیجا کر مکہ کے بازار میں فروخت کیا، اسلام کے اس یوسف کو حارث بن عامر کے بیٹون نے خریدا جسے غزوۂ بدر میں انھون نے قتل کیا تھا[3]،

عقبہ بن حارث نے اپنے گھر میں لاکر قید کیا[4]، ہاتھ میں ہتکڑیاں پہنائین[5]، اور موہب کو نگرانی پر مقرر کیا[6]

[1] صحیح بخاری ص ۳۰، ج ۲، [2] ایضاً ص ۵۶۸، [3] ایضاً [4] استیعاب ص ۱۶۸ ج ۱، [5] بخاری ص ۵۸۵ ج ۲، [6] طبقات ابن سعد

عقبہ کی بیوی کھانا کھلاتے وقت ہاتھ کھول دیا کرتی تھی[1]،

کئی مہینے قید رہے، اشہر حرم گذر گئے تو قتل کی تیاریاں ہوئیں[2]،

حضرت خبیبؓ نے موہب سے ۳ باتوں کی درخواست کی تھی[3]

۱۔ آب شیرین پلانا،

۲ بتوں کا ذبیحہ نہ کھلانا،

۳۔ قتل سے پہلے خبر کر دینا،

یہ اخیر درخواست عقبہ کی بیوی سے بھی کی تھی، قتل کا ارادہ ہوا تو اس نے[4] ان کو آگاہ کر دیا، انھوں نے طہارت کے لئے اس سے استرہ مانگا اس نے لا کر دیدیا، اسکا بچہ کھیلتا کھیلتا ان کے پاس چلا آیا، انھوں نے اسکو اپنی ران پر بٹھایا، ماں کی نظر پڑی تو دیکھا کہ استرہ ان کے ہاتھ میں ہے اور بچہ ان کے زانوں پر ہے، یہ منظر دیکھ کر کانپ اٹھی، حضرت خبیبؓ نے فرمایا! کیا تمہارا خیال ہے کہ میں اپنے خون کا اس بچہ سے انتقام لونگا، حاشا یہ ہماری شان نہیں[5]،

پھر مزاح میں کہا کہ اب اللہ نے تم پر مجکو قادر کر دیا، بولی کہ تم سے تو یہ امید نہ تھی، انھوں نے استرہ اسکے آگے ڈالدیا، اور کہا کہ میں مذاق کر رہا تھا[6]

حضرت خبیبؓ کی باتوں کا اس پر خاص اثر ہوا، کہتی تھی کہ میں نے خبیبؓ سے بہتر کبھی قیدی کو نہ دیکھا، میں نے بارہا ان کے ہاتھ میں انگور کا خوشہ دیکھا، حالانکہ اس زمانہ میں انگور کی فصل بھی نہ تھی، اس کے علاوہ وہ بندھے ہوئے تھے، اس لئے یقیناً وہ خدا کا دیا ہوا رزق تھا، جو خزانۂ غیب سے ان کو ملتا تھا[7]،

[1] استیعاب ص ۱۶۹، ج ۱، [2] طبقات ابن سعد ص ۴۰، [3] ایضاً [4] استیعاب ص ۱۶۸، ج ۱، [5] بخاری ص ۵۸۵ ج ۲،

[6] استیعاب ص ۱۶۸، ج ۱، [7] بخاری ص ۵۸۵ ج ۲،

شہادت | حضرت خبیبؓ کے قتل میں مشرکین نے بڑا اہتمام کیا، حرم سے باہر تنعیم میں سولی لٹکائی گئی، کثرت[1] آدمی جمع کئے گئے، مرد، عورت، بوڑھے، بچے امیر و غریب، وضیع و شریف، غرض، ساری خلقت تماشائی تھی، لوگ عقبہ کے گھر ان کو لینے کے لئے آئے، فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ، دو رکعت نماز پڑھ لوں، زیادہ پڑھوں گا تو کہو گے کہ موت سے گھبرا کر بہانہ ڈھونڈھ رہے ہیں، نماز سے فارغ ہو کر مقتل کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں کہہ رہے تھے، اللّٰھم احصھم عددا واقتلھم بددا ولا تبق منھم احدا! پھر یہ شعر پڑھتے ہوئے ایک بڑے درخت کے نیچے پہونچے،

وذالک فی ذات الالٰہ وان یشأ ۔ یبارک علی اوصال شلو ممزع

یہ جو کچھ ہو رہا ہے خدا کی محبت میں اگر وہ چاہے ۔ تو ان کٹے ٹکڑوں پر برکت نازل کرے گا،

ولست ابالی حین اقتل مسلماً ۔ علی ای جنب کان للّٰہ مصرعی

اگر مسلمان رہ کر میں مارا جاؤں تو مجھے ۔ غم نہیں کہ کس پہلو پر خدا کی راہ میں میں پچھاڑا جاتا ہوں،

عقبہ بن حارث اور حُبیرہ عبدری نے گلے میں پھندا ڈالا، چند منٹ کے بعد سرِ اقدس دار پر تھا،[3]

آہ! یہ کیسا عجیب منظر تھا، اسلام کے ایک غریب الوطن فرزند پر غربت میں کیسے ظلم و ستم ہو رہے تھے، بطحائے کفر کا خونی قاتل، توحید کو کس طرح ذبح کر رہا تھا، یہ سب کچھ تھا، لیکن مجسمۂ اسلام اب بھی پیکر صبر و رضا بنا ہوا تھا، مسیح ناصری سے اس فرزند توحید کا مقابلہ کرو تو اسلام و نصرانیت کی اخلاقی تعلیم پر صاف روشنی پڑے گی، ایلی ایلی لما سبقتنی (اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا تھا)عہ زبان پر تھا، اور یہاں خدا کی رضا جوئی میں اطمینان و مسرت کا اظہار تھا،

عہ یہ موجودہ انجیل سے ماخوذ ہے قرآن مجید سے اس کو تعلق نہیں

آنحضرت صلعم کو اس فاجعۂ عظمیٰ کی خبر وحی کے ذریعہ سے ہوئی، فرمایا اے خبیب! تجھ پر سلام![4]

پھر عمرو ابن امیہ ضمری کو مکہ بھیجا کہ اس شہید وفا کی لاش کا پتہ لگائیں، عمرو رات کو سولی کے پاس ڈرتے

۱؎ استیعاب ص ۱۶۸ ج ۱، ۲؎ بخاری ص ۵۶۹ ج ۲، ۳؎ استیعاب ص ۱۶۸ ج ۱، ۴؎ فتح الباری ج ۷ ص ۲۹۵،

دیئے گئے، اور درخت پرچڑھ کر رسی کاٹی، جسد اطہر زمین پر گرا، چاہا کہ اتر کر اٹھالیں، لیکن یہ جسم زمین کے قابل نہ تھا، فرشتوں نے اٹھا کر اس مقام پر پہونچایا جہاں شہیدانِ راہِ خدا کی روحیں رہتی ہیں، اعمرو بن امیہ کو سخت حیرت ہوئی، بولے کہ کیا زمین تو نہیں نگل گئی،

قتل کرتے وقت مشرکین نے قبلہ رخ نہیں رکھا تھا، لیکن جو چہرہ قبلہ کی طرف رخ کر چکا تھا وہ کبھی دوسری طرف کیونکر پھر سکتا تھا، مشرکین نے بار بار پھیرنے کی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی،[۲]

حضرت خبیب نے جو دعا کی تھی، اسکا اثر ایک سال کے اندر ظاہر ہوگیا، جو لوگ ان کے قتل میں شریک تھے، نہایت بے کسی کی حالت میں مارے گئے[۳]،

دیدی کہ خونِ ناحقِ پروانہ شمع را — چندان امان نہ داد کہ شب را سحر کند

حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر

نام و نسب — خارجہ نام، قبیلۂ خزرج کے خاندان اغر سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، خارجہ بن زید بن ابی زہیر بن مالک بن امرء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن بن خزرج اکبر، رئیسِ قبیلہ اور کبار صحابہ میں تھے،

اسلام — عقبہ میں بیعت کی،

عام حالات — ہجرت کے وقت حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ آکر انھیں کے ہاں قیام کیا تھا[۴]، اور انھیں سے مواخات ہوئی،

غزوات — ...ر میں شریک تھے، اور امیہ بن خلف کو کئی آدمیوں کے ساتھ ملکر مارا تھا، امیہ کے بیٹے

[illegible] ج ۲، [۲] ایضاً [۳] فتح الباری ص ۲۹۵ ج ۷، [۴] بعض کا خیال ہے کہ خبیب بن اساف کے ہاں ٹھہرے تھے

صفوان نے اپنے باپ کے قاتلون کو تاڑ لیا تھا، اس بناء پر دوسرے سال جب غزوۂ احد واقع ہوا، اسکو ان لوگون کی فکر لاحق ہوئی،

شہادت | حضرت خارجہؓ نہایت بہادری سے لڑے تھے، ۱۰ سے اوپر نیزون کے زخم کھائے، اور آخر زمین پر گر گئے، صفوان نے ان کو شناخت کرکے ناک، کان، اور دیگر اعضاء کاٹے اور کہا کہ اب کلیجہ ٹھنڈا ہوا، میرے باپ کے عوض محمدؐ کے بڑے بڑے بہادر کام آئے،

سعد بن ربیع کہ ان کے برادر زادے تھے، اور اسی معرکہ مین داد شجاعت دیکر قتل ہوئے تھے، ان کے ساتھ، ایک قبر مین دفن کئے گئے،

اولاد | دو اولاد چھوڑی، ایک زید جنھون نے حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت مین انتقال کیا، مشہور ہے کہ مرنے کے بعد بولے تھے،

دوسری حبیبہ جو حضرت ابوبکرؓ سے منسوب تھین، ام کلثوم بنت ابی بکر انھیں کے بطن سے تولد ہوئین، اس بناء پر حضرت خارجہؓ، حضرت ابوبکرؓ کے اسلامی بھائی ہونے کے ساتھ خسر بھی تھے،

حضرت خزیمہ بن ثابتؓ

نام ونسب | خزیمہ نام، ابو عمارہ کنیت، ذو الشہادتین لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، خزیمہ بن ثابت ابن فاکہ بن ثعلبہ بن ساعدہ بن عامر بن غیان بن عامر بن خطمہ (عبد اللہ) بن جشم بن مالک بن اوس، والدہ کا نام کبشہ بنت اوس تھا اور قبیلۂ خزرج کے خاندان ساعدہ سے تھین،

اسلام | ہجرت سے پیشتر مشرف باسلام ہوئے، اور عمیر بن عدی بن خرشہ کو لیکر اپنے قبیلے (خطمہ کے

لہ اسد الغابہ ص ۱۰۰ ج ۲، و اصابہ ص ۱۴۴ ج ۲، و استیعاب ص ۱۶۲، و ۱۶۳ ج ۱،

بُت توڑے،

| غزوات اور شہادت | بدر اور تمام غزوات میں شریک تھے، فتح مکہ میں بنو خطمہ کا علم ان کے پاس تھا، جناب امیر علیہ السلام کی دو لڑائیوں میں شریک ہوئے، جنگ جمل میں محض رفاقت کی، صفین میں بھی اولاً خاموش رہے، لیکن جب حضرت عمارؓ بن یاسر افواجِ شام کے ہاتھ سے شہید ہوئے، تو حضرت خزیمہؓ نے تلوار نیام سے نکالی اور حسب ذیل رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے،

اذا نحن بایعنا علیا فحسبنا ابو حسن مما نخاف من الفتن

جب ہم نے علی سے بیعت کر لی، تو یہ بالکل کافی ہے، اور اب ہم کو کسی چیز کا خیال نہیں،

وفیہ الذی فیھم من الخیر کلہ وما فیھم بعض الذی فیہ من حسن

علی میں اہلِ شام کی تمام بھلائیاں جمع ہیں، لیکن شامیوں میں علی کی بعض خوبیاں بھی موجود نہیں،

فرماتے تھے کہ اب گمراہی آشکار ہو گئی، میں نے آنحضرتؐ سے سنا تھا کہ عمار کو باغی گروہ قتل کریگا، چنانچہ خود بھی لڑکر شہادت حاصل کی، یہ ۳۷ھ کا واقعہ ہے،

| اولاد | حسب ذیل اولاد چھوڑی، عمارہ، عمرو، عمرۃ،

| فضل وکمال | احادیث مرویہ کی تعداد ۳۸ ہے، حضرت جابر بن عبداللہ، عمارہ بن عثمان، ابن حنیف عمرو بن میمون اودی، ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص، ابو عبداللہ جدلی، عبدالرحمن بن ابی لیلی، عطاء بن یسار، راویانِ حدیث کے زمرہ میں ہیں،

مسائل فقہ میں دقیق النظری سے کام لیتے تھے، ایک مرتبہ یہ حدیث بیان کی کہ موزوں پر ۳ دن تک مسح کرنا چاہئے، تو فرمایا کہ اگر ہم آنحضرتؐ سے مدت بڑھانے کی خواہش کرتے تو آپ اضافہ فرما دیتے، اصل الفاظ یہ ہیں،

ؔ مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۴

ولوا مست منا دنا ہ لزادنا،

اخلاق | جوشِ ایمان، اور حُبِ رسول، بیاضِ اخلاق کے چمکتے ہوئے حروف ہین، جوشِ ایمان کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوسکتا ہے،

آنحضرتؐ نے ایک بدو سے گھوڑا خریدا اور دام طے کر کے چلے آئے، لوگون کو اس کی خبر نہ تھی، اس سے بات چیت کی اور قیمت زیادہ کردی، اس نے آنحضرتؐ کو آواز دی کہ لینا ہو تو لو، ورنہ مین دوسرے سے سودا کرچکا، آنحضرتؐ آئے اور کہا، تم مجھ سے فروخت کر چکے تھے، بولا واللہ مین نے نہین بیچا، اور اگر تمھارے ہاتھ بیچا ہو تو کوئی گواہ لاؤ، مسلمان اس گفتگو کو سنکر جمع ہو گئے، اور کہا رسول اللہ سچ کہتے ہین، حضرت خزیمہ بھی آپہونچے، اس نے گواہ مانگا تو بولے مین گواہ ہون، تم نے آنحضرتؐ کے ہاتھ فروخت کیا تھا، اس جرأت پر خود آنحضرتؐ کو حیرت ہوئی فرمایا، بم تشہد، تم کس طرح گواہی دیتے ہو، عرض کی تصدیقک یا رسول اللہ! آپ کی بات کی تصدیق کر رہا ہون،

آنحضرتؐ نے اسی روز سے خزیمہ کی شہادت، دو آدمیون کی شہادت کے برابر کردی[1] اور انکا ذوالشہادتین لقب پڑگیا،

صحیح بخاری مین بھی ضمناً اس کا ذکر آگیا ہے، حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے، کہ جب ہم نے مصاحف نقل کئے، سورۂ احزاب کی ایک آیت جس کو ہم آنحضرتؐ سے سنتے تھے، نہین پائی، خزیمہ انصاری جن کی شہادت رسول اللہ صلعم نے دو آدمیون کے برابر کی تھی، ان کے پاس تھی[2] اور وہ یہ ہے،

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ[3]

اوس وخزرج مین جب باہم مفاخرت ہوئی، تو اوسیون نے حضرت خزیمہ کا نام بھی فخر کے طور پر

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۲۱۳ ج ۵، [2] مسند ابن حنبل ص ۱۸۹ و ۲۱۶ ج ۵، [3] صحیح بخاری ص ۷۰۵ ج ۲،

پیش کیا تھا[1]

حبّ رسول کے لئے یہ بالکل کافی ہے، کہ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ میں رسول اللہؐ کی جبین مبارک کا بوسہ لے رہا ہوں، آنحضرتؐ سے بیان کیا تو فرمایا کہ تم اپنے خواب کی تصدیق کر سکتے ہو، خزیمہ نے اٹھ کر پیشانی اطہر چوم لی[2]۔

بعض روایتوں میں ہے کہ سجدہ کرتے دیکھا تھا، آنحضرتؐ نے اپنی جبین مقدس سے ان کی پیشانی مس کی[3]، اور اس طرح پر اس خواب کی تعبیر پوری ہوئی،

حضرت خوات بن جبیرؓ

نام ونسب خوات نام، ابو عبداللہ وابو صالح کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، خوات بن جبیر بن نعمان بن امیہ بن امرء القیس (برک)، بن ثعلبہ بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس،

اسلام ہجرت سے قبل اسلام لائے، بدر میں شریک تھے، صفراء پہونچکر پیر میں پتھر لگا، آنحضرتؐ نے مدینہ واپس کیا، اور مجاہدین کیساتھ غنیمت میں حصہ لگایا، احد اور باقی غزوات میں شرکت کی، جناب امیر علیہ السلام کی خانہ جنگیوں میں سے صفین میں شریک تھے،

وفات ۴۰ھ میں بمقام مدینہ انتقال کیا، اسوقت ۹۴ سال کا سن تھا،

حلیہ حلیہ یہ تھا، قد میانہ، مہندی کا خضاب لگاتے تھے، آنکھیں جاتی رہی تھیں۔

اولاد ایک بیٹا یادگار چھوڑا، صالح نام تھا،

---

[1] اصابہ ص ۱۱۱ ج ۲، [2] مسند ص ۲۱۴ ج ۵، [3] مسند ۲۱۵ ج ۵،

فضل وکمال عبداللہ بن ابی لیلیٰ، بسر بن سعید، صالح وغیرہ نے اُن سے چند حدیثیں روایت کی ہیں امام بخاریؒ نے ان کا ایک حکیمانہ مقولہ بھی نقل کیا ہے، اور وہ یہ ہے،

نوم اول النہار خرق واوسطہ — دن کے پہلے حصہ میں سونا بے تمیزی، درمیانی حصہ میں
خلق وآخرہ حمق ...... — مناسب، اور آخری حصہ میں بے وقوفی ہے،

نہایت غیرت مند اور باحیا تھے، مرالظہران ایک مقام پر آنحضرتؐ کا نزول اجلال ہوا، یہ بھی ساتھ تھے خیمہ سے نکلے، کچھ عورتیں نظر پڑیں، یہ کپڑا اوڑھ کر انھیں میں بیٹھ گئے، اتفاق یہ کہ آنحضرتؐ کا اُدھر سے گذر ہوا، آپ کو دیکھ کر اٹھے، اور کہنے لگے، یا رسول اللہ! میرا اونٹ کھو گیا ہے، اُس کے لئے بند تلاش کرتا ہوں، پھر کچھ سوچ کر ساتھ ہو گئے، آپ نے استنجا کیا اور ان سے پانی طلب فرمایا اور پوچھا کہ اونٹ ملا، یہ شرما کر چپ ہو رہے، راستہ میں جب آنحضرتؐ سے ملاقات ہوئی آپ نے یہی سوال کیا، آخر شرم کی وجہ سے گھر بیٹھ رہے، آنحضرتؐ کے پاس آنا جانا، اور مسجد نبویؐ کی جماعت بالکل چھوڑ دی، کچھ دنوں کے بعد جب یہ واقعہ پرانا ہو گیا، نماز پڑھنے کے لئے مسجد آئے، آنحضرتؐ بھی حجرہ سے باہر تشریف لائے اور نماز پڑھی، اُنھوں نے رکعتیں لمبی کردیں کہ آنحضرتؐ واپس چلے جائیں اور پھر سامنا نہ ہو، لیکن آپ بیٹھے رہے اور فرمایا، ابو عبداللہ! خواہ کتنی ہی طویل نماز پڑھو مگر میں تمھارے ساتھ ہی اٹھوں گا، دل میں کہا کہ رسول اللہ سے معذرت کرنی چاہئے، نماز ختم کر کے خدمت اقدس میں پہونچے تو وہی مرحلہ درپیش تھا، آنحضرتؐ نے سلام کر کے فرمایا ابو عبداللہ! اونٹ کہاں گیا، اب صفائی کا وقت آگیا تھا، عرض کی اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق مذہب دیکر مبعوث کیا جب سے مسلمان ہوا ہوں میرا اونٹ نہیں کھویا، (یعنی زنا نہیں کی) فرمایا خدا تجھ پر اپنا رحم کرے، اس کے بعد آنحضرتؐ نے ان سے یہ سوال چھوڑ دیا[1]

نہایت شجاع تھے، آنحضرت صلعم نے ان کو اپنا سوار بنایا تھا[2]

---

[1] اسد الغابہ ص ۱۲۶ ج ۲، [2] الصابہ ص ۱۲۵ ج ۲،

زندہ دلی کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کو جارہے تھے، ابو عبیدہؓ اور عبد الرحمن بن عوف بھی ساتھ تھے، لوگوں نے فرمائش کی کہ ضرار کے اشعار گاؤ، حضرت عمرؓ نے کہا نہیں، بلکہ اپنے شعر سنائیں، چنانچہ تمام رات گاتے رہے، سپیدہ سحر نمودار ہوا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا خوات بس کرو، اب صبح ہوگئی،[1]

حضرت خلاد بن سویدؓ

نام و نسب خلاد نام، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امرء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج بن الحارث بن الخزرج الاکبر۔

اسلام عقبۂ ثانیہ سے قبل مسلمان ہوئے، اور بیعت میں شرکت کی،

غزوات اور شہادت بدر، احد، خندق، میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، قریظہ کی جنگ میں غزوہ کی نیت سے نکلے، ایک قلعہ کے نیچے کھڑے تھے، نبانہ نام ایک یہودی عورت نے دیکھ لیا، اور خلاد کے اس زور سے پتھر مارا کہ سر پھٹ گیا، اور اسی صدمہ سے انتقال ہوگیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا ان کو دو شہیدوں کا ثواب ملیگا، لڑائی ختم ہونے کے بعد جب قبیلۂ قریظہ اسیر ہو کر سامنے آیا تو آنحضرتؐ نے اس عورت کو ڈھونڈھ کر قتل کروا دیا، اس واقعہ میں عورتیں قتل سے محفوظ رہی تھیں،

اولاد دو لڑکے چھوڑے، اور دونوں صحابی تھے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں، ابراہیمؓ، سائبؓ،[2]

---

[1] اصابہ ص ۳۴۳، ج ۲، [2] اسد الغابہ ص ۱۲۱، ج ۲، اصابہ ص ۱۴۰، ج ۲،

"ر"

حضرت رافع بن مالک بن عجلانؓ

نام ونسب — رافع نام، ابومالک وابورفاعہ کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق بن عامر بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج،

اسلام — انصار مدینہ میں اگرچہ خوش نصیبوں کی ایک جماعت ہے جس کا شمار ۷۳ تک ہے، لیکن ان میں بھی الاقدم فالاقدم کے لحاظ سے ترتیب اور اختلاف مدارج ہے، انصار میں بونجار اور قبیلۂ خزرج سبقت ایمانی میں سب سے پیش پیش تھا لیکن اسکا یہ تمام تقدم، یہ تمام شرف اور یہ تمام فضیلت، صرف دو ہستیوں کے شرف وعظمت پر منحصر ہے، اور وہ دونوں بزرگ حضرت معاذ بن عفراءؓ اور حضرت رافع بن مالکؓ ہیں،

قبیلۂ خزرج کے ۶- آدمی عمرہ کی غرض سے مکہ گئے تھے، آنحضرت ان کے قیام گاہ پر تشریف لائے اور اسلام کی تبلیغ کی، تو سب سے پہلے اس دعوت کو انھیں دونوں نے لبیک کہا،[1] یہ اسد الغابہ کی روایت ہے، طبقات میں ہے، کہ صرف دو شخص گئے تھے، آنحضرت صلعم کی خبر ملی تو خدمت میں حاضر ہوئے، اور مذہب اسلام اختیار کرنے کا شرف حاصل کیا،[2]

ان دونوں بزرگوں میں بھی جیسا کہ سعد بن عبدالحمید کا قول ہے حضرت رافعؓ نے پہلے بیعت کی تھی، اسلام قبول کرکے پلٹے تو مدینہ میں نہایت سرگرمی سے اشاعت اسلام کی خدمت انجام دی، مصنف اسد الغابہ لکھتے ہیں،

---

[1] اسد الغابہ ص ۱۵۷ ج ۲، [2] طبقات ابن سعد ص ۱۴۶ ج ۱ قسم ا،

فلما قدموا المدینۃ ذکروا لقومھم الاسلام ودعوھم الیہ فقشا فیھم فلم تبق دار من دور الانصار الا وفیھا ذکر من رسول اللہ صلعم[1]

یعنی جب یہ لوگ مدینہ آئے اور اپنی قوم میں اسلام کا چرچا کیا، اور اس کی دعوت دی تو اسلام تمام انصار میں پھیل گیا کوئی گھر نہ تھا جہاں رسول اللہ کا ذکر خیر نہ ہوتا ہو،

دوسرے سال حضرت رافعؓ ۱۲ آدمیوں کے ساتھ اور تیسرے سال ۷۰ آدمیوں کے ساتھ مکہ گئے اور اس اثنا بیعت میں بنو زریق کے نقیب تھے۔ ہوئے،

صحیح بخاریؒ میں بھی رافعؓ کے عقبہ میں شریک ہونے کا ذکر آیا ہے چنانچہ ان کا قول ہے،

ما یسرنی انی شھدت بدرا بالعقبۃ یعنی مجھے یہ خوش نہیں آتا کہ عقبہ کے مقابلہ میں بدر میں شریک ہوتا[2]

غزوات | حضرت رافعؓ کی اسلامی زندگی کے دوران میں صرف دو لڑائیاں پیش آئیں، بدر اور احد، بدر میں وہ شریک تھے یا نہ تھے، ابن اسحاق نے انکو اصحاب بدر میں شمار نہیں کیا ہے، اور موسیٰ بن عقبہ نے امام ابن شہاب زہری سے نقل کیا ہے کہ وہ شریک تھے، اس بارہ میں بہترین حکم خود انکا قول ہو سکتا ہے، ابھی بخاریؒ کی جو عبارت اوپر گذری ہے کہ "مجھے یہ خوش نہیں آتا کہ عقبہ کے مقابلہ میں بدر میں شریک ہوتا"، اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شریک بدر نہ تھے،

شہادت | غزوۂ بدر کے بعد شوال ۳ھ میں غزوۂ احد ہوا، حضرت رافعؓ نے اسی میں شہادت پائی

خدمات مذہبی | اشاعت اسلام کے علاوہ اور بھی متعدد مذہبی خدمتیں انجام دیں، سورۂ یوسف مدینہ میں سب سے پیشتر انھیں نے پہونچائی، مسجد بنی زریق میں مدینہ کی تمام مسجدوں سے قبل قرآن مجید پڑھا گیا اس کے پڑھنے والے یہی بزرگ تھے، بیعت سے واپسی کے وقت آنحضرت صلعم پر مکہ میں جس قدر قرآن نازل ہوا تھا، لکھ کر ساتھ لیتے آئے تھے، اور اپنی قوم کو جمع کرکے سنایا تھا،

---

[1] اسد الغابہ ص ۱۵۷ ج ۲، [2] صحیح بخاری ص ۵۶۹ ج ۲،

ایک روایت یہ بھی ہے کہ مکہ میں مقیم ہوگئے تھے، جب سورۂ طٰہٰ نازل ہوئی، تو لکھ کر مدینہ لائے تھے،

غرض یہ عظیم الشان کارنامے انصار کے اس جلیل المنزلت بزرگ کے تھے جس نے دولت ایمان کے لازوال خزانے کو سب سے پہلے اپنے آغوش میں جگہ دی، فقصل اللہ عنہ انصرالاسلام بنفسہ وماله وولدہ،

حضرت رفاعہ بن رافع زرقیؓ

نام ونسب | رفاعہ نام، ابومعاذ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، رفاعہ بن رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو، بن عامر بن زریق بن عبدحارثہ بن غضب بن جشم بن خزرج، والدہ کا نام ام مالک بنت ابی بن سلول تھا، نبو حبلی سے تھیں، اور عبداللہ بن ابی راس المنافقین کی ہمشیر تھیں۔

اسلام | حضرت رفاعہؓ کے پدر بزرگوار حضرت رافع، قبیلۂ خزرج کے سب سے پہلے مسلمان تھے، بیعت عقبہ سے دو سال پیشتر ۵-۶ آدمیوں کے ہمراہ مکہ جاکر آنحضرتؐ سے بیعت کی تھی، ماں بھی مسلمان ہو چکی تھیں، انکا بھائی عبداللہ بن ابی مرجع کفر ونفاق تھا، لیکن بہن دودمان صداقت و راستی کا سراج منیر ہوئی تھیں، حضرت رفاعہؓ اسی مبارک خاندان میں پلے تھے، عقبۂ ثانیہ میں اپنے باپ کیساتھ، مکہ جاکر آنحضرتؐ کے دست مبارک پر بیعت کی، اور دولت ایمان سے بہرہ یاب ہو کر مدینہ واپس ہوئے،

غزوات | تمام غزوات میں شرکت کی، بدر کی شمولیت صحیح بخاری سے ثابت ہے۔[1]

[1] کتاب مذکور ص ۵۶۹ ج ۲،

غزوۂ احد، خندق، بیعت الرضوان اور تمام اہم واقعات، آنحضرتؐ کے ساتھ مشاہدہ کئے،

دیگر حالات

جنگ جمل اور صفین میں جناب امیر علیہ السلام کے ہمرکاب تھے، جنگ جمل، جناب امیرؑ کی پہلی لڑائی ہے، حضرت عائشہؓ، طلحہؓ، اور زبیرؓ کی باہمی شرکت نے معاملہ کو نازک تر بنا دیا تھا، ام الفضل بنت حارث (حضرت عباسؓ عم رسول اللہؐ کی بیوی)، کا مکہ سے خط پہونچا، کہ طلحہؓ اور زبیرؓ بصرہ گئے ہیں تو حضرت علی علیہ السلام نہایت غمزدہ ہوئے، اور فرمایا ان سے تعجب ہے، آنحضرتؐ کا انتقال ہوا تو، ہم اہل بیت نبوت ہونے کی وجہ سے خلافت کا سب سے زیادہ اپنے کو مستحق سمجھتے تھے، ہماری قوم کے لوگوں نے دوسروں کو خلیفہ بنایا، ہم فتنہ وفساد کے خوف سے چپ ہو رہے، اور صبر کیا، خدا کا شکر ہے کہ اسکا نتیجہ نہایت اچھا رہا ہے، اس کے بعد لوگوں نے عثمانؓ پر خروج کر کے، ان کو قتل کیا اور مجھ سے بلا جبر واکراہ بیعت کی جس میں طلحہؓ اور زبیرؓ بھی شریک تھے، ابھی ایک مہینہ بھی نہیں گذرا کہ ان کے بصرہ، لشکر لیجانے کی خبر پہونچ رہی ہے، اے خدا! تو اس فتنہ وفساد کو دیکھ،

رفاعہ بن رافعؓ اس تقریر کو سن رہے تھے بولے، یا امیر المؤمنین! جب رسول اللہؐ نے وفات پائی تو ہم اپنے مرتبہ ونیز نصرت دین کے لحاظ سے اپنے کو خلافت کے لئے سب سے زیادہ موزوں جانتے تھے، آپ لوگوں نے رسول اللہؐ سے اپنے قریبی تعلقات اور سبقت ایمانی اور ہجرت جیسی فضیلتیں بیان کر کے، ہم سے اس حق کو منوایا، ہم نے یہ خیال کر کے کہ حق پر عمل ہو رہا ہے، کتاب وسنت قائم ہیں، آپ لوگوں کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا، اور خلافت قریش کے سپرد کر دی، اور ہمیں یہی کرنا چاہئے تھا، اب دیکھتا ہوں کہ آپ سے، نہ بیعت کرنے سے کچھ لوگ مقابلہ میں کھڑے ہو گئے ہیں، جن سے یقیناً آپ افضل اور ہماری نگاہ میں پسندیدہ تر ہیں، اب فرمائیے! جناب کا کیا ارشاد ہے؟ ہم لوگ صرف حکم کے منتظر ہیں

رفاعہؓ کی تقریر ختم ہوئی تو حجاج بن غزیہ انصاری نے بڑھ کر کہا، یا امیر المؤمنین! اس کا ابھی فیصلہ کر لیجئے، میں اس راہ میں جان تک دینے کے لئے تیار ہوں، اس کے بعد انصار کو مخاطب کیا،

کہ امیر المؤمنین کی اب مدد کرو، جس طرح پہلے رسول اللہ صلعم کی مدد کر چکے ہو، یہ اخیر اس پہلے سے بالکل مشابہ ہے اگرچہ پہلا افضل واشرف تھا،

جناب امیرؓ ان تقریرون کے بعد ایک لشکر لیکر عراق روانہ ہو گئے، رفاعہؓ بھی ہمراہ رکاب ہوئے،

وفات | سنہ ۴۱ھ یا سنہ ۴۲ھ مین وفات پائی، یہ امیر معاویہ کی حکومت کا ابتدائی زمانہ تھا،

اولاد | دو لڑکے چھوڑے، معاذ اور عبید،

فضل وکمال | حضرت رفاعہؓ سے بہت سی حدیثیں مروی ہین، صحیحین مین چند احادیث ہین، جن مین سے ۳ مین امام بخاریؒ منفرد ہین،

حضرت رفاعہؓ نے آنحضرت صلعم کے ماسوا حضرت ابو بکرؓ اور عبادہؓ بن صامت سے بھی حدیث سنی تھی، راویون مین یحییٰ بن خالد (برادر زادہ) علی بن یحییٰ، معاذ، اور عبید (بیٹے) ہین،

حضرت رافع بن خدیجؓ

نام ونسب | رافع نام، ابو عبد اللہ کنیت، قبیلۂ اوس سے ہین، سلسلۂ نسب یہ ہے، رافع بن خدیج بن رافع بن عدی بن زید بن جشم بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، والدہ کا نام حلیمہ بنت عروہ بن مسعود بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ ہے،

قبیلۂ اوس مین عبد الاشہل اور حارثہ دو برابر کی طاقتین تھین، چنانچہ جنگ وجدل کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا، اسید بن حضیر کے دادا سماک بن رافع کو انھیں لوگون نے ایک معرکہ مین قتل کیا تھا، اور انکے خاندان کو شہر بدر کر دیا تھا، حضیر بن سماک نے بنو حارثہ کا محاصرہ کرکے اپنے باپ کا انتقام لیا اور ان کو شکست دیکر خیبر مین جلاوطن کر دیا، چنانچہ بنو حارثہ ایک سال تک خیبر مین سکونت پذیر رہے، اس کے بعد

حضیر کو رحم آیا اور مدینہ میں بود و باش کرنے کی اجازت دی،

حضرت رافعؓ کے آبا و اجداد بنو حارثہ کے رئیس اور سردار تھے، باپ اور چچا کے بعد یہ مسند، حضرت رافعؓ کے لئے خالی ہوئی، اور وہ تمام عمر اس پر متمکن رہے، لیکن چونکہ اسلام نے پست و بلند سب کو ایک کر دیا تھا، اور اس کے حقیقی رئیس جناب سرورِ کائناتؐ تھے، اس بنا پر حضرت رافعؓ کو رئیس کے بجائے رعیت کا رکن کہنا ہمارے نزدیک زیادہ موزون ہے،

اسلام — ہجرت کیوقت صغیر السن تھے، تاہم اسلام کا نغمہ، دل میں گھر کر چکا تھا، اس کے علاوہ ان کے دو چچا ظہیر اور مظہر بھی شرفِ ایمان حاصل کر چکے تھے،

غزوات — غزوۂ بدر میں ۱۴ سال کا سن تھا، آنحضرت صلعم کے سامنے لڑائی میں شریک ہونے کے ارادہ سے حاضر ہوئے، آنحضرت صلعم نے کمسن خیال کر کے واپس کیا،

آنحضرت صلعم کے سامنے انصار کے لڑکے ہر سال پیش ہوتے تھے، دوسرے سال وہ بھی پیش ہوئے، اسوقت وہ پانزدہ سالہ تھے، شرکت کی اجازت ملی تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا،

سمرہ بن جندب ایک صحابی ہیں وہ بھی لڑکون کی جماعت میں تھے، اور ان کو آنحضرت صلعم نے چھوٹا سمجھا تھا، بولے کہ آپ نے انھیں اجازت دی اور مجھ کو چھوڑ دیا، حالانکہ کشتی میں، انھیں میں دے مارونگا، آنحضرت صلعم نے کہا بہتر ہے کشتی لڑو، سمرہ دیکھنے میں چھوٹے تھے لیکن طاقتور تھے، رافعؓ کو پچھاڑ دیا، آنحضرت صلعم نے ان کو بھی میدان کی اجازت دیدی[1]

ہم نے یہ روایت طبری سے لی ہے، اسماء الرجال کی کتابون میں بھی یہ واقعہ موجود ہے، لیکن ان میں رافعؓ کے نام کی تصریح نہیں[2]،

اس غزوہ میں ان کے سینہ پر ایک تیر لگا جو ہڈیون کو توڑ کر اندر گھس گیا، لوگون نے کھینچا تو نوک

---

[1] اسد الغابہ ص ۱۵۷ ج ۲ [2] الصابہ [3] طبری ص ۱۳۹۲ ج ۳،

اندر رہ گئی، آنحضرت نے فرمایا کہ مین تمھاری نسبت قیامت مین شہادت دونگا،،

غزوۂ خندق اور اکثر معرکون میں شامل رہے

معرکۂ صفین مین جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ تھے،

وفات | تیر کی نوک جو اندر رہ گئی تھی موت کا وہی باعث ہوئی، زخم پھٹا اور اسی صدمہ سے جان بحق تسلیم ہوئے، نہلانے مین عصر کا وقت آگیا، ابن عمرؓ نے کہا کہ مغرب سے پیشتر نماز جنازہ پڑھ لینی چاہئے، جنازہ کفنا کر باہر لایا گیا، اور اس پر سرخ چادر ڈالی گئی[1]، حضرت ابن عمرؓ نے نماز پڑھائی، جنازہ کے ساتھ آدمیوں کی کثرت تھی، عورتین بین کرتی اور چیختی ہوئی نکلین، ابن عمرؓ نے کہا خدا کے لئے ان کے حال پر رحم کرو، یہ بیچارے عذاب الٰہی برداشت نہ کرسکین گے،

وفات کے وقت ۷۰ برس کا سن تھا، سنہ وفات مین اختلاف ہے، امام بخاریؒ نے تاریخ اوسط مین لکھا ہے کہ امیر معاویہ کے زمانہ مین انتقال کیا، باقی مورخین کی رائے ہے کہ ۷۴ھ کی ابتدا تھی اور عبد الملک بن مروان سریر خلافت پر جلوہ فرما تھا،

ترکہ مین حسب ذیل چیزین چھوڑین،

لونڈی، غلام، اونٹ، زمین[2]

حلیہ | مفصل حلیہ معلوم نہیں، اتنا علم ہے کہ مونچھ باریک رکھتے تھے، اور زرد خضاب لگاتے تھے،

اہل و عیال | حسب ذیل اولاد چھوڑی، عبد اللہ، رفاعہ، عبد الرحمن، عبید اللہ، سہل، عبید، ان مین اول الذکر اپنی مسجد کے امام تھے، عبید ام ولد سے تولد ہوئے تھے، باقی لڑکے دو بیبیون سے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہین،

لبنیٰ بنت قترہ بن علقمہ بن علاثہ، اسماء بنت زیاد بن طرفہ بن معاذ بن حارث بن مالک بن

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۱۹۳ ج ۴، [2] ایضا

نمر بن قاسط بن ربیعہ؟

ان لوگون کی اولاد مدینہ اور بغداد مین سکونت پذیر تھی،

فضل وکمال حدیث کی کتابون میں ان کے سلسلہ سے ۸۷ روایتین منقول ہین، راویون مین صحابہ اور تابعین دونون گروہ کے لوگ شامل ہین، جن کے نام یہ ہین،

ابن عمرؓ، محمود بن لبیدؓ، سائب بن یزید، اسید بن ظہیر، مجاہد، عطاء، شعبی، عبایہ بن رفاعہ، عمرہ بنت عبدالرحمن، سعید بن مسیب، نافع بن جبیر، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، ابوالنجاشی، سلیمان بن یسار، ربیعی، عثمان بن سہل، ہریر بن عبدالرحمن، یحییٰ بن اسحاق، ثابت بن انس بن ظہیر، حنظلہ بن قیس، نافع، واسع بن حبان، محمد بن یحییٰ بن حبان، عبیداللہ بن عمرو بن عثمان،

اخلاق امر بالمعروف اور اطاعت رسول، معدن اخلاق کے نہایت تابناک جواہر پارے ہیں،

امر بالمعروف کا یہ عالم تھا کہ نعمان انصاری کے غلام نے چھوہارے کا ایک چھوٹا سا درخت کسی کے باغ سے اکھیڑ دیا، مروان کی عدالت مین مقدمہ پیش ہوا، اور اس نے چوری کا جرم عائد کرکے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کردیا تو، رافعؓ نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ پھل مین قطع ید نہیں[1]

عبداللہ بن عمرؓ اپنی زمین کرایہ پر اٹھا دیتے تھے، آنحضرت صلعم حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور امیر معاویہ کے ابتدائی زمانہ خلافت مین یہی کرتے رہے، بعد میں خبر ملی کہ آنحضرت صلعم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور رافعؓ کے پاس حدیث ہے، نافع کو لیکر حضرت رافعؓ کے پاس گئے اور حدیث سنی، اس کے بعد کرایہ لینا چھوڑ دیا، یہ مسلم کی روایت ہے، مسند مین ہے کہ خود رافعؓ نے انکو یہ حدیث سنائی تھی[2]،

مروان نے ایک مرتبہ خطبہ دیا جس مین کہا، کہ مکہ حرم ہے، رافع موجود تھے پکار کر کہا اگر مکہ حرم ہے تو مدینہ بھی حرم ہے اور اسکو رسول اللہؐ نے حرم قرار دیا ہے، میرے پاس حدیث لکھی ہوئی موجود ہے، اگر چاہو

[1] مسند ابن حنبل ص ۴۶۴، ج ۳، [2] صحیح مسلم ص ۱۵ ج ۲ و مسند ۴۶۳ ج ۳،

تو دکھا سکتا ہوں، مروان نے جواب دیا ہاں وہ حدیث میں نے سنی ہے[۱]،

اطاعت رسول کے لئے واقعات ذیل کافی ہیں،

ایک مرتبہ ان کے چچا ظہیر نے آکر بیان کیا کہ آج آنحضرتؐ نے ایک چیز کی ممانعت فرمائی ہے حالانکہ ہملوگونکو اس سے کچھ آسانی تھی، رافعؓ نے جواب دیا، عم محترم! جو کچھ رسول اللہ نے فرمایا وہی حق ہے[۲]،

آنحضرتؐ کیساتھ کسی سفر میں تھے، ایک مقام پر قیام ہوا، سب نے اونٹوں کو مع کجاوہ چرنے کے لئے چھوڑ دیا، اور آنحضرت صلعم کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ نظر اٹھی تو سرخ دھاری دار کمبل کجاوہ پر پڑے تھے، آپ نے ان کو برا سمجھا تو سب نے اٹھ اٹھ کر کمبل سامنے سے ہٹادئے[۳]، کیا عجیب بات ہے، جس چیز کو آنحضرت صلعم نے ناپسند کیا تھا، اسی کو حضرت رافعؓ کے جنازہ پر ڈالا گیا، تمام لوگ اس واقعہ پر متعجب تھے،

ایک روز بیوی سے ہم بستر تھے، عین اسی حالت میں رسول اللہ نے آواز دی، فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور غسل کرکے باہر نکل آئے[۴]،

حضرت رویفع بن ثابتؓ

نام ونسب رویفع نام، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، رویفع بن ثابت بن سکن بن عدی بن حارثہ،

غزوۂ حنین میں شریک تھے[۵]،

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مصر کی سکونت اختیار کی، اور وہاں ایک مکان بنایا[۶]

۱ مسند ص ۱۴۱ ج ۴، ۲ مسلم ص ۱۶ ج ۱، ۳ مسند ص ۶۳ ج ۳، ۴ مسند ص ۱۴۳ ج ۴، ۵ مسند ابن حنبل ص ۸ ج ۴، ۶ اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۸۲

امارت طرابلس سنہ ۴۷ھ میں امیر معاویہ نے ان کو طرابلس کا حاکم بنا کر مغرب بھیجا، برقہ صدر مقام تھا۔ اسی میں قیام پذیر ہوئے۔

ایک سال کے بعد (سنہ ۴۸ھ) حضرت مسلمہ بن مخلد والیِ مصر و طرابلس نے افریقیہ (ٹونس و الجزائر و مراکش) پر فوج کشی کی، تو رویفع کو اس مہم کے لئے مامور کیا، انھوں نے بہت سی فتوحات کین، اور موجودہ جغرافیہ کے رو سے حدود ٹیونس کے اندر پہونچکر قابس کے قریب جربہ نام ایک مقام فتح کیا، اور ایک تقریر کی جس مین لونڈیون مالِ غنیمت، سواری اور دیگر ضروری باتون کے متعلق ہدایت تھی[1]، اسی سال کے اندر سالماً و غانماً دار الحکومت مین واپس آئے[2]،

حضرت مسلمہؓ نے خراج کا محکمہ ان کے سپرد کرنا چاہا، لیکن انھون نے اس بنا پر انکار کیا کہ آنحضرتؐ فرما چکے تھے، کہ حاکم خراج جنت مین داخل نہ ہوگا[3]

تقریباً ۱۰ برس تک اپنا فرض منصبی انجام دیتے رہے،

وفات سنہ ۵۶ھ مین پیام اجل پہونچا، برقہ مین وفات پائی اور وہین مدفون ہوئے[4]،

فضل و کمال ان کے سلسلہ سے ۸ روائتین مروی ہین، بیان حدیث مین سخت محتاط تھے، ایک مرتبہ مجمع عام مین ایک حدیث بیان کی تو فرمایا،

ایہا الناس انی لا اقول فیکم الا ما سمعت رسول اللہ صلعم یقول (مسند	لوگو تم کو مین وہ باتین سناتا ہون جن کو آنحضرتؐ نے ہم کو سنایا تھا،

ص ۱۰۸ ج ۴)

راویون مین حنش صنعانی، وفاء بن شریح، شیم بن بیتان، شیبان قتبانی، ابو الخیر مرثد، بشر بن عبید اللہ حضرمی، ابو مرزوق، وغیرہ تھے، جو ان کے ساتھ برقہ اور جنگ افریقیہ مین شریک رہے تھے،

[1] مسند ص ۸ ج ۴، [2] استیعاب ص ۱۸۱ ج ۱، [3] مسند ص ۹ ج ۴ [4] اسد الغابہ ص ۱۹۱ ج ۲،

اخلاق | صحبتِ رسولؐ کا اثر ہر جگہ پر نمایان رہتا تھا، غزوۂ مغرب مین متعدد مقامات پر خطبے دینے کا اتفاق ہوا، ان مین کتاب و سنّت کی تمام لوگون کو دعوت دی،

اوامر و نواہی کے امتثال و اجتناب کا خاص اہتمام رہتا تھا، کہ حاکم اسلام کے لئے یہ سب سے زیادہ ضروری فریضہ ہے، حضرت رویفعؓ کے اجتناب عن المنہیات کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے، کہ محض ایک تہدیدی حدیث کی بدولت صاحبِ خراج کی خدمت قبول نہ فرمائی،

"ز"

حضرت زید بن ارقمؓ

نام و نسب — زید نام، ابو عمرو کنیت، قبیلۂ حارث بن خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، زید بن ارقم بن زید بن قیس بن نعمان بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر،

والد نے صغر سنی ہی میں انتقال کیا تھا حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، اور ان کے رشتہ میں چچا ہوتے تھے، انھوں نے اپنے ظلِ عاطفت میں لیا، اور ان کی پرورش و پرداخت کی،

اسلام — چچا (ابن رواحہؓ) عقبہ میں بیعت کر چکے تھے، ان کے ایمان لانے کا وہی سبب بنے،

غزوات اور دیگر حالات — احد میں صغیر السن تھے، آنحضرت صلعم نے غزوہ کے قصد سے باز رکھا، خندق کے معرکہ میں شریک ہوئے، اور پھر تمام غزوات اور واقعات میں شرکت کی صحیح بخاری میں ان سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ۱۹ غزوے کئے جن میں سے میں ۱۷ میں شریک تھا[1]،

غزوۂ موتہ میں اپنے چچا کے ساتھ گئے تھے، انھوں نے چند اشعار کہے، جن میں اپنی شہادت کی تمنا ظاہر کی، دونوں ایک ہی اونٹ پر سوار تھے، عبداللہ نے شعر پڑھے تو زید نے رونا شروع کیا، انھوں نے دُرّہ اٹھایا کہ تمھارا کیا حرج ہے مجھے شہادت نصیب ہوگی،

خلفائے راشدین میں حضرت امیر علیہ السلام سے دوستانہ مراسم تھے، غزوۂ صفین واقع ہوا تو جناب امیرؑ کی طرف سے معرکۂ کارزار میں پہونچے،

کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور بنو کندہ کے محلہ میں مکان بنایا تھا[2]،

---

[1] کتاب مذکور ص ۵۶۳ ج ۲، [2] طبقات ابن سعد ص ۱۰ ج ۶

وفات | ۷۶ھ میں کوفہ میں انتقال فرمایا، یہ مختار بن ابی عبید ثقفی کا دورِ امارت تھا،

فضل و کمال | حضرت زیدؓ اپنے زمانہ میں مرجعِ علم و فضل تھے، لوگ دور دور سے استفادہ کے لئے آتے تھے، ایک شخص اقصائے فسطاس سے مسئلہ پوچھنے آیا تھا،[1]

کہیں جاتے تو راویانِ حدیث اور سوال کرنے والے حاضرِ خدمت ہوتے، بصرہ یا مکہ گئے، تو حضرت عباسؓ نے درخواست کی کہ فلاں حدیث جس کو آپ نے روایت کیا تھا، اس کے سننے کا پھر خواہش مند ہوں[2]

زیادہ درخواست ہوتی تو صاف انکار کر دیتے،

چند آدمی سماعِ حدیث کے لئے حاضرِ خدمت ہوئے، پہلے ان کی تعریف و توصیف کی کہ اللہ نے آپ کو بڑی فضیلت عطا فرمائی ہے، آپ نے آنحضرتؐ کا جمالِ باکمال دیکھا، حدیث سنی، غزوے کئے، نمازیں پڑھیں، اس سے بڑھ کر اور کیا شرف ہو سکتا ہے، فرمایا برادر زادے! میں بوڑھا ہوا، وہ زمانہ گذر چکا، بہت سی باتیں خواب و خیال ہو گئیں، حافظہ کا بڑا سرمایہ نسیان و سہو کے نذر ہو گیا، اس لئے جو حدیث خود بیان کر دوں، اس کو سن لیا کرو، باقی روایت کی تکلیف دینا تو یہ مناسب نہیں[3]،

بیان حدیث میں خاص احتیاط مدنظر تھی،

عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں "کنا اذا جئناہ قلنا حدثنا عن رسول اللہ صلعم قال انا قد کبرنا و نسینا والحدیث عن رسول اللہ شدید[4]"، یعنی ہم حدیث کی درخواست کرتے تو جواب ملتا کہ میں بڈھا ہوا اور بھول گیا، رسول اللہؐ کی حدیث بیان کرنا بڑا کام ہے،

عبید اللہ بن زیاد کو حوض کوثر کے نسبت شبہ تھا، بلا کر کہا تم بہت سی ایسی باتیں بیان کرتے ہو جن کا قرآن میں کہیں پتہ نہیں، مثلاً حوض کا قصہ، فرمایا کیا خوب! اسے تو خود رسول اللہؐ نے بیان کیا تھا، بولا تڑے

---

[1] مسند ص ۲، ۳ ج ۴، [2] مسند ص ۳۶۷، [3] مسند ص ۳۶۶، [4] مسند ص ۳۷۰،

میاں! جھوٹ سے کیا فائدہ، اب تم سٹھیا گئے ہو، جواب دیا میں رسول اللہؐ کی طرف جھوٹ منسوب کرونگا، حالانکہ اس کی وعید اپنے کانوں سے سن چکا ہوں [۱]،

عطیہ عوفی نے آکر کہا کہ آپ نے میرے داماد سے فلاں حدیث بیان کی تھی، میں اس ارادہ سے حاضر ہوا کہ خود اس کو چلکر سنوں، انھوں نے حدیث بیان کی، عطیہ بولے اور یہ بھی فقرہ تھا؟ فرمایا اما انا احدثک کما سمعت [۲] بھائی میں نے جو کچھ سنا تھا تم سے بیان کردیا،

حدیثوں کے علاوہ جو دعائیں آنحضرت صلعم سے سنی تھیں اور یاد تھیں لوگوں کو بتلاتے تھے، ایک مرتبہ کہا کان رسول اللہ یعلمنا ھن ونحن نعلمکموھن [۳] یعنی آنحضرت صلعم ہم کو سکھلاتے تھے ہم تمکو سکھلاتے ہیں۔

روایتوں کی تعداد (۹۰) ہے، آنحضرت اور حضرت علیؓ سے حدیثیں سنیں،

راویوں میں حضرت انسؓ بن مالک (کتاب سے روایت کرتے تھے)، عبد اللہ بن عباسؓ، ابو الطفیلؓ ابوعثمان نہدی، عبد الرحمن بن ابی لیلی، عبد خیر ہمدانی، طاؤس، نضر بن انس، ابو عمر شیبانی، ابو المنہال عبد الرحمن بن مطعم، ابو اسحاق سبیعی، محمد بن کعب قرظی، ابو حمزہ طلحہ بن یزید، عبد اللہ بن حارث بصری، قاسم بن عوف، یزید بن حیان، زیادہ مشہور ہیں،

اخلاق و عادات، اسلام کی روحانی تربیت کا اثر، زندگی مطہر کے تمام شعبوں سے نمایاں ہے، جوشِ ملی کا نظارہ حسب ذیل واقعہ سے کرنا چاہئے،

ایک غزوہ میں کہ نہایت عسرت و تنگی کے زمانہ میں پیش آیا تھا، اپنے چچا کے ساتھ تھے، عبد اللہ بن ابی سرگروہ منافقین اپنی جماعت سے کہہ رہا تھا، کہ مہاجرین کی مدد بالکل بند کردو، تنگ آکر خودبخود مدینہ سے چلے جائیں گے، اور میں یہاں سے چلکر ذلیل لوگوں کو شہر بدر کردونگا، یہ جملے ان کو

---

[۱] مسند ص ۳۶۷، [۲] مسند ص ۳۶۸، [۳] مسند ص ۳۷۱

نہایت ناگوار گذرے، باوجود یہ کہ انکا ہم قبیلہ اور رئیس خزرج تھا، اپنے چچا سے شکایت کی، ان کی غیرت ایمانی نے واقعہ کو رسول اللہؐ تک پہونچایا، آپ نے زید اور ابن ابی کو بلاکر دریافت فرمایا، وہ اپنی جماعت کیساتھ آیا، اور قسم کھائی کہ مین نے کچھ نہین کہا، ابن ارقم جھوٹ بولتے ہین، اس پر تمام انصار نے زید بن ارقم کو ملامت کی، کہ رسول اللہؐ سے جھوٹ بیان کیا، ان کے چچا بھی انصار کے ہم نوا ہو گئے، کہ مفت مین رسول اللہ کو ناراض کرلیا، حضرت زید کو سخت افسوس ہوا گھر مین جاکر بیٹھ رہے، اسی حالت مین نیند آگئی، ابھی بیدار نہ ہوئے تھے کہ آنحضرت پر سورۂ منافقون کی آیتین نازل ہوئین جن مین ان کی تصدیق اور منافقین کا سارا حال مذکور تھا، آپ نے آدمی بھیجا کہ زید کو بلالاؤ، خدمت اقدس مین پہونچے، تو آیتین سناکر ارشاد ہوا کہ ان اللہ قد صدقک یا زید، اے زید! خدا نے تمھاری تصدیق فرمائی،[1]

امر بالمعروف فرائض مین داخل تھا،

مسجد قبا مین کچھ لوگ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے، ادھر سے گذرے تو فرمایا شاید ان کو معلوم نہین کہ وہ اس کا اس سے بہتر ایک وقت ہے، اور وہ جب ہے کہ گرمی کی شدت سے تلوے جلنے لگین[2]

مغیرہ بن شعبہ نے جناب امیر علیہ السلام کی شان مین ناملائم الفاظ استعمال کئے، تو انھون نے کہا کہ آنحضرت صلعم مردون کو برا کہنے سے منع کیا کرتے تھے، علیؓ کا انتقال ہوچکا، اب ان کو بُرا کیون کہتے ہو،[3]

سنت نبوی کے متبع تھے،

جنازہ پر عموماً ۴ تکبیرین کہا کرتے تھے، ایک مرتبہ ۵ کہین، ایک شخص نے ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ سہو تو نہین ہوا، فرمایا یہ بھی آنحضرت صلعم کی سنت ہے، مین کیونکر چھوڑ دیتا،[4]

آنحضرت صلعم سے نہایت محبت تھی، اسکا ثبوت فدائیت کی صورت مین غزوات میں گذر

---

[1] صحیح بخاری ص ۷۲۷ و ۷۲۸ ج ۲، [2] مسند ص ۳۶۷، [3] مسند ص ۳۶۹، [4] مسند ص ۳۶۸ و ۳۷۰،

چکا، آنحضرتؐ بھی ان سے محبت کرتے تھے،

ایک مرتبہ آنکھین درد اٹھا، تو خود عیادت کو تشریف لائے، اچھے ہو کر باہر نکلے تو پوچھا کیون ابن ارقم! اگر یہ درد باقی رہجاتا تو کیا کرتے، عرض کی صبر کرتا، اور اجر کا امیدوار رہتا، فرمایا اگر ایسا کرتے تو خدا کے سامنے بے گناہ جاتے،[۱]

مصیبت و بلا مین لوگون کے ہمدرد و غمگسار رہتے تھے،

حرہ کے واقعہ مین حضرت انسؓ کا ایک لڑکا اور اعزہ مارے گئے تو تعزیت کا ایک خط لکھا، اس مین لکھتے ہین کہ "مین تم کو خدا کی ایک بشارت سناتا ہون، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ خدایا! انصار، انکی اولاد، اولاد در اولاد، ان کی عورتین اور ان کی تمام اولاد کی مغفرت فرما،"[۲]

معاصرین سے بخندہ پیشانی ملتے اور حقد و حسد سے بالکل بری تھے،

ابو المنہال بیع صرف کے متعلق دریافت کرنے آئے، تو فرمایا براءؓ سے پوچھو، وہ مجھ سے بہتر اور زیادہ عالم ہین، براءؓ بن عازب کے پاس گئے تو انھون نے کہا کہ اس کی تصدیق زید سے کرلینا وہ مجھ سے بہتر اور زیادہ جاننے والے ہین،[۳]

امراء اور حکام سے ملتے رہتے تھے،

مختار بن عبید ثقفی سے دوستانہ مراسم تھے، اور اس کے مکان پر آتے جاتے تھے،[۴]

عہد نبوت مین تجارت پر بسر اوقات تھی،[۵]

---

[۱] مسند ص ۵ ۳۷، [۲] مسند ص ۰ ۳۷، [۳] مسند ص ۱ ۳۷، [۴] مسند ص ۱ ۳۷، [۵] مسند ص ۲ ۳۷،

حضرت زیدؓ بن ثابت

نام ونسب اور ابتدائی حالات

زید نام، ابوسعید، ابوخارجہ، ابوعبدالرحمن کنیت، مقری، فرضی، کاتب الوحی، حبرالامۃ القاب، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار، والدہ کا نام نوار بنت مالک بن معاویہ بن عدی تھا جو حضرت انس بن مالکؓ کے خاندان سے متعلق تھین،

انصار مین اسلام سے پہلے جو لڑائیان ہوئی تھین اون مین یوم بعاث سب سے زیادہ مشہور ہے حضرت زیدؓ کے والد اسی لڑائی مین قتل ہوئے، یہ واقعہ ہجرت سے ۵ سال قبل کا ہے، اس وقت انکی عمر کل ۶ برس کی تھی،

حضرت زیدؓ والدہ کے ظلِّ عاطفت مین پرورش پاتے رہے، ۱۱ برس کے ہوئے، تو اسلام کی آواز کان مین پڑی، اگرچہ نہایت خوردسال تھے، لیکن ہوشیار اور عقلمند تھے، اس لئے اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے،

اسلام

اس زمانہ مین اسلام مدینہ مین مسافر کی حیثیت سے مقیم تھا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مبلغ اسلام، توحید و رسالت کا وعظ کہہ رہے تھے، حضرت زیدؓ نے اسی زمانہ مین اسلام قبول کیا، کسی انسان کا اگر بلوغ سے قبل ایمان لانا باعث فخر ومباہات ہو سکتا ہے، تو حضرت زیدؓ نے گیارہ سال کی عمر مین یہ فخر حاصل کیا،

غزوات اور عام حالات

حضرت زیدؓ نے مسلمان ہوتے ہی قرآن پڑھنا شروع کیا، اس بناء پر لوگ ان کو نہایت عزت کی نظر سے دیکھتے تھے، کیونکہ عرب مین اس صغرسنی مین بالکل غیر معمولی واقعہ تھا

جب آنحضرتؐ مدینہ تشریف لائے تو یہ ۱۷ سورتون کے حافظ ہوچکے تھے، لوگ ان کو آپ کی خدمت مین لے گئے، اور کہا کہ یہ بنی نجار سے ہین اور ۱۷ سورتین پڑھ چکے ہین، آنحضرتؐ بہت خوش ہوئے زیدؓ نے قرآن سنایا تو آپ کو بڑا تعجب ہوا،

ابھی حضرت زیدؓ کا سن ۱۳ سال کا تھا کہ غزوۂ بدر پیش آیا، جوشِ مذہب عجب چیز ہے، انصار و مہاجرین کا مجمع جب میدانِ جنگ کو روانہ ہوا تو یہ ۱۳ برس کا بچہ بھی لڑائی کا عزم بالجزم کر چکا تھا، رسول اللہ کے روبرو بچون کی ایک جماعت پیش ہوئی جو سراپا جوش تھی، آنحضرتؐ نے ان کی کم سنی پر نظر فرما کر واپس کر دیا،

غزوۂ احد کی شرکت کے متعلق بھی اختلاف ہے، بعض کا خیال ہے کہ غزوۂ خندق جو ۵ھ مین واقع ہوا تھا، حضرت زیدؓ کا پہلا غزوہ تھا، اس وقت انکا سن ۱۶ سال کا تھا، جو جہاد کا فرض ادا کرنے کے لئے پہلی ضروری شرط تھی،

غزوۂ خندق مین وہ آنحضرت صلعم کے ہمراہ نہایت جوش و خروش سے معرکۂ کارزار مین موجود تھے مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی، تاکہ کفار شہر پر حملہ آور نہ ہوسکین، خندق کھودنے والے خود صحابۂ کرام تھے، جن مین حضرت زیدؓ بھی شریک تھے، اور مٹی نکال کر باہر لاتے تھے، آنحضرت صلعم کی نظر پڑی تو فرمایا کیسا اچھا لڑکا ہے؟ اس غزوہ مین حضرت زیدؓ کو نیند آرہی تھی، عمارہ بن حزم نے دیکھا تو مذاق سے ان کے ہتھیار اتار لئے، زید کو خبر تک نہ ہوئی، آنحضرتؐ پاس تھے، مزاحاً فرمایا، یا ابا رقاد! یعنی اے نیند کے باپ اٹھ! اس کے بعد لوگون کو منع کیا کہ اس قسم کا مذاق نہ کیا کرین،

غزوۂ تبوک مین حضرت زیدؓ اپنے قبیلہ مالک بن نجار کا علم لئے تھے، پیشتر عمارہ بن حزم کے ہاتھ مین جھنڈا تھا، بعد مین آنحضرت صلعم نے ان سے لیکر زید کو عطا فرمایا، عمارہؓ نے کہا یا رسول اللہ مجھ سے کون سی خطا ہوئی؟ آپ نے فرمایا کچھ نہیں، مجھے قرآن کا لحاظ مد نظر ہے، اور زید تم سے زیادہ

قرآن پڑھ چکے ہین

جنگ یمامہ جو حضرت ابوبکرؓ کے عہد مبارک مین مسیلمہ کذاب سے ہوئی تھی، حضرت زیدؓ شامل تھے ان کے ایک تیر لگا تھا تاہم جسم کو کوئی صدمہ نہین پہونچا،

اعمال عظیمہ

انسان فانی ہے، اس کے حرکات وسکنات فانی ہین، لیکن اس کے اعمال صالحہ غیر فانی ہین،

حضرت زید بن ثابتؓ کی عظیم الشان زندگی، اعمال صالحہ کا ایک مجموعہ ہے، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے،

قرآن مجید اسلام کا اصل الاصول ہے لیکن اُس کے جمع کرنے کا فخر جس مقدس انسان کو حاصل ہوا وہ حضرت زید بن ثابت انصاری کاتب الوحی ہین،

آنحضرتؐ کے زمانہ تک قرآن مجید، ہڈی، کھال، کھجور کی شاخ اور مسلمانون کے دلون مین محفوظ تھا صحابہ مین بہت سے بزرگ تھے، جنکو حفظِ قرآن کا ابتداءہی سے شوق پیدا ہوگیا تھا، اور وہ قرآن کے حافظ ہو چکے تھے، حضرت زیدؓ بھی انھین لوگون مین تھے،

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد عرب کا ایک گروہ مرتد ہوکر مسیلمہ کذاب سے مل گیا، جس نے یمامہ مین نبوت کا دعوی کیا تھا حضرت ابوبکرؓ نے اوس پر فوج کشی کی، اور مسیلمہ شکست کھا کر مارا گیا، لیکن اس غزوہ مین ۷۰ حفاظ نے جام شہادت پیا، اس بناء پر حضرت عمرؓ کو قرآن جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا قرآن جمع کیجئے ورنہ ڈرتا ہون کہ حفاظ کی شہادت کی یہی حالت رہی تو قرآن کا بڑا حصّہ ضائع ہو جائیگا حضرت ابوبکرؓ نے منظور کیا اور حضرت زیدؓ کو بلا کر کہا کہ تم عقلمند اور جوان آدمی ہو، تمھاری طرف سے سب کو اطمینان ہے، کیونکہ تم نے رسول اللہؐ کے زمانہ مین وحی لکھی تھی، بہتر یہ ہے کہ تم ہی اس کام کو انجام دو، حضرت زیدؓ فرماتے ہین کہ یہ کام مجھ پر ایک پہاڑ سے بھی زیادہ گران تھا چنانچہ

حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ وہ کام کرنا چاہتے ہیں جس کو رسول اللہ صلعم نے نہیں کیا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، یہ سچ ہے، لیکن کار خیر میں کیا مضائقہ؟ حضرت زیدؓ اب بھی، اس پر کاربند ہونے سے معذور تھے، لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے مختلف پہلوؤں سے سمجھایا تو وہ اس اہم کام کے انجام دینے کے لئے آمادہ ہوئے،[1]

حضرت ابوبکرؓ نے اس کام کے لئے ان کیساتھ صحابہؓ کی ایک جماعت مامور کی، جن کی تعداد ۷۵ تک بیان کیجاتی ہے، اُبی بن کعب، اور سعید بن عاص بھی انہیں میں تھے، حضرت زیدؓ نے قرآن مجید کو جو کھجور کی شاخوں اور پتلے پتلے پتھروں پر لکھا ہوا تھا، جمع کیا، حفاظ سے قرآن سنا، اس کے ماسوا، وہ خود بھی حافظ قرآن تھے، اور رسول اللہؐ کے عہد میں قرآن جمع کر چکے تھے،

قرآن لکھنے کے درمیان میں بعض بعض موقعوں پر مباحثہ اور مذاکرہ کی نوبت آئی تھی، چنانچہ ایک مقام پر پہونچکر زیدؓ نے کہا کہ اس کے بعد یہ آیت (آیت رجم) میں نے رسول اللہؐ سے سُنی تھی، حضرت عمرؓ موجود تھے، انہوں نے اسکا جواب دیا کہ رسول اللہؐ نے اس کے لکھنے کا حکم نہیں دیا تھا،[2]

غرض اس کد و کاوش کیساتھ حضرت زیدؓ نے یہ کار اہم انجام دیا، تمام قرآن لکھ لیا گیا، مگر ایک آیت کے متعلق ثبوت نہ ملتا تھا، (ثبوت کا یہ طریقہ تھا کہ دو آدمی گواہی دیتے تھے[3])، وہ آیت ابو خزیمہ انصاری کے پاس تھی، انھوں نے پڑھی تو حضرت زیدؓ نے گواہی کی ضرورت نہ سمجھی کیونکہ آنحضرت صلعم نے ان کی شہادت دو آدمیوں کے برابر قرار دی تھی، اس کے ماسوا، حضرت زیدؓ کو وہ آیت خود بھی معلوم تھی،

قرآن مجید کا یہ نسخہ لکھ لیا گیا، تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کو اپنے پاس رکھا، ان کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے مکان میں موجود رہا[4]،

[1] مستدرج ۵ ص ۱۰۰ و بخاری ۷۴۵ ج ۲، [2] بجاڑی ص ۷۴۸ ج ۲، باب القراء و مسندہ ۱۰ ج ۵ [3] اصل الفاظ یہ ہیں بلیناعن عند رسول اللہ [4]

عہد صدیقی کے بعد عہد عثمانی میں جب اختلاف قرأت رونما ہوا، تو حضرت حذیفہ بن یمان نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ قبل اس کے کہ اسلام میں یہود و نصاریٰ جیسا اختلاف پیدا ہو، آپ اسکا جلد تدارک کردیں، حضرت عثمانؓ نے حضرت زیدؓ کا لکھا ہوا مصحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے طلب کیا، اور چار بزرگوں کو جن میں ایک زیدؓ بھی تھے، کتابت قرآن پر مامور کیا، ان بزرگوں نے مصحف صدیقی کی پانچ نقلیں کیں، حضرت عثمانؓ نے ان کو ممالک اسلامیہ میں بھجوا دیا، اور مصحف صدیقی کو حضرت حفصہؓ کے پاس باحتیاط واپس کیا، (بخاری باب جمع القرآن ص ۷۴۶)

آنحضرت صلعم اُمّی تھے، اس بنا پر وحی لکھنے کا کام صحابۂ کرام کے متعلق کر دیا تھا، چنانچہ متعدد صحابہ اس شرف سے بہرہ اندوز ہوتے تھے، جن میں حضرت زیدؓ بن ثابت کا نام نامی نہایت ممتاز تھا،

حضرت زیدؓ، قلم، دوات، کاغذ، چوڑی ہڈی یا پتلے پتلے پتھر لئے رسول اللہ کے پاس بیٹھے رہتے تھے جب وحی آتی، آپ بولتے اور وہ لکھتے جاتے تھے، کہیں پر گھٹانے بڑھانے کی ضرورت ہوتی تو آپ فرماتے زید تعمیل ارشاد کرتے تھے، چنانچہ ایک ایک آیت میں جب "غیر اولی الضرر" کے بڑھانے کی ضرورت ہوئی تو اسکو ہڈی کے شگاف کے پاس لکھا (ہڈی ایک جگہ سے شق تھی)[۱]،

اصلاح امت

رسول اللہ صلعم کے انتقال کے ساتھ ہی انصار میں خلافت کا مسئلہ پیش ہو گیا تھا، سقیفہ بنی ساعدہ میں تمام انصار جمع تھے، سعد بن عبادہ جو انصار کے سردار تھے، مجلس کے صدر نشین تھے انھیں کے انتخاب پر لوگوں کی تقریریں ہو رہی تھیں، اور انصار کا گروہ کثیر انھیں کی نسبت اپنی رائے کا اظہار کر رہا تھا، حضرت زید بن ثابت بھی جلسہ میں موجود تھے مگر وقت کے منتظر تھے، کیونکہ رجحان عام کے خلاف آواز بلند کرنا اس وقت کوئی آسان کام نہ تھا،

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابو عبیدہؓ، سقیفہ میں پہونچے، اور مہاجرین کی طرف سے

[۱] مسند ص ۱۹۱ ج ۵،

[۲] اتقان ج ۱ ص ۶۰ مطبوعہ مصر و مسند ج ۵ ص ۱۸۹ و ۱۸۲ (الی آخرہ)

صفحہ گذشتہ: تؤلف القرآن من الرقاع [۳] مسند ۱۸۳ ج ۵ [۴] فتح الباری ص ۱۲ ج ۹، [۵] بخاری ۷۴۶، باب جمع القرآن و مسند ج ۵ ص ۱۸۹

حضرت عمرؓ نے خلافت کی بحث شروع کی تو سب سے پہلے جن انصاری نے اُن کی تائید کی وہ حضرت زید بن ثابتؓ تھے، چنانچہ خطبا و انصار کی تقریرین ختم ہوئے پر حضرت زیدؓ کھڑے ہوئے اور ایک مختصر مگر پر معنی تقریر کی جسکا ایک فقرہ یہ تھا،

ان رسول اللہ صلعم کان من المھاجرین وانما الامام یکون من المھاجرین ونحن انصارہ کما کنا انصار رسول اللہ صلعم (مسند ج ۵ ص ۱۸۶)

یعنی رسول اللہؐ مہاجرین مین سے تھے، اس لئے امام کا بھی مہاجرین مین سے انتخاب ہونا چاہیئے، اور ہم اس کے انصار رہین گے جس طرح رسول اللہؐ کے انصار تھے،

یہ صدا اپنی قوم کی توقع کے خلاف اٹھی تھی، تاہم اُس کو کوئی دبا نہ سکتا تھا حضرت زیدؓ کی تقریر ختم ہوئی تو حضرت ابو بکرؓ نے کھڑے ہو کر تحسین کی، اور کہا خدا تم کو جزائے خیر دے، اگر اس کے علاوہ کوئی بات پیش کیجاتی تو غالباً ہم لوگ ماننے کے لئے تیار نہ ہوتے،[1] حضرت زیدؓ نے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور انصار سے کہا کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرو،

آنحضرتؐ مدینہ تشریف لائے تو سلاطین و والیان ملک کے نامے وقتاً فوقتاً موصول ہوتے تھے اور اکثر سریانی مین ہوتے تھے، مدینہ مین سریانی جاننے والے صرف یہود تھے، جن کو اسلام سے شدید بغض و عناد تھا، اس بناء پر مصلحت اور دور اندیشی کا تقاضا تھا کہ خود مسلمان اس زبان کو سیکھین،

زید بن ثابتؓ نہایت ذکی اور فطین تھے، سنہ ۴ ہجری مین آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے پاس لوگون کے خطوط آتے ہین جنکو مین کسی پر ظاہر نہین کرنا چاہتا، اس کے سوا مجھ کو یہود پر اطمینان بھی نہیں اسلئے بہتر یہ ہے کہ تم عبرانی سیکھ لو، چنانچہ حضرت زیدؓ نے ۱۵ دن مین عبرانی اور سریانی مین اسقدر مہارت پیدا کر لی کہ خطوط پڑھ لیتے اور جواب لکھ دیتے تھے،[2]

---

[1] مسند ۱۸۶ ج ۵ [2] مسند ۱۸۶ ج ۵،

اس لئے آنحضرت صلعم نے حضرت زیدؓ کو کتابت کے عہدہ پر سرفراز فرمایا، جس پر وہ آنحضرتؐ کی وفات تک فائز رہے
حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت مین بھی انکا یہ منصب بحال رہا، لیکن اب کام کی کثرت ہو گئی تھی، اس لئے معیقیب دوسی ان کے مددگار مقرر کئے گئے،

قضا! حکومت اسلامیہ کا ایک جلیل القدر منصب قضا ہے، جس کی بنا حضرت فاروقؓ کے عہد مین قائم ہوئی آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ تک اس محکمہ کا مستقل وجود نہ تھا، حضرت عمرؓ نے اس کی بنیاد قائم کی، اور حضرت زیدؓ کو مدینہ کا قاضی مقرر کیا، طبقات ابن سعد واخبار القضاۃ مین ہے،

ان عمر استعمل زیدا علی القضاء وفرض لہ رزقا، یعنی حضرت عمرؓ نے زیدؓ کو قاضی بنایا اور ان کی تنخواہ مقرر کی،

اسوقت تک قاضی کے لئے عدالت خانہ تعمیر نہین ہوا تھا، اس لئے زید کا گھر دار القضا کا کام دیتا تھا، مکان فرش سے آراستہ تھا، جس کے صدر مین حضرت زیدؓ فیصلہ کے وقت متمکن ہوتے تھے، دار الخلافت اور تمام قرب وجوار کے مقدمات حضرت زیدؓ کے پاس آتے تھے، یہان تک کہ خود خلیفۂ وقت (حضرت عمرؓ) پر بھی یہان دعوی داخل کئے جاتے تھے، اور اس کا فیصلہ بھی یہیں ہوتا تھا،

حضرت عمرؓ اور حضرت ابیؓ بن کعب مین کچھ نزاع ہوئی، تو مقدمہ اسی عدالت مین دائر ہوا، حضرت عمرؓ مدعا علیہ کی حیثیت سے حاضر ہوئے، حضرت زیدؓ نے جیسا کہ آج بھی امراء و رؤساء کو کرسی دینے کا دستور ہے

لہ، بعض لوگون کا خیال ہے کہ قضا حضرت عثمانؓ کی ایجاد ہے، لیکن یہ صحیح نہیں حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے [illegible] عہد مین محکمہ قضا کو وجود کا لباس پہنا دیا تھا، چنانچہ یزید بن اخت النمر کو محکمہ قضا کے چند چھوٹے چھوٹے کام سپرد کئے تھے (۵۷) کنز العمال بحوالہ طبقات ابن سعد جلد ۳) اس کے ماسوا بعض راویتون کے بموجب حضرت علیؓ کو بھی قضا کا کچھ کاروبار تفویض کیا تھا، کنز بحوالہ جامع عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۷۵،

حضرت عمرؓ کے لئے اپنی جگہ خالی کردی، کہ خلیفہ صدر میں تشریف فرما ہوں، لیکن مساوات کا جو اصول اسلام نے قائم کیا تھا، صحابہ اس پر نہایت شدت سے عمل پیرا تھے، خصوصاً حضرت عمرؓ نے اس کو نہایت عام کر دیا تھا، اس بناء پر حضرت عمرؓ نے زیدؓ سے فرمایا، کہ یہ آپ کی پہلی ناانصافی ہے، مجھکو اپنے فریق کیساتھ بیٹھنا چاہئے، چنانچہ دونوں بزرگ عدالت کے سامنے بیٹھے، مقدمہ پیش ہوا حضرت اُبیؓ مدعی تھے اور حضرت عمرؓ کو انکار تھا، شرعاً منکر پر قسم واجب ہوتی ہے، لیکن حضرت زیدؓ نے خلافت کے ادب کے لحاظ سے مدعی سے درخواست کی کہ اگرچہ یہ قاعدہ نہیں تاہم آپ امیر المومنینؓ کو قسم سے معاف کر دیجئے، حضرت عمرؓ نے کہا اس رعایت کی ضرورت نہیں، فیصلہ میں عمرؓ اور ایک عام مسلمان آپ کے نزدیک برابر ہونے چاہئیں[١]،

بیت المال کی افسری ممالک اسلامیہ میں اگرچہ بہت سے بیت المال قائم تھے، لیکن سب سے بڑا خزانہ دار الخلافہ مدینہ منورہ میں رہتا تھا، حضرت زیدؓ اسی بیت المال کے افسر تھے، ۳۱ھ میں حضرت عثمانؓ نے یہ عہدہ انکو تفویض فرمایا تھا، اُن کے ماتحت پورا عملہ تھا، جن میں انکا ایک غلام وہیب بھی شامل تھا، وہیب نہایت ہوشیار شخص تھا، اور بیت المال کے کاموں میں اکثر مدد دیتا تھا، ایک دن وہ بیت المال میں گنگنا رہا تھا، حضرت عثمانؓ آگئے، پوچھا یہ کون ہے؟ زیدؓ نے کہا میرا مملوک؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا اسکا ہم پر حق ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کی مدد کرتا ہے، (بیت المال کے کام کی طرف اشارہ تھا) چنانچہ ۲ ہزار اسکا وظیفہ مقرر کرنیکا ارادہ ظاہر فرمایا، لیکن حضرت زیدؓ کے مزاج میں عصبیت تھی وہ حر و عبد کو ایک نگاہ سے دیکھ نہ سکتے تھے، حضرت عثمانؓ سے کہا، ۲ ہزار نہیں بلکہ ایک ہزار مقرر کیجئے، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ان کی درخواست منظور کی،

مجلس شوریٰ کی رکنیت حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں انصار و مہاجرین کے چند اصحاب کی ایک جماعت تھی جو تمام رعایا کی قائم مقام تھی، حضرت زیدؓ بھی انجمن میں تھے، حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت

---

١ کنز العمال ج ۳، ص ۱۷۴، بحوالہ بخاری ومسلم،

مین اسی جماعت کو باضابطہ کونسل قرار دیا تھا حضرت زیدؓ اس مین بھی ممبر رہے[1]،

امارت و مشورہ

ارکین سلطنت کا انتخاب، اگرچہ تجربہ کاری، اصابت رائے، دوراندیشی، اور انتظامی قابلیت کی بناء پر ہوتا ہے، لیکن ان کے مراتب و درجات متفاوت ہوتے ہین حضرت زیدؓ کی انتظامی قابلیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ حضرت عمرؓ نے کئی مرتبہ مدینہ سے سفر کیا تو اپنا جانشین انھین کو مقرر کر گئے، حضرت عثمانؓ کا بھی یہی حال تھا، وہ جب حج کو مکہ معظمہ روانہ ہوتے، زیدؓ کو کاروبار خلافت سپرد کر جاتے تھے،

خلافت فاروقی مین زیدؓ کو ۳ مرتبہ حضرت عمرؓ کی جانشینی کا فخر حاصل ہوا، سنہ ۱۶ھ مین حضرت عمرؓ حج کرنے آئے تو مدینہ مین حضرت زیدؓ کو اپنا قائم مقام کیا، سنہ ۱۷ھ مین حج کا ارادہ کیا، اسوقت بھی انھین کو جانشین بنایا، شام روانہ ہوئے تو حضرت زیدؓ کے ذمہ مدینہ کا کل انتظام کیا، شام پہونچکر ایک خط لکھا جس مین اپنے اور زیدؓ کے القاب مین بالکل مساوات رکھی، اور زیدؓ کا نام اپنے نام سے پہلے تحریر کیا، یعنی الی زید بن ثابت من عمر بن الخطاب، حضرت زیدؓ خلافت کی ذمہ داریونکو نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے انجام دیتے تھے، اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ ان کے انتظام سے بہت خوش ہوئے اور واپس آکر ان کو کچھ جاگیر دیدیتے تھے،

تقسیم مال غنیمت

ایمان کے ۷۰ سے اوپر شعبے اور شاخین ہین، امانت، ایمان کا ایک ضروری جزو ہے یہان تک کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے،

لا ایمان لمن لا امانۃ لہ، یعنی جس مین امانت نہین اس مین ایمان بھی نہین،

آنحضرت صلعم کے عہد مبارک مین مال غنیمت جو کچھ آتا تھا، اکثر آن حضرت صلعم خود تقسیم فرماتے تھے، اس سے اس کام کی اہمیت پر خوبی روشنی پڑتی ہے، حضرت عمرؓ کے عہد مین یرموک کا واقعہ

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۱۱ ج ۲، قسم ۲،

نہایت اہم اور مشہور واقعہ ہے، اس میں مالِ غنیمت حضرت زیدؓ نے تقسیم کیا تھا، اس کے ماسوا حضرت عمرؓ نے جب صحابہؓ کے وظائف مقرر کئے تو انصار کے وظائف زیدؓ کو تفویض کئے، زیدؓ نے عوالی سے تقسیم کرنا شروع کیا، وہاں سے عبدالاشہل میں آئے، وہاں سے اوس کے محلہ میں پھر قبائلِ خزرج میں اور سب سے اخیر میں اپنا حصّہ لیا، (کتاب الخراج، قاضی ابویوسف ۲۶)

سیاسی خدمت — حضرت زیدؓ بن ثابت بارگاہِ خلافت کے مقربین خاص تھے، حضرت عمرؓ کے احباب میں ان کا ممتاز درجہ تھا، حضرت عثمانؓ کے وہ معتمد خاص تھے، خلافت عثمانی میں آتش فتنہ و فساد مشتعل ہوئی تو وہ علانیہ خلیفۂ وقت کے طرفدار تھے،

باغیوں کا مجمع مدینہ میں بڑھتا جاتا تھا، حضرت عثمانؓ کے معزول کرنے کی سازشیں جابجا نشوونما پارہی تھیں، انقلاب پسند گروہ، انقلاب کے لئے بالکل آمادہ و تیار تھا، یہ سب بلائیں سر پر تھیں دار الخلافت خطرہ میں تھا، حرم نبوی کی توہین ہو رہی تھی، تاہم سرورِ عالم کا عظیم الشان خلیفہ خونریزی سے دامن بچا رہا تھا،

حضرت زیدؓ بن ثابت نے امیر المومنین کے ہولناک مصائب دیکھ کر ایک روز تقریر کی جس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا،

یا معشر الانصار کونوا انصار اللہ مرتین، (یعنی اے انصار خدا کے دو مرتبہ انصار بنو،

بدقسمتی سے صحابہ کرامؓ کا بعض طبقہ حضرت عثمانؓ سے بدظن تھا، حضرت ابوایوبؓ انصاری نے کہا کہ تم عثمانؓ کی مدد پر صرف اس وجہ سے لوگوں کو آمادہ کرتے ہو کہ انھوں نے تم کو بہت سے غلام دیدیئے ہیں، صحابہ کی عام رائے پر حضرت زیدؓ کیونکر غالب آسکتے تھے، خاموشی کے سوا ان کو کچھ چارہ نہ تھا، تقریر ختم کی اور بیٹھ گئے،

خانگی حالات اور اہل و عیال — حضرت زیدؓ کی خانگی زندگی نہایت پُرلطف تھی، مکان میں بڑی دلچسپ باتیں

کرتے تھے، زیدؓ کی بیوی کا نام جمیلہ اور کنیت ام سعد اور ام العلاتھی، سعد بن ربیع انصاری مشہور صحابی کی بیٹی تھین، اور خود بھی صحابیہ تھین،

حضرت زیدؓ کی اولاد مین خارجہ سب سے زیادہ مشہور ہین جو فقہائے سبعہ مین تھے، جمیلہ ان کی مان تھیں،

حضرت زیدؓ کے دوسرے بیٹے اور پوتے بھی اپنے زمانہ مین مشہور اور علم حدیث مین مرجع انام رہے تھے، چنانچہ انکا مختصر شجرہ یہ ہے، - زیدؓ بن ثابت

زید خارجہ یحیٰی سلیمان عمارہ سعد اسمٰعیل اسمٰعیل سلیط عبدالرحمن عبداللہ

سلیمان سعید قیس یعقوب

اسمٰعیل

زکریا

حضرت زیدؓ کے آزاد غلام جن کو موالی کہا جاتا ہے، بہت سے تھے، لیکن ان مین سے دو زیادہ مشہور ہین، ثابتؒ بن عبید، وہیبؒ،

وفات | ۵۵ ۵۶ سال کا سن مبارک تھا کہ پیام اجل آگیا، اور ۴۵ھ ہجری مین وفات پائی، اسوقت تخت حکومت پر امیر معاویہؓ متمکن تھے، اس زمانہ مین مروان بن حکم مدینہ منورہ کا امیر تھا، اور حضرت زیدؓ سے دوستانہ تعلقات رکھتا تھا، اسی نے نماز جنازہ پڑھائی، تمام لوگ سخت غمگین تھے، حضرت ابوہریرہؓ نے سنا تو کہا آج حبر الامۃ مرگیا،

جنازہ اٹھایا گیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور سعید بن مسیب بھی جنازہ مین تھے، قبر مین لاش اتاری گئی تو ابن عباسؓ نے نہایت حسرت سے کہا دیکھو! علم اس طرح جاتا ہے، آج علم کا بڑا حصہ دفن ہوگیا، حسان بن ثابتؓ نے مرثیہ مین یہ شعر لکھا،

فمن للقوافی بعد حسان وابنه ومن للمعانی بعد زید بن ثابت

حسان اور اوس کے بیٹے کے بعد شاعری اور زید بن ثابت کے بعد معنی بھی کا خاتمہ ہے،

علم وفضل

قرأت، فرائض، قضا اور فتوی مین وہ عام طور پر نہایت ممتاز تھے، قرآن مجید مین علماء کی علمی ترقی کی حد یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ راسخین فی العلم ہون، حضرت زیدؓ بن ثابت راسخ فی العلم تھے چنانچہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ جو صحابہ مین دریائے علم کہلاتے تھے، حضرت زیدؓ کو راسخین فی العلم شمار کرتے تھے،

قرأت

اسلام نے جن علوم وفنون کی بنیاد قائم کی، قرأتہ، رتبۃً ان سب مین مقدم ہے، حضرت زیدؓ کو اس فن مین جس قدر دخل تھا، اسکا اعتراف صحابہ اور تابعین کے ہر فرد کو تھا، امام شعبی کہ علامۂ تابعین تھے، کہا کرتے تھے کہ "زید فرائض کی طرح قرأت مین بھی تمام صحابہ سے فوقیت لے گئے تھے"،

قرآن مجید کے ساتھ حضرت زیدؓ کو جو شغف تھا، اسکا ظہور ان کے قبول اسلام کے وقت ہو چکا تھا، صرف ۱۱ برس کے سن مین وہ ۱۷ سورتون کے حافظ ہو چکے تھے، باقی زندگی کتابت وحی مین گذری تھی، مبلغ وحی پر قرآن کا جتنا حصہ اترتا، ان کو معلوم ہو جاتا تھا، اور وہ اس کو یاد کر لیتے تھے، ان باتون کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود آنحضرتؐ کے عہد مین انکو پورا قرآن مجید یاد تھا،

حضرت ابوبکرؓ نے قرآن لکھوایا، تو اس کے واسطے حضرت زیدؓ ہی کو منتخب فرمایا، اور حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد خلافت مین جب اس کی نقلیں کرائین تو اس مین حضرت زیدؓ کی شرکت بھی ضروری سمجھی،

اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ ابی بن کعب کے مقابلہ مین کہ قاریون کے سردار تھے حضرت زیدؓ کی قرأت کو ترجیح دیتے تھے،

حضرت زیدؓ کا سلسلۂ قرأت دور دور تک پھیلا ہوا تھا، اور چونکہ قرأت قریش کے مطابق

پڑھتے تھے، لوگوں کا رجحان انھیں کی طرف تھا، حضرت ابی بن کعبؓ کی زندگی تک اگرچہ وہ مرجع عام نہ ہو سکے لیکن اُن کی وفات کے بعد تمام عالم اسلامی انھی کی طرف رجوع کرتا تھا، مدینہ منورہ میں حضرت زیدؓ کی ذات اقدس تمام اکناف و اطراف کی قبلۂ حاجات بنی ہوئی تھی،

حضرت زیدؓ سے جو قرأت قائم ہوئی تھی، ۱۳۰۰ برس گذرنے پر بھی باقی ہے، ابن عباسؓ، ابو عبد الرحمن سلمی، ابو العالیہ ریاحی، ابو جعفر، یہ سب اُن کے حقیقی شاگرد تھے، اور آج مسلمانان روئے زمین کی بہ کرور آبادی معنوی طور سے اس کے آستانہ پر زانوئے تلمذ یہ تہ کرتی ہے،

حدیث | قرآن کے بعد حدیث نبوی کا درجہ ہے، حضرت زیدؓ اگرچہ اور بزرگوں کی طرح کثیر الروایۃ نہ تھے تاہم انکا فن حدیث میں سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ درایت سے کام لیتے تھے، حضرت رافعؓ بن خدیج نے لوگوں سے بیان کیا تھا کہ کھیت کرایہ پر اٹھانے کی رسول اللہ نے ممانعت کی ہے، زیدؓ بن ثابت نے سُنا تو کہا "خدا رافعؓ کی مغفرت کرے، مجکو ان سے زیادہ حدیث کی حقیقت معلوم ہے، واقعہ یہ تھا کہ دو شخص آپس میں جھگڑ رہے تھے، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر یہی حالت ہے تو کھیتوں کو کرایہ پر نہ اٹھانا چاہیئے رافع نے صرف اخیر کا ٹکڑہ سن لیا"

حضرت عائشہؓ نے حضرت زبیرؓ کی اولاد سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلعم نے ان کے یہاں عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی، اُن لوگوں نے سنت سمجھ کر پڑھنا شروع کیا، حضرت زیدؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا "خدا عائشہ کی مغفرت کرے، ہمکو ان سے زیادہ حدیث کا علم ہے، عصر کے بعد نماز پڑھنے کا سبب یہ تھا کہ دوپہر کے وقت رسول اللہ سے ملنے کچھ اعراب آگئے تھے، وہ سوال کرتے تھے، آپ جواب دیتے تھے، یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا، آنحضرتؐ نے ظہر پڑھی، اور صرف فرض پڑھ کر مسائل بتانے کو ان کے پاس بیٹھ گئے، جب عصر کا وقت آیا تو ان سے فارغ ہوئے اور مکان جاکر

۱؎ مسند ج ۵، ص ۱۸۲،

یاد آیا کہ ظہر کے فرض کے بعد سنت نہیں پڑھی تھی، اس لئے ان کو عصر کے بعد تمام کیا، خدا عائشہؓ کی مغفرت کرے، مجھے ان سے زیادہ معلوم ہے کہ آنحضرتؐ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے[1]

جو احادیث صحیح ہوتیں، اور ان کی نسبت کوئی سوال کرتا، تو تصدیق فرماتے تھے، حضرت ابو سعید خدری نے مروان کے سامنے فضیلتِ صحابہ پر حدیث پڑھی، مروان نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو زیدؓ اور رافع بن خدیج مروان کے برابر تخت پر بیٹھے ہوئے تھے، ابو سعیدؓ نے کہا تم ان سے پوچھ سکتے ہو، مروان کو برا معلوم ہوا اور ان کے مارنے کو درہ اٹھایا، دونوں بزرگوں نے ابو سعید کی تصدیق کی، (مسند ج ۵ ص ۱۸۷)

حضرت زیدؓ کی روایات آنحضرت صلعم سے ہیں، آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ سے حدیث کی روایت کی،

حضرت زیدؓ کے رواۃ حدیث اور تلامذۂ خاص کا ایک بڑا گروہ ہے، جن میں مخصوص حضرات کے نام نامی یہ ہیں

حضرت انسؓ بن مالک، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدری، حضرت سہل بن حنیف حضرت ابن عمرؓ، حضرت سہلؓ بن سعد، حضرت عبد اللہؓ بن یزید خطمی (یہ لوگ صحابہ ہیں) سعید مسیب قاسمؒ بن محمد بن ابی بکر، ابانؒ بن عثمانؒ، خارجہؒ بن زیدؒ (حضرت زیدؓ کے بیٹے اور مدینہ کے فقہائے سبعہ میں تھے) سہل بن ابی حثمہ، ابو عمرو، مروان بن حکم، عبید بن سباق، عطاء بن یسار، بسر بن سعید، حجر مدری، طاؤس، عروہ، سلمان بن زید، ثابت بن عبید، ام سعد (زوجہ تھیں)،

حضرت زیدؓ کی احادیث مرویہ کی تعداد نہایت قلیل ہے، یعنی صرف (۹۲) جن میں ۵ متفق علیہ ہیں، اور یہ روایت میں سخت احتیاط کا سبب ہے،

---

[1] مسند ص ۱۸۵ ج ۵،

لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اسی قدر حدیثیں ان کو معلوم تھیں، وہ رسول اللہؐ کی خدمت مین اکثر حاضر رہتے تھے، آپ سے ہزارون حدیثیں سنتے تھے، اور سیکڑون قسم کے واقعات کا بچشم خود مشاہدہ کرتے تھے، لیکن قلتِ روایت کا سبب ایک حدیث نبوی تھی، جو حضرت زیدؓ جیسے ثقہ راویانِ حدیث کو روایت کے وقت وعید بنکر کپکپا دیتی تھی،

فرائض اگرچہ فقہ مین حضرت زید کو یہ کمال حاصل تھا کہ خود رسول اللہ کے عہد مقدس مین وہ منصب افتا پر سرفراز تھے، حضرت ابوبکرؓ، اور حضرت عمرؓ کے عہد مین بھی وہ دار الخلافت کے مفتی رہے، لیکن فقہ کے تمام ابواب مین فرائض کا باب، حضرت زیدؓ کا خاص فن تھا، رسول اللہ صلعم نے ایک حدیث مین فرمایا ہے افرض امتی زید بن ثابت یعنی میری اُمت کے سب سے بڑے فرائض دان زید بن ثابت ہین، حاملِ نبوت کی زبان کا یہ فقرہ حضرت زیدؓ کی فرائض دانی کا کتنا بڑا ثبوت ہے،

حضرت زیدؓ کے عالم فرائض ہونے کا تمام صحابہ کو اقرار تھا، حضرت عمرؓ نے خطبہ جابیہ مین ہزارون آدمیون کے سامنے حضرت زیدؓ کا نام اس حیثیت سے پیش کیا تھا کہ من کان یرید ان یسأل من الفرائض فلیات زید بن ثابت (یعنی جس کو فرائض کے سوالات کرنا ہون، وہ زید بن ثابت کے پاس جائے،)

ان کے کمالات کا اعتراف حضرت عمرؓ کو حضرت زیدؓ کی علمی قابلیت کا اس درجہ پاس تھا کہ مدینہ سے باہر ان کو کہین نہ جانے دیتے تھے، ممالک اسلام کے ممتاز عہدے خالی ہوتے، اور جن کی انجام دہی کی ضرورت ہوتی، لوگون کے نام پیش کئے جاتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان مین سے کسی کا انتخاب فرما دیتے، لوگ زیدؓ کا نام پیش کرتے، حضرت عمرؓ ارشاد کرتے کہ زیدؓ میری نظرون سے گر نہیں گئے لیکن کیا کرون؟ شہر والے ان کے محتاج ہین کیونکہ جو چیز ان کے پاس ہے کسی کے پاس نہین[1]

[1] طبقات، ۱۱۶، ج ۲ قسم ثانی،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہا کرتے تھے، کہ زیدؓ خلافت فاروقی کے عالم اور حبر تھے، تمام لوگون کو عمرؓ نے شہرون اور ملکون مین متفرق کردیا تھا، اور فتوی یارائے دینے سے منع کردیا تھا، لیکن زیدؓ مدینہ مین بیٹھکر اہل مدینہ اور تمام آنے جانے والون کو فتوی بتاتے تھے[1]

سعید بن مسیب کا یہ حال تھا کہ مجتہد ہونے کے باوجود فتوی اور فیصلون مین بالکل حضرت زیدؓ کے پیرو تھے، کوئی مشکل مسئلہ آجاتا، لوگ دوسرے صحابہ کے اجتہادات بیان کرتے تو سعیدؓ فرماتے کہ زیدؓ نے کیا کہا ہے؟ زیدؓ بن ثابت فیصلون کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے، اور جن مسائل کے متعلق حدیث وارد نہین ہے، ان کے بتاتے وقت سب سے زیادہ بصیرت رکھنے والے تھے، ان کا کوئی قول ہو تو پیش کرو[2]

امام مالکؒ کہ اپنے زمانہ مین دارالہجرۃ مدینہ منورہ کے امام تھے، اور آج بھی فقہ و حدیث مین لاکھون آدمیون کے لئے امام مطلق ہین، کہا کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ کے بعد زیدؓ بن ثابت مدینہ منورہ کے امام تھے، اور امام شافعیؒ نے کہ ائمۂ اربعہ مین ہین فرائض کے تمام مسائل مین حضرت زیدؓ کی تقلید کی تھی،

علم فرائض کی تدوین

فرائض کا فن نہایت دشوار فن ہے، قرآن مجید مین اگرچہ مجملاً فرائض کے تمام مہمات مسائل بیان کردئے گئے ہین، لیکن ان کی تفصیل رسول اللہؐ کے اقوال و افعال و صحابہ کے قضایا اور فتاوی سے ہوتی ہے، قرآن مجید مین میراث و وصیت کے متعلق جو کچھ مذکور ہے وہ نہایت مختصر ہے، میراث زوج، میراث زوجہ، اولاد ذکور، اولاد اناث، مان، باپ، بھائی بہن، کلالہ، اور دیگر چند قسم کے ورثاء کا تذکرہ آیا ہے، اور ان کے حصون کی مقدار کی تعین کرکے کہدیا گیا ہے کہ جو شخص خدا کے ان حدود سے متجاوز ہوگا، اپنے نفس پر ظلم کریگا،

---

[1] طبقات ۱۱۷، [2] طبقات ۱۱۶،

رسول اللہ صلعم نے اپنے فیصلوں میں اسی اجمال کی تفصیل کی، اور آنحضرت صلعم کے بعد زید بن ثابت نے اس فن کو ایسی ترقی دی کہ آگے چل کر اس پر متعدد کتابیں لکھی گئیں، اور فرائض ایک مستقل فن کی حیثیت سے علوم و معارف کی صف میں بٹھایا گیا،

حضرت زیدؓ سے فرائض میں بڑے جلیل القدر صحابہ فتویٰ پوچھتے تھے، حضرت عبد اللہؓ بن عمرؓ جن کا فضل و کمال تمام صحابہ کو تسلیم تھا، حضرت زیدؓ سے استفتاء کرتے تھے،

حضرت عمرؓ کے ایک غلام نے قضا کیا، تو ابن عمرؓ نے پوچھا کہ متروکہ میں عمرؓ کی لڑکیاں بھی حصہ پائیں گی؟ حضرت زیدؓ نے کہا کہ میرے نزدیک تو نہ دینا چاہیئے، لیکن تم چاہو تو دے سکتے ہو، ابن عمرؓ نے اس پر یہاں تک عمل کیا کہ حضرت عمرؓ کے جتنے غلام مرے، کسی کے مال میں لڑکیوں کا حصہ نہیں لگایا[1]،

اہل یمامہ کے قتل میں حضرت ابوبکرؓ نے زید کے فتویٰ کے موافق فیصلہ کیا تھا، یعنی جو لوگ زندہ بچ گئے تھے ان کو مردوں کا وارث ٹھہرایا تھا، یہ نہیں کیا کہ مردوں کو باہم وارث بنا دیتے[2]،

طاعون عمواس میں جب خاندان کے خاندان صاف ہو گئے اُسوقت حضرت عمرؓ نے بھی حضرت زیدؓ کے اسی خیال پر فیصلہ کیا تھا[3]، عبد اللہ بن عباس کہ صحابہ میں حبرا و رحبر کہلاتے تھے، حضرت زیدؓ کے جوابات سے تسکین پاتے تھے،

ایک روز اپنے شاگرد عکرمہ کو بھیجا کہ زیدؓ سے پوچھا کہ ایک شخص مرا، زوجہ اور والدین ورثہ چھوڑے، ترکہ کیونکر تقسیم ہو؟ حضرت زیدؓ نے کہا بیوی کو نصف، باقی نصف میں ماں کو ثلث اور باپ کو بقیہ، ابن عباسؓ کا خیال اس کے خلاف تھا، وہ ماں کو کُل مال میں سے ثلث دلاتے تھے،

---

[1] المدونۃ الکبریٰ امام مالک ج ۳، [2] کنز العمال ج ۶ ص ۶، [3] کنز العمال ج ۶ ص،

چنانچہ کہلا بھیجا کہ یہ قرآن میں ہے یا آپ کی رائے ہے؟ حضرت زیدؓ نے کہا کہ میری ذاتی رائے ہے یعنی استنباط ہے، میں ماں کو باپ پر فضیلت نہیں دےسکتا،

فتوی دور دور از ممالک سے آتے تھے، اور حضرت زیدؓ ان کا جواب لکھ کر بھیجتے تھے،

امیر معاویہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ایک خط کے ذریعہ سے دادا کے متعلق استفتاء کیا تھا، حضرت زیدؓ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا،

بسم اللہ الرحمن الرحیم ـ لعبد اللہ معاویۃ امیر المومنین من زید بن ثابت، انی رأیت من نحو قسم امیر المومنین عمر بین الجد والاخوۃ واحدۃ قسم لھا الثلث فان کان اثنین مع الجد قسم لھا الشطر وللجد الشطر، فان کان للجد اخوات فانہ یقسم للجد الثلث، فان کانوا اکثر من ذالک فانی لم ارہ حسبت نقص الجد من الثلث شیئا، ثم ما خلص للاخوۃ من میراث اخیھم بعد الجد فان بنی الاب والام ھم اولی بعضھم من بعض بما فرض اللہ لھم دون بنی العلۃ فلذلک حسبت نحوا من الذی کان امیر المومنین عمر یقسم بین الجد والاخوۃ من الاب ولم یکن یورث الاخوۃ من الام الذی لیس من الاب مع الجد شیئا ثم حسبت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کان یقسم بین الجد والاخوۃ نحو الذی کتبت بہ الیک فی ھذہ الصحیفۃ!

حضرت زیدؓ نے فرائض کے مسائل حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ترتیب دیے، اور متعدد مسائل کا استنباط فرمایا، قرآن مجید نے وراثت کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہم اوپر لکھ چکے ہیں، حضرت زیدؓ کی فہم و عقل نے نئے نئے خیالات پیدا کئے، جو علم الفرائض کا جزو بن گئے، میراث

[1] کنز العمال ج ۶ ص ۱۱، [2] کنز العمال ج ۶ ص ۱۵، [3] اصل عبارت یہ ہے فلما وضع زید بن ثابت الفرائض

موالی، میراث ولد الابن، میراث ولد ملاعنہ، میراث الولد من ابیہ وامہ، میراث الجد، من لا میراث لہ مانعین وراثت، اور اسی قسم کی دیگر ضروری باتین حضرت زیدؓ کے فکر رسا اور دماغ نکتہ سنج کی پیدا کردہ ہین،

حضرت زیدؓ نے دادا کی میراث کے نسبت جو فیصلہ کیا تھا صحابہ مین اس کے بہت سے مخالف موجود تھے، لیکن صحت اور اتفاق عام کا دامن حضرت زیدؓ ہی کے ہاتھ مین تھا،

دادا کی میراث، علم فرائض کا نہایت معرکۃ الآرا مسئلہ ہے، اور خود حضرت زیدؓ نے اس کے نسبت مختلف خیالات ظاہر کئے ہین[1]، تاہم جس رائے پر وہ اخیر وقت تک قائم تھے، فاروق اعظمؓ اور حضرت عثمانؓ نے بھی اسی کو قابل عمل تصور کیا تھا،

اسلام مین دادا کا حصہ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے لیا، انکا ایک پوتہ فوت ہوا تو وہ کل جائداد کا اپنے کو مستحق سمجھتے تھے، لوگون نے اس کے خلاف رائے دی، حضرت عمرؓ، زیدؓ کے گھر پہونچے زیدؓ کنگھی کر رہے تھے، اور کنیز بال درست کرتی جاتی تھی، حضرت عمرؓ سے کہا آپ نے کیون تکلیف کی مجکو بلا لیا ہوتا، حضرت عمرؓ نے کہا یہ وحی نہ تھی کہ جس مین گھٹنے بڑھنے کا احتمال ہوتا، ایک مسئلہ کے متعلق مشورہ کرنے آیا ہون، اگر تمھاری رائے میرے موافق ہوگی تو عمل کرونگا ورنہ تم پر کوئی الزام نہین، زیدؓ نے ایسی صورت مین رائے دینے سے انکار کیا، حضرت عمرؓ غصہ ہو کر ان کے گھر سے چلے آئے،

ایک روز پھر گئے، زیدؓ نے کہا کہ مین اس کو لکھ کر پیش کرونگا، چنانچہ ایک ٹکڑے پر تمثیل کے پیرایہ مین اس مسئلہ کو ادا کیا، حضرت عمرؓ نے مجمع عام مین خطبہ دیا اور کہا کہ زیدؓ بن ثابت یہ لکھ کر میرے پاس بھیجا ہے، مین اسکو نافذ کرتا ہون[2]،

حضرت زیدؓ نے علم فرائض کی اگرچہ تدوین وترتیب کی، مختلف جزئیات کا استخراج کیا، متعدد

[1] بخاری ۹۹۶ ج ۲، [2] کنز العمال ۶ ج ۶،

نئے مسائل پیدا کئے، لیکن ان کے لئے ان مین سب سے اہم اور اشرف مسئلہ عول کی ایجاد کا فخر ہے

بعض لوگون کا خیال ہے کہ عول کے موجد حضرت عباس ہین، حالانکہ یہ روایت اور درایت دونون کے خلاف ہے، اول تو یہ کہ اس واقعہ کی کوئی سند نہین، اور ہم نے جو واقعہ بیان کیا ہے سند صحیح سے مروی ہے، یعنی عبد الرحمن ابی زناد نے خارجہ سے روایت کیا ہے، جو خود حضرت زید سے روایت کرتے ہین، دوسرے یہ کہ حضرت عباس کو فرائض او حساب مین دخل نہ تھا، اس لئے اس قسم کی ایجادین، ان کی طرف منسوب کرنا، بداہۃً عقل کے خلاف ہے،

مذکورۂ بالا واقعات سے، حضرت زیدؓ نے علم فرائض کی جو کچھ خدمت کی تھی، صاف طور پر منکشف ہو گئی، حامل نبوت کا ارشاد کہ میری امت کے سب سے بڑے فرائض دان زید ہین" حرف بحرف پورا اترا حضرت زیدؓ کی اسی غیر معمولی ذہانت وذکاوت، جودت وفکر اور دماغ ودل کی بہت سے قدماء اسلام انگشت بدندان تھے، ان کے اعلیٰ علمی کارنامون پر لوگون کو تعجب ہوتا تھا، امام زہری کہا کرتے تھے، کہ فرائض کے مسائل حضرت عمرؓ کے ہین، لیکن زیدؓ کے نام سے مشہور ہو گئے ہین، امام زہری کو اس مسئلہ مین شبہ ہو تو ہو لیکن ہم کو قطعی یقین ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت زیدؓ کی نسبت جو رائے ظاہر فرمائی تھی بلاشک وشبہ صحیح اور قطعی تھی،

فقہ
حضرت زیدؓ بن ثابت مجتہدین صحابہ مین تھے، اور خود رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک مین فتویٰ دیتے تھے، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، اور امیر معاویہؓ کی خلافتون مین بھی وہ مدینہ منورہ کے مفتی اعظم تھے، فقہائے صحابہ کے، تین طبقے ہین، حضرت زیدؓ کا پہلے طبقے مین شمار تھا، انھون نے اپنی زندگی مین جس قدر فتوی دئے، ان کی تعداد نہایت کثیر ہے، اگر سب کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے، تو کئی ضخیم جلدین تیار ہو سکتی ہین،[۲]

---

[۱] طبقات ابن سعد حصہ ۲ ص ۱۱۵ [۲] اعلام الموقعین عن رب العالمین ابن قیم جوزی ص ۵ ج ۱،

حضرت زیدؓ کی فقہ انھیں کے زمانہ مین قبول عام کی سند حاصل کر چکی تھی، سعیدؒ بن مسیب کہا کہا کرتے تھے، کہ زیدؓ بن ثابت کا کوئی قول ایسا نہین جس پر لوگون نے بالاجماع عمل نہ کیا ہو، صحابہؓ مین سیکڑون ایسے تھے جن کے قول پر کسی نے عمل کیا، لیکن زیدؓ کے فتوون پر ان کی زندگی ہی مین مشرق و مغرب عمل پیرا تھے[1]،

تمام لوگون کا خیال ہے کہ علم فقہ کی شہرت و وسعت کا باعث صحابہ کرام مین چار بزرگون کی ذات تھی، زیدؓ بن ثابت، عبد اللہؓ بن مسعود، عبد اللہؓ بن عمرؓ، عبد اللہؓ بن عباسؓ، چنانچہ انھین تلامذہ سے آفاق عالم مین علم دین کی اشاعت ہوئی،

لیکن مدینہ منورہ جو اسلام کا سرچشمۂ اصلی اور نبوت کا دار القرار تھا حضرت زیدؓ کے اصحاب کی بدولت علوم و فنون کا مرکز بنا تھا،

فقہائے صحابہ کی دو مجلسین تھین، ایک کے رئیس حضرت عمرؓ تھے، اور دوسری حضرت علیؓ کے زیر ریاست قائم تھی، حضرت زیدؓ، حضرت عمرؓ کی مجلس مین شریک تھے، یہان مسائل علمیہ پر بحث ہوتی تھی، اور اہم اور مشکل مسائل طے کئے جاتے تھے[2]،

حضرت زیدؓ اگرچہ ہر وقت فتوے دیتے تھے، تاہم اس کے لئے ایک وقت مخصوص کر لیا تھا، مسجد نبوی زیارت گاہ عام تھی، اور حضرت زیدؓ کے مکان سے ملحق تھی، وہ یہین فتوے دینے کے لئے بیٹھتے تھے[3]،

حضرت زیدؓ کے مسائل فقہ کے اکثر ابواب پر حاوی تھے، اس بنا پر ان کی تفصیل کے لئے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے، یہان نمونہ کے طور پر ہم چند مسائل پر اکتفا کرتے ہین،

کتاب الصلوٰۃ فرض نماز کے علاوہ باقی نمازین گھر مین پڑھنا افضل ہے[4]،

---

[1] طبقات ابن سعد ۱۱۶، [2] طبقات ابن سعد، [3] مسند ج ۵، [4] ۱۸۶ مسند ج ۵،

ایک شخص نے پوچھا کہ ظہر و عصر میں قرأت ہے؟ فرمایا ہاں، رسول اللہ صلعم دیر تک قیام کرتے تھے، اور آپ کے لب ہلتے رہتے تھے[1]، (اسکا یہ مطلب نہیں کہ امام کے پیچھے ہر شخص کو قرأت کرنا چاہیئے، سوال کا تعلق امام سے ہے، جماعت سے نہیں، سائل کا منشا یہ تھا کہ ظہر و عصر میں کچھ پڑھا جاتا ہے؟ حضرت زیدؓ نے اسی کا جواب دیا، ورنہ ظاہر ہے کہ جماعت میں امام کا پڑھنا، تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہوتا ہے، صحیح بخاری میں، خباب بن ارت، زید بن ثابت، ابو قتادہ، سعد بن ابی وقاص سے جو روائتیں مذکور ہیں کسی سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ صحابہ آنحضرت صلعم کے پیچھے قرأت کرتے تھے،)

کتاب الذبائح | ایک بھیڑیئے نے بکری پر دانت مارا تھا، لوگوں نے اسکو فوراً ذبح کر دیا، تو آنحضرت صلعم نے اس کے کھانے کی اجازت دیدی[2]، (ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اسکا گلا کاٹ دیا جائے، قرآن مجید میں ہے، "الا ما ذکیتم" چنانچہ جب یہ شرط (ذبح) پائی گئی، آنحضرت صلعم نے اس کا کھانا حلال کر دیا،)

کتاب الہبہ | ایک شخص نے اپنا مکان اپنی زندگی تک کسی شخص کو رہنے کے لئے دیا، تو اسکی وفات پر اُس کی اولاد مالک سمجھی جائے گی، حضرت زیدؓ کی روایت میں اسی کا بیان ہے کہ،

العمریٰ للوارث[3]،

عمریٰ کی اجازت کیساتھ رقبیٰ کی ممانعت وارد ہوئی ہے، رقبیٰ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص اپنی کوئی چیز دوسرے آدمی کو اس شرط پر دے کہ اگر میں پہلے فوت ہوں تو تم مالک ہو اور تم پہلے مرو تو میری ملک پھر عود کر آئیگی، چونکہ ہبہ کے لئے تملیک ضروری ہے، اور یہاں وہ شرط فاسد کے ساتھ وابستہ ہے، اس بنا پر یہ ہبہ ناجائز قرار دیا گیا ہے،

کتاب المزارعہ | نصف، ثلث، اور ربع منافع پر زمین کسی سے زراعت کرانا منع ہے[4]،

---

[1] مسند ۱۸۶ ج ۵، [2] مسند ۱۸۴ ج ۵، [3] مسند ۱۸۲ ج ۵، [4] مسند ۱۸۷ ج ۵،

باغ مین پھل اچھی طرح نہ آئے ہون، یا درخت پر رطب چھوہارے ہون ان کو انکل سے بیچنے کی ممانعت ہے، (مدینہ مین اسلام سے قبل پھل تیار ہونے سے پہلے فروخت کر دیا جاتا تھا، نقصان ہونے کی صورت مین فریقین مین خصومت کی نوبت آجاتی تھی، آنحضرتؐ مدینہ تشریف لائے اور یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو اس کو منع کر دیا، البتہ عریہ والونکو جو مسکین تھے، اور صرف صدقات کے چھوہارے پر ان کی گذر اوقات تھی، آنحضرتؐ نے ناپ کر فروخت کرنے کی اجازت دیدی تھی)

ان مسائل کے بعد علوم شرعیہ کا حصہ ہم ختم کرتے ہین، حضرت زیدؓ نے دنیا کے دیگر علوم مین جو ترقی کی تھی، اب اُسکا بیان کرنا ضروری ہے،

حضرت زیدؓ نے رسول اللہؐ کے ارشاد کے مطابق عبرانی اور سریانی زبانین سیکھی تھین، ذہانت کا یہ حال تھا کہ پندرہ روز کی کوشش مین بلا تکلف خط لکھنے لگے تھے بعد مین اس کو اور بھی ترقی دی یہان تک کہ توراۃ و انجیل کی زبانون کے عالم بن گئے	فارسی، رومی، عبرانی سریانی، قبطی، حبشی، زبانین

یہ عام روایت ہے، لیکن مسعودی نے لکھا ہے کہ ان کو فارسی، رومی، قبطی، اور حبشی زبانین بھی آتی تھین، جنکو انھون نے مدینہ مین ان زبانون کے جاننے والون سے سیکھا تھا، (التنبیہ والاشراف ص ۲۸۳)

عرب مین حساب کا مطلق رواج نہ تھا، اسلام کے ابتدائی زمانہ تک خراج کا حساب رومی	حساب

یا ایرانی کرتے تھے، عربون کو ہزار سے اُوپر گنتی بھی معلوم نہ تھی، لیکن حضرت زیدؓ کو حساب مین اس قدر دخل تھا، کہ فرائض کے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل، حساب کے ذریعہ سے حل کر لیتے تھے، اس کے ماسوا مال کی تقسیم بھی کر سکتے تھے، چنانچہ غزوۂ حنین مین جو ۸ھ مین ہوا تھا، اور جس مین تقریباً ۱۲ ہزار آدمی شریک تھے، انھین کے مردم شماری اور لگائے ہوئے حصون کے بموجب آنحضرتؐ نے مال تقسیم فرمایا تھا

۱؎ مسند ج ۵ ص ۱۹۲

انھون نے پنتیس لوگون کی تعداد معلوم کی، پھر مال غنیمت کو اس عدد پر پھیلایا، چند سردارون کو مستثنیٰ کرکے جن کو بیش قرار رقمین دی گئی تھین، فی کس ۴ اونٹ اور چالیس بکری حصہ مین پڑین، سوارون کو اسکا تگنا، یعنی ۱۲ اونٹ، اور ۱۲۰ بکریان عطا کی گئین[1]، جنگ یرموک کا مال غنیمت بھی جب مدینہ آیا تو حضرت زیدؓ نے ہی سب کو تقسیم کیا تھا،

خط و کتابت | عرب مین اسلام سے قبل تحریر کا رواج کم تھا، قدیم سے قدیم روائتین قوت حافظہ کی بناء پر مشہور رہی تھین، حضرت زیدؓ لکھنا جانتے تھے، اور اپنے زمانہ کے مشہور خطاط تھے، فرامین، عہد نامے، اور خطوط کے سوا نقشے عمدہ بناتے تھے،

حضرت عمرؓ کے عہد مین عرب کا مشہور قحط عام الرمادہ رونما ہوا تو اس کے انتظام کے لئے عمرو بن عاص گورنر مصر کو فرمان خلافت پہونچا کہ مصر سے غلہ روانہ کرین، عمروؓ نے ۲۰ جہاز غلہ سے بھرے ہوئے دار الخلافت کی طرف روانہ کئے، حضرت عمرؓ کو جہازون کی آمد کا سخت انتظار تھا، خود چند صحابہ کو لیکر جن مین زیدؓ بھی تھے، "جار" نامی ایک بندرگاہ پر جو مدینہ سے قریب واقع تھا، تشریف لے گئے، غلہ آیا تو "جار" مین دو گودام بنوائے، اور غلہ بھروا دیا، زیدؓ بن ثابت کو ہدایت کی کہ ایک نقشہ قحط زدون کا تیار کرین جس مین ان کا نام اور غلہ کی تعداد لکھی ہو، حضرت زید نے رجسٹر بنا کر ہر شخص کو کاغذ کی چکین تقسیم کین جن کے نیچے حضرت عمرؓ کی مہر ثبت تھی، اسلام مین چک اور اسمین مہر لگانیکا یہ پہلا واقعہ تھا، جو حضرت زیدؓ کی بدولت انجام پایا،

اخلاق و عادات | اسلام کی غرض اصلی مکارم اخلاق کی تتمیم و تکمیل ہے، صاحب شریعت عز اتمم مکارم اخلاق تھا، حاشیہ نشینان نبوت اسی کے جمال اخلاق کا پرتو تھے،

حضرت زیدؓ کا نظام اخلاق جن محاسن و فضائل کا مجموعہ تھا، اُس کے نمایان اجزا حسب

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۰۱ قسم اول مغازی

رسول، اتباعِ حدیث، امر بالمعروف، نصحِ امرا، حمیت ملی تھے۔

رسول اللہ کی محبت کی بنا پر حضرت زید بار بار نبوت میں اکثر حاضر رہتے تھے، صبح کو بستر خواب سے اٹھ کر آنحضرت کی خدمت میں چلے آتے، بعض وقت اتنا سویرا ہوتا کہ سحری آنحضرت صلعم کے ساتھ کھاتے، آنحضرت صلعم انکو اپنے حجرۂ شریف میں بلا لیتے تھے[1]،

ایکروز وہ آنحضرت صلعم کے پاس گئے، آپ سحری میں چھوہارے نوش فرما رہے تھے، اپنے فرمایا آؤ میرے ساتھ شرکت کرو، انھوں نے کہا کہ میں روزہ کا ارادہ کر چکا ہوں، آپ نے فرمایا، میرا بھی وہی ارادہ ہے، چنانچہ حضرت زید نے آنحضرت صلعم کے ساتھ سحری کھائی، تھوڑی دیر کے بعد نماز کا وقت آیا، تو وہ آنحضرت صلعم کے ساتھ مسجد گئے[2]،

محبت کا ظہور ہر طرز وادا میں ہوتا تھا، مکالمت، مخاطبت، نشست و برخاست، جلوہ، محبت سے لبریز ہوتی تھی۔

حضرت زید رسول اللہ کے پہلو میں بیٹھ جاتے تھے[3]، رسول اللہ صلعم غایت بے تکلفی کی بنا پر ان کی ران پر اپنی ران مبارک رکھ دیتے، ایک روز اسی حالت میں وحی نازل ہوئی، حضرت زید کا بیان ہے کہ فخذ مقدس اتنی گراں ہو گئی کہ میرے لئے ناقابل برداشت تھی، معلوم ہوتا تھا کہ میری ران چور چور ہو جائے گی، لیکن ادب کا یہ حال تھا، کہ حضرت زید نے اُف تک نہ کی اور خاموش بیٹھے رہے[4]،

اتباع حدیث کا یہ حال تھا کہ ایک بار وہ امیر معاویہ کے پاس شام گئے، ایک حدیث روایت کرنے کی نوبت آئی، امیر معاویہ نے ایک شخص سے کہا کہ اس کو لکھ لو، حضرت زید نے فرمایا کہ رسول اللہ نے حدیث قلمبند کرنے کی ممانعت فرمائی ہے، یہ کہکر اس کو مٹا دیا[5]،

[1] مسند ۱۸۲ ج ۵، [2] مسند ۱۹۲ ج ۵ [3] مسند ۱۹۰ ج ۵، [4] مسند ۱۹۰ ج ۵ [5] مسند ۱۸۲ ج ۵،

امر بالمعروف ہر مسلمان کا فرض ہے صحابہ کرام اس فرض کو نہایت شدت کیساتھ انجام دیتے تھے، حضرت زیدؓ بن ثابت کے اخلاق و عادات مین امر بالمعروف نہایت نمایان ہے، وہ بڑے بڑے جابر امراکے روبرو بھی اُس فرض کو ادا کرتے تھے، مروان بن حکم اموی، مدینہ منورہ کا امیر تھا، وہ مغرب کے وقت چھوٹی چھوٹی سورتین پڑھتا تھا حضرت زیدؓ نے فرمایا، تم ایسا کیون کرتے ہو، آنحضرتؐ تو طویل سورتین پڑھا کرتے تھے[1] صحابہ اور تابعین بھی اگر نا واقفیت کی وجہ سے کوئی امر خلاف سنت کرتے حضرت زیدؓ ان کو تنبیہ فرماتے تھے، شرحبیل بن سعد نے بازار مین ایک چڑیا پکڑی تھی، زیدؓ نے دیکھ لیا، پاس آکر ایک تھپیڑ مارا اور چڑیا چھین کر اُڑا دی اور کہا کہ او اپنے نفس کے دشمن تجھ کو معلوم نہین کہ رسول اللہؐ نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے[2]

انھیں شرحبیل کو ایک مرتبہ باغ مین جال لگاتے دیکھا، تو زور سے چلائے کہ یہان شکار کھیلنے کی ممانعت ہے[3]

شام سے ایک شخص زیتون کا تیل فروخت کرنے مدینہ لایا بہت سے تاجرون نے معاملہ کیا، عبداللہؓ بن عمرؓ نے بھی بات چیت کی، اور اس سے خرید لیا، مال ابھی وہین رکھا تھا، دوسرا خریدار پیدا ہو گیا، اس نے ابن عمرؓ سے کہا کہ اتنا نفع دیتا ہون، مجھ سے سودا کر لیجیے، بات کے پختہ کرنے کے لئے ابن عمرؓ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مارنا چاہتے تھے، کہ پیچھے سے کسی نے ہاتھ پکڑ لیا، دیکھا تو زیدؓ بن ثابت تھے ابن عمرؓ سے کہا ابھی نہ بیچو، پہلے مال یہان سے اُٹھوا لو، کیونکہ رسول اللہؐ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے[4]

امراء کو نصیحت کرنا جس قدر مشکل کام ہے اسکا اندازہ اسی شخص کو بخوبی ہو سکتا ہے جس نے ایشیائی بادشاہون کے عظمت وجلال کے افسانے تاریخ کے اوراق مین پڑھے ہون،

دوپہر کے وقت زیدؓ مروان کے محل سے نکلے، شاگردون نے دیکھ لیا، خیال ہوا کہ اسوقت

---

[1] بخاری، ۱۰۵ ج ۱ باب القرأۃ فی المغرب، [2] مسند ۱۸۱ و ۱۹۰ ج ۵، [3] مسند ۱۹۰ ج ۵، [4] مسند ۱۹۱ ج ۵،

کسی وجہ سے گئے ہوں گے، بڑھ کر پوچھا حضرت زیدؓ نے کہا کہ اس وقت اس نے چند حدیثیں پوچھی تھیں، میں نے اس سے کہا، کہ تین خصلتوں سے مسلمان کے قلب کو کبھی انکار نہ ہوگا، خدا کے لئے عمل کرنا، ولاۃ الامر کو نصیحت کرنا، جماعت کیساتھ رہنا[1]

حضرت زیدؓ اگرچہ غیر مسلم اقوام سے نفرت نہ کرتے تھے، تاہم ان میں حمیت ملی اور قومی پورے جوش کے ساتھ موجود تھی، حمیت جاہلیت کی قرآن مجید میں مذمت آئی ہے، لیکن حضرت زیدؓ میں حمیت جاہلیت نہ تھی بلکہ حمیت اسلام تھی، جو بجائے خود نہایت عمدہ خصلت ہے،

حضرت عبادہ بن صامت انصاری کہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، بیت المقدس گئے، اور عمارت مقدس کے اندر جانا چاہا، ایک نبطی کو بلا کر کہا کہ میرا گھوڑا پکڑ لو، اس نے انکار کیا، حضرت عبادہؓ نے اس کو زجر و توبیخ کی اور خوب مارا، حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی، تو انھوں نے کہا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ عبادہ نے جواب دیا کہ میں نے اس سے گھوڑا پکڑنے کی درخواست کی تھی، اس نے انکار کیا، میرا مزاج تیز ہے، اس کو مار بیٹھا، حضرت عمرؓ نے کہا، آپ سے قصاص لیا جائیگا، زید بن ثابت موجود تھے، ان سے ایک صحابی کی ذلت نہ دیکھی گئی، حضرت عمرؓ سے کہا، کہ آپ ایک غلام کے بدلے اپنے بھائی کو ماریں گے، پھر حضرت عمرؓ نے جرمانہ پر فیصلہ کر دیا، اور حضرت عبادہ کو دیت دینا پڑی[2]

اسی طرح حضرت عمرؓ شام میں تھے، خبر ملی کہ ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا، حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ مسلمان کو قتل کر دیا جائے، حضرت زیدؓ نے بڑی دقت سے سمجھایا کہ قتل کے بجائے دیت دلوا دیجئے[3]،

حضرت زیدؓ کی یہ عصبیت کچھ ذمیوں سے مخصوص نہیں وہ مسلمانوں میں بھی اس کو پسند کرتے تھے، حضرت عثمانؓ نے ان کے غلام کا وظیفہ ۲ ہزار مقرر کیا تھا، لیکن انھوں نے صاف کہا

[1] مسند ص ۱۸۳ ج ۵، [2] کنز العمال ج ۷، ص ۳۰۳، [3] کنز العمال ج ۷، ۳۰۴

کہ غلام اور آزاد میں کیا فرق رہ جاتا ہے، اور حضرت عثمانؓ کو سمجھا کر ایک ہزار پر راضی کیا

عادات و خصائل کے لحاظ سے فطرت نہایت بلند تھی، خاموشی و سکوت کو پسند کرتے تھے، مجلس میں بیٹھتے تو مجسمۂ تمکین و وقار معلوم ہوتے تھے،

خلفاء سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے، حضرت عمرؓ کے ارباب صحبت میں شریک تھے، حضرت عثمانؓ سے اور بھی زیادہ وسیع تعلقات تھے، اور اسی وجہ سے عثمانی کہلاتے تھے، حضرت عثمانؓ انکو نہایت محبوب رکھتے تھے، حضرت علیؓ کو بھی محبوب رکھتے تھے، اور ان کی فضیلت کے قائل تھے، امیر معاویہؓ سے بھی مراسم تھے، شام گئے، تو ان کے مکان پر تشریف لے گئے تھے[1]، اور مروان بن حکم جب مدینہ منورہ کا امیر ہو کر آیا تو اس سے بھی ربط ضبط رہا[2]،

امراء اور سلاطین میں باہمی نزاع کی پیچیدگیاں ہوتی ہیں، جن سے ان کے حاشیہ نشینوں کو بھی تعلق ہوتا ہے، لیکن حضرت زیدؓ باانیہمہ کہ سب سے ملتے تھے، فتنہ و فساد سے واسطہ نہ رکھتے تھے، اور یہ اُن کی سیاست و تدبیر کا اثر تھا،

مروان بن حکم اپنی سیاست میں شہرۂ آفاق ہے، حضرت زیدؓ سے اس کے دوستانہ تعلقات تھے، لیکن وہ موقع پر سیاست سے باز نہ آتا تھا، زیدؓ بن ثابت کو بلا کر ایک دن کچھ پولیٹیکل سوالات کئے، حضرت زیدؓ جواب دیرہے تھے، یکایک نظر پڑی کہ پردے کے پیچھے کچھ لوگ لکھ رہے ہیں حضرت زیدؓ نے فوراً کہا کہ میرا عذر قبول کیجئے، میں نے جو کچھ کہا تھا وہ ذاتی رائے تھی،

حضرت زیدؓ اگرچہ نہایت منکسر المزاج تھے، لیکن ادعا بھی اعلیٰ پیمانہ پر ان میں موجود تھا، حضرت رافعؓ بن خدیج نے ایک حدیث میں غلطی کی، تو حضرت زیدؓ نے کہا کہ خدا ان کی مغفرت کرے مجکو ان سے زیادہ حدیث معلوم ہے، اسی طرح حضرت عائشہؓ کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا،

[1] مسند ۱۸۲ ج ۵، [2] مسند ۱۸۷ ج ۵،

خودداری بھی عجیب چیز ہے، حضرت زیدؓ اعلی درجہ کے خوددار تھے، ان کی عظمت شخصی اسی خودداری کی نتیجہ تھی، صحابہ سے لیکر امراء و رؤسائے بنی امیہ تک ان کی تعظیم و توقیر کرتے تھے،

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہ آنحضرتؐ کے برادر عم زاد تھے، حضرت زیدؓ کی اس قدر تکریم کرتے تھے کہ ایک مرتبہ وہ گھوڑے پر سوار ہونے کو چلے تو ابن عباسؓ نے رکاب تھام لی، حضرت زیدؓ نے کہا آپ رسول اللہؐ کے چچیرے بھائی ہیں، آپ ایسا نہ کیجئے، ابن عباسؓ نے کہا، کیا خوب علماء اور اکابر کے ساتھ ایسا ہی کرنا چاہئے،

مروان بن حکم اموی جو حضرت ابوسعید خدریؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو کوڑے سے مارنے اُٹھا تھا، حضرت زیدؓ کی اتنی عظمت اس کے دل میں جاگزیں تھی کہ ان کو اپنے برابر تخت پر جگہ دیتا تھا[1]،

حضرت زیاد بن لبیدؓ

نام و نسب زیاد نام، ابو عبداللہ کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان بیاضہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے: زیاد بن لبید بن ثعلبہ بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج،

اسلام بیعت عقبہ میں شریک تھے، جب مدینہ میں مہاجرین کی آمد شروع ہوئی، انصار کی ایک جماعت کہ ۴۰ آدمیوں سے مرکب تھی، مکہ پہونچی، حضرت زیادؓ بھی انھیں میں تھے، وہاں سے

---

[1] مسند ص ۱۸۲ ج ۵،

بہت سے صحابہ کے ساتھ مدینہ واپس آئے، اس بنا پر یہ لوگ انصاری بھی تھے اور مہاجری بھی[1]،

غزوات — بدر، احد، خندق، اور تمام غزوات میں شریک تھے،

سنہ ۹ھ میں آنحضرت صلعم نے یمن کا حاکم بنایا، یہ ملک ۵ حصوں پر تقسیم تھا[2]، حضرموت کے حضرت زیاد عامل تھے، صدقات کا محکمہ بھی ان کے زیر ریاست تھا[3]،

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد اہل یمن نے ارتداد اختیار کیا، اور زکوٰۃ بند کر دی، حضرت ابوبکرؓ نے زیادؓ کو لکھا، انھوں نے شاہان کندہ پر شبخون مارا اور فتح حاصل کی، اشعث بن قیس کا محاصرہ کر کے شکست دی اور اسکو دار الخلافت روانہ کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں،

وکان لہ بلاء حسن فی قتال اہل الردۃ[4] یعنی انھوں نے مرتدین کی جنگ میں بڑی جانبازی دکھائی

خلافت صدیقیؓ اور دور فاروقی میں بھی اسی خدمت پر ممتاز رہے[5]، جب اس فرض سے سبکدوش ہوئے یمن سے آکر کوفہ کی سکونت اختیار کی، بعض کا خیال ہے کہ شام میں قیام کیا تھا،

وفات — سنہ ۴۱ھ میں انتقال ہوا، یہ امیر معاویہ کی حکومت کا پہلا سال تھا،

فضل وکمال — فقہائے صحابہ میں تھے[6]، صحیح ترمذی میں ہے، کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اب علم کے اٹھنے کا وقت آپہونچا، زیادؓ نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے، اب علم لوگوں کے رگ وپے میں سرایت کر چکا ہے، ارشاد ہوا، ثکلتک امک یا زیاد ان کنت لاراک من افقہ رجل بالمدینۃ، اولیس الیھود والنصاری یقرؤن التوراۃ والانجیل ولا ینتفعون بشیئ، یعنی اے زیاد تیری ماں تجھکو روئے، میں تجھکو نہایت سمجھدار شخص خیال کرتا تھا، کیا دیکھتے نہیں کہ یہود ونصاریٰ توراۃ وانجیل پڑھتے ہیں لیکن ان سے کچھ نفع نہیں اٹھاتے،

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج اقسم ۱، [2] استیعاب ص ۲۰۶ ج ۱ ج احالات معاذ بن جبل، [3] یعقوبی ص ۱ ج ۲، [4] تہذیب التہذیب ص ۳۸۵ ج ۳

[5] طبری ص ۲۱۳۶ ج ۴، [6] یعقوبی ص ۱۸۶ ج ۲، [7] تہذیب ص ۳۸۲ ج ۳،

حضرت عبادہ نے اس حدیث کو سنا تو فرمایا سچ ہے، سب سے پہلے خشوع اُٹھ رہا ہے، [1]

آنحضرت صلعم سے چند حدیثیں روایت کیں، حلقہ روایت میں عوف بن مالک، جبیر بن نفیر سالم بن ابی الجعدان کی مسندِ فضل وکمال کے حاشیہ نشین ہیں،

حضرت زید بن دثنہ رض

نام نامی حضرت زید ہے، قبیلۂ خزرج کے خاندانِ بیاضہ سے ہیں سلسلۂ نسب یہ ہے، زید بن دثنہ بن معاویہ بن عبید بن عامر بن بیاضہ بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب ابن جشم بن خزرج،

بدر اور احد میں شریک تھے، غزوۂ احد کے بعد قبیلۂ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ، آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئے، اور درخواست کی کہ چند صحابہ جو قرآن اور فقہ کی تعلیم دے سکیں ہمارے ہاں بھیجئے، کیونکہ اُن اطراف میں اسلام پھیل رہا ہے، آنحضرت صلعم نے خبیب، زید اور بعض لوگوں کو روانہ فرمایا، راستہ میں بیرمعونہ پر معرکہ پیش آیا، حضرت خبیب اور زید مشرکین کے ہاتھ اسیر ہوئے، وہ لوگ ان دونوں کو ہاتھ باندھ کر مکہ لائے، اور صفوان بن اُمیہ کے ہاتھ فروخت کیا صفوان نہایت خوش تھا کہ اپنے باپ کے عوض انکو قتل کرونگا،

شہادت
رائے ومشورہ کے بعد تنعیم مقتل قرار پایا، صفوان نے اپنے غلام کو جس کا نام نسطاس تھا حکم دیا کہ انکو تنعیم لے چلو،

---

[1] اصابہ ص ج ۲

قتل گاہ پہونچے تو عجیب ابتلاء کا وقت تھا، ابوسفیان نے پوچھا زیدؓ تمھیں خدا کی قسم ایسچ سچ بتا
اگر تمھارے بجائے محمدؐ ہوں، اور ہم ان کی گردن ماریں اور تم اپنے گھر رہو تو تم اس کو پسند کرتے ہو،
حضرت زیدؓ نے نہایت بے پروائی اور جرأت سے فرمایا " واللہ! مجھے یہ بھی منظور نہیں کہ محمدؐ کے کانٹا
چبھے اور میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں، ابوسفیان اس فقرہ کو سنکر دنگ رہ گیا، اور اسی عالم میں زبان سے
نکلا کہ محمدؐ کے اصحاب ان سے جس قدر محبت کرتے ہیں، دنیا میں کسی کے دوست ایسے گرویدہ
نہیں، اس کے بعد ان کو قتل کردیا گیا، یہ سنہ ۳ھ کا افسوسناک واقعہ ہے،